بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ

شرعی احکام

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا (دہلی)

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ شرعی احکام

ناشر: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند یوپی (انڈیا)

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ
کے شرعی احکام

[یعنی اکیڈمی کے پندرہویں سمینار منعقدہ ۱۱ - ۱۳ / مارچ ۲۰۰۶ء
میسور میں اے ٹی ایم کارڈ ڈیبٹ کارڈ اور کریڈٹ کارڈ سے متعلق
پیش کیے گئے تحقیقی مقالات ومناقشات اور فیصلوں کا مجموعہ]

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا (دہلی)

نام کتاب : بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام
ترتیب :
صفحات :
قیمت :
سن طباعت :

ناشر

کتب خانہ نعیمیہ

دیوبند، ضلع سہارنپور، یوپی (ہند)

مجلس ادارت

فہرست

پہلا باب: تمہیدی امور

دوسرا باب: تعارف مسئلہ

تیسرا باب: فقہی نقطہ نظر

مفصل مقالات

مختصر مقالات

تحریری آراء

پہلا باب

تمہیدی امور

ابتدائیہ

جوں جوں وقت گذرتا جاتا ہے دنیا کے فاصلے سمٹتے جاتے ہیں، اور جس قدر فاصلے کم ہوتے جاتے ہیں تجارت اور کاروبار کی دنیا وسیع ہوتی جاتی ہے، پہلے ایک شہر سے دوسرے شہر کے درمیان بھی تجارت دشوار ہوتی تھی، اور اب اس میں مشرق ومغرب کے فاصلے بھی حارج نہیں ہیں، یہ کاروباری وسعت محفوظ طریقہ پر سرمایوں کی منتقلی اور مطلوبہ مقام پر پیسوں کی فراہمی کی متقاضی ہے، اس وقت بینک اس ضرورت کو پوری کررہا ہے، بینک کا اصل مقصد تو رقم کی حفاظت اور جمع کرنے والوں کو رقم فراہم کرنا ہے، جو بنیادی طور پر سود پر مبنی ہے؛ لیکن موجودہ دور خاص کر گلوبلائزیشن کے پس منظر میں بینکوں کا ایک اہم کام ایک جگہ سے دوسری جگہ رقم کو منتقل کرنا، کھاتہ دار جہاں بھی ہو، اسے وہاں مطلوبہ رقم فراہم کرنا اور لین دین میں واسطہ بننا بھی ہوگیا ہے۔

اسی پس منظر میں بینک مختلف قسم کے کارڈ جاری کرتا ہے، جن میں اے، ٹی، ایم، ڈیبٹ اور کریڈٹ کارڈ زیادہ مروج ہیں، اے، ٹی، ایم کے ذریعہ جمع شدہ رقم کا مالک کہیں بھی کسی دفتری کاروائی کے بغیر بینک کے اے، ٹی، ایم مراکز سے مطلوبہ رقم حاصل کرسکتا ہے، اس صورت کے جائز ہونے پر موجودہ دور میں اہل علم کا اتفاق ہے، گو اس میں ایک شبہ اس جزئیہ کی وجہ سے ہوتا ہے کہ جو فقہاء متقدمین کے یہاں ''سفتجہ'' کے نام سے آیا ہے، سفتجہ کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص دوسرے شخص کو اپنی رقم قرض دیتا تھا کہ وہ دوسرا شخص فلاں شہر میں اسے یہ رقم ادا

کردے قرض دینے والے کو اس سے یہ فائدہ ہوتا تھا کہ اس کی رقم راستہ کے خطرات سے محفوظ ہو جاتی تھی، اب چاہے وہ رقم لوٹ لی جائے؛ لیکن قرض ہونے کی وجہ سے مقروض پر اس کی ادائیگی واجب رہتی تھی، اور شریعت کا ایک اصول یہ ہے کہ قرض پر کسی بھی قسم کا مادی یا معنوی فائدہ حاصل نہ کیا جائے، اگر قرض پر نفع حاصل کیا جائے تو وہ سود کے دائرہ میں آجاتا ہے، "**کل قرض جر نفعا فهو ربا**" -- لیکن ایک تو اس مسئلہ میں سلف کے درمیان اختلافِ رائے رہا ہے، دوسرے آج رقم کی منتقلی کا جو نظام ہے، اس میں بینک کو اس رقم کے لوٹ لئے جانے کے خطرہ سے دوچار ہونا نہیں پڑتا؛ کیوں کہ بینک عام طور پر اپنی شاخوں کو آرڈر دے دیتا ہے کہ وہاں جو رقم جمع ہوتی ہے، اس میں سے کھاتہ دار کو رقم ادا کر دی جائے، اس پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے، نیز موجودہ دور کی کاروباری ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے علماء نے 'اے، ٹی، ایم کارڈ' کی صورت کو جائز قرار دیا ہے۔

دوسری صورت 'ڈیبٹ کارڈ' کی ہے، ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ آپ اپنی رقم دوسروں کو منتقل بھی کر سکتے ہیں، اس لئے تجارت میں اس کی بڑی اہمیت ہے، ڈیبٹ کارڈ کی بنیاد پر آپ کسی بھی چیز کی خریداری کر سکتے ہیں، البتہ یہ خریداری آپ کی جمع کی ہوئی رقم کے دائرہ میں ہی ہوگی، گویا کارڈ استعمال کرنے والا بینک کو مطلوبہ رقم ادا کرنے کا وکیل بناتا ہے، اور بینک اس کی طرف سے اس ذمہ داری کو قبول کرتا ہے، اس صورت کے جائز ہونے پر سمینار میں اہل علم کا اتفاق پایا گیا۔

تیسری صورت کریڈٹ کارڈ کی ہے، کریڈٹ کارڈ بھی رقم کی منتقلی کی سہولت فراہم کرتا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ مزید ایک سہولت فراہم کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کارڈ ہولڈر ایک مقررہ حد کے اندر اپنی جمع شدہ رقم سے زیادہ بھی خرچ کر سکتا ہے، یہ گویا بینک کی طرف سے قرض فراہم کرنا ہے، اگر یہ قرض پچاس دنوں کے اندر ادا کر دیا جائے، تو اس پر اسے کوئی

زائد رقم ادا کرنی نہیں ہوگی، اور اگر پچاس دن سے زیادہ وقت لگ گیا، تو اسے بینک کی مقررہ شرح کے لحاظ سے اس رقم پر سود دینا ہوگا --- اس میں شبہ نہیں کہ کریڈٹ کارڈ میں ہولڈر اپنے آپ کو سود سے بچا سکتا ہے؛ اگر وہ مقررہ مدت کے اندر ہی پیسے ادا کردے، لیکن معاملہ کے حلال وحرام ہونے کی بنیاد اصل میں وہ معاہدہ ہوتا ہے جو فریقین کے درمیان طئے پایا ہے، کریڈٹ کارڈ لینے والا چاہے اپنے آپ کو سود سے بچالے لیکن وہ ایک ایسے معاہدہ کو قبول کررہا ہے جس کی بنیاد سود کے لین دین پر ہے، نیز یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پچانوے فی صد بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے والے لوگ سود میں مبتلا ہوجاتے ہیں، اسی لئے بینک کریڈٹ کارڈ کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، اس پس منظر میں ہندوستان کے علماء اور ارباب افتاء نے بہ اتفاق رائے فیصلہ کیا کہ کریڈٹ کارڈ حاصل کرنا اصولی طور پر جائز نہیں ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے پندرہویں سمینار منعقدہ ۱۰ - ۱۲ / مارچ ۲۰۰۶ ءمیسور، میں جن مسائل کو زیر بحث لایا گیا تھا، ان میں بینک سے جاری ہونے والے کارڈس سے متعلق احکام بھی تھے، بحمد اللہ موضوع پر کھلی فضاء میں بحث ہوئی، اور غور وفکر کے بعد ان تجاویز پر اتفاق ہوا جن کا ذکر اس مجموعہ میں آرہا ہے، یہ تجاویز دراصل اکیڈمی کی ان کوششوں کا تسلسل ہے، جو وہ مسلم سماج کو سود کی لعنت سے بچانے کے سلسلہ میں کرتی رہی ہے، ہندوستان میں سود، غیر سودی بینک کاری اور غیر سودی قرض جاری کرنے والی امدادی سوسائٹیوں کے موضوعات کو اکیڈمی نے متعدد سمیناروں میں غور وفکر کا موضوع بنایا ہے، اور ایسے فیصلے کئے ہیں جو کتاب وسنت کی روح کے مطابق ہیں، سود کے سلسلہ میں جو احتیاط مطلوب ہے، اس کے آئینہ دار ہیں، اور حرام کے مقابلہ میں حلال متبادل کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔

مقالات ومناقشات، فنی معلومات اور سمینار کی قراردادوں پر مشتمل یہ مجموعہ انشاء اللہ علماء، ماہرین معاشیات اور اصحاب ذوق کے لئے ایک قیمتی سوغات ثابت ہوگا، اس

سلسلہ میں میں محبِ عزیز مولانا امتیاز احمد قاسمی (رفیق شعبۂ علمی) کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے مجلس ادارت کی رہنمائی میں اسے مرتب کیا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فکر ونظر کے اس کارواں کو اپنی منزل کی طرف گامزن رکھے، اور حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ -جنہوں نے اس قافلہ کی بنیاد رکھی تھی -کوشایانِ شان اجرعطافرمائے۔

خالد سیف اللہ رحمانی	۲۸؍محرم الحرام ۱۴۲۸ھ
(جنرل سکریٹری)	۱۷؍فروری ۲۰۰۷ء

سوالنامہ:

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام

یہ ایک حقیقت ہے کہ ذرائع مواصلات کی تیز رفتار ترقی اور پھر گلوبلائزیشن کے موجودہ نظام نے دنیا کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے، اور حیرت انگیز حد تک فاصلے کم ہو گئے ہیں، اس صورتحال نے یوں تو زندگی کے تمام شعبوں پر اپنا اثر ڈالا ہے لیکن اس کا سب سے زیادہ اثر معیشت و تجارت پر ہوا ہے، اور اب انسان کے لئے یہ بات ممکن ہوگئی ہے کہ وہ ایک گمنام اور دور افتادہ گاؤں میں بیٹھ کر دنیا کے کسی بھی ملک کے کسی بھی شہر سے تجارت اور کاروبار کرے، تجارت کے اس پھیلاؤ نے ایک اہم مسئلہ ایک جگہ سے دوسری جگہ رقم کی منتقلی کا پیدا کر دیا ہے، اور سرمایہ دار چاہتا ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک اس کی رقم جلد سے جلد اور محفوظ طریقے سے پہنچ جائے، اس مقصد کے لئے بینک نے تین قسم کے کارڈ جاری کئے ہیں، جن کا چلن عام ہو چکا ہے، اے ٹی ایم کارڈ، ڈیبٹ کارڈ، کریڈٹ کارڈ۔ ذیل میں کارڈ کی ان تینوں قسموں کی خدمات کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے، تاکہ احکام شرعیہ کی تطبیق میں سہولت ہو:

الف-A.T.M (اے ٹی ایم) کارڈ

یہ کارڈ بینک اپنے کھاتہ داروں کو اس غرض سے جاری کرتا ہے کہ وہ اپنے شہر یا ملک یا کسی دوسری جگہ کہیں بھی موجود اے ٹی ایم نظام سے اپنی ضرورت کے بقدر رقم بصورت نقد حاصل کرسکیں۔

اس کارڈ کے ذریعہ آدمی اپنی جمع کردہ رقم ہی سے استفادہ کرتا ہے اور اس کو حاصل کرسکتا ہے، اس کے لئے الگ سے کوئی معاوضہ کسی عنوان سے ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ب-Debit Card (ڈیبٹ کارڈ)

یہ کارڈ بھی بینک اپنے کھاتہ داروں کے لئے ہی جاری کرتا ہے۔اور اس کے استعمال کا بھی کسی طرح کا کوئی معاوضہ ادا نہیں کرنا پڑتا ،سوائے اس فیس کے جو کارڈ کے بنوانے کے لئے دی جائے ،اس کے ذریعہ بھی آدمی صرف اپنی جمع کردہ رقم ہی استعمال کرسکتا ہے، اس سے زیادہ نہیں۔

البتہ اس کارڈ کے ذریعہ آدمی تین قسم کے فائدے حاصل کرتا ہے:

۱-خرید وفروخت کے بعد قیمت کی ادائیگی۔دوکاندار اس کارڈ کے واسطے سے اپنی مطلوبہ رقم کو اپنے کھاتے میں پہنچا دیتا ہے۔

۲-ضرورت پر رقم کا نکالنا۔

۳-ضرورت پر رقم کا اپنے کھاتے سے دوسرے کھاتے میں منتقل کرنا جس کے لئے انٹرنیٹ سے مدد لی جاتی ہے۔

ج-Credit Card (کریڈٹ کارڈ)

اس کارڈ سے وہ تینوں کام انجام پاتے ہیں جن کے لئے ڈیبٹ کارڈ استعمال کیا جاتا ہے۔لیکن فرق یہ ہے کہ ڈیبٹ کارڈ کی صورت میں اس کارڈ کے حامل کی جو رقم بینک میں جمع ہے، وہ اسی کو استعمال کرسکتا ہے، اور ''کریڈٹ کارڈ'' میں صورت حال یہ ہوتی ہے کہ اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے بینک میں رقم کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔بلکہ اس کارڈ کو جاری کرنے کے لئے بینک ضرورتمند آدمی کے حالات معلوم کرکے اس شخص کی مالی حیثیت متعین کرتا ہے، اور دیکھتا ہے کہ اس کی مالی یافت (آمدنی) ماہانہ یا سالانہ کتنی ہے؟

پھر مالی حیثیت متعین کرکے بینک اسی حیثیت کا کارڈ جاری کرتا ہے۔اور بینک'' کارڈ کے جاری کرنے ،مقررہ مدت تک اس کے استعمال کرنے اور اس کے بعد اس کی تجدید'' کے لئے

ایک فیس لیتا ہے۔ کارڈ کا مالک اس کارڈ کی بنیاد پر خرید وفروخت بھی کرسکتا ہے اور روپے بھی اے ٹی ایم نظام سے حاصل کرسکتا ہے جس کی ایک حد متعین ہوتی ہے۔ اس کارڈ سے آدمی جو خریداری کرتا ہے یا نقد حاصل کرتا ہے، ماہ بماہ اس کی پوری تفصیل تیار کرکے کارڈ کے مالک کو فراہم کی جاتی ہے۔

اگر اس کارڈ کے حامل نے کارڈ کا استعمال نقد رقم نکالنے کے لئے یا کسی کے کھاتے میں منتقل کرنے کے لئے کیا ہے، تو رقم کے نکالنے کے ساتھ مزید ایک رقم کی ادائیگی اس کے ذمہ لازم ہوجاتی ہے۔ جب وہ استعمال شدہ رقم کو جمع کرے گا تو مقررہ رقم ادا کرنی ہوگی۔

اور اگر کارڈ کے ذریعہ خریداری کی گئی ہے تو اخیر ماہ میں پوری تفصیل فراہم کی جاتی ہے اور مطلوبہ رقم آدمی کو پندرہ دن کے اندر ادا کرنی ہوتی ہے، ایسا نہ کرنے پر یومیہ شرح کے حساب سے مزید رقم لازم ہوتی ہے، جس کو وہ آئندہ اصل رقم کے ساتھ جمع کرتا ہے۔

سوالات

ان تفصیلات کی روشنی میں دریافت طلب امر یہ ہے:

۱- اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ کا کیا حکم ہے؟

۲- ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ اور اس کے ذریعہ خرید وفروخت وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

۳- اگر ان دونوں قسموں کے کارڈ کے حصول کے لئے کچھ رقم بطور فیس دینی پڑے تو اس کا کیا حکم ہے؟

۴- الف- کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے اور استعمال کرنے کے لئے ادا کردہ فیس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی، جبکہ یہ کارڈ بینک سے ادھار رقم حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے، کیونکہ اس کی بنیاد پر ادھار خرید وفروخت ہوتی ہے اور بینک سے رقم بھی حاصل کی جاتی ہے۔

ب- اس کارڈ کے ذریعہ حاصل کردہ رقم کے ساتھ مزید جو رقم ادا کرنی ہوتی ہے، شرعاً

اس کی کیا حیثیت ہوگی؟

ج - اس کارڈ کے ذریعہ خرید کردہ اشیاء کی قیمت کے طور پر بینک نے جو رقم ادا کی، بینک کو وہ رقم ادا کرنے کے ساتھ مزید جو رقم ادا کرنی ہوتی ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ جبکہ یہ زائد رقم اسی صورت میں ادا کرنی ہوتی ہے، جبکہ مقررہ مدت تک ادائیگی نہ کی گئی ہو، مقررہ مدت کے اندر رقم ادا کردینے پر مزید کچھ نہیں دینا ہوتا ہے، تاہم معاملہ میں یہ بات شامل ہوتی ہے کہ مقررہ مدت پر ادا نہ کرنے کی صورت میں اصل رقم سے زائد ادا کرنی ہوگی۔

اکیڈمی کے فیصلے:

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا بنیادی مقصد موجودہ عہد میں پیدا ہونے والے نئے مسائل کا شرعی حکم واضح کرنا ہے۔ اس کے لئے اکیڈمی اجتماعی غور وفکر کے ذریعہ فیصلہ کرتی ہے، چنانچہ ۱۱-۱۳ مارچ ۲۰۰۶ء کو اس کا پندرہواں فقہی سمینار ہندوستان کے تاریخی شہر میسور کی دینی درسگاہ دارالعلوم صدیقیہ میں منعقد ہوا، اس سمینار میں پورے ملک سے تقریباً دوسو علماء، ارباب افتاء، معاشیات اور بنکاری کے ماہرین شریک ہوئے، جس میں کشمیر سے لے کر کیرالا تک اور مشرقی ہندوستان سے لے کر وسطی ہندوستان تک ہر علاقہ کے مندوب موجود تھے، ہندوستان کے علاوہ متحدہ عرب امارات، ایران اور نیپال سے بھی اصحاب نظر علماء نے شرکت فرمائی۔

بینک سے جاری ہونے والے کارڈ

اس سمینار میں بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ پر اس نقطۂ نظر سے بحث کی گئی کہ کس صورت میں سود پایا جاتا ہے اور کس صورت میں نہیں پایا جاتا؟ کیوں کہ اسلام میں غریبوں کا استحصال ہونے کی وجہ سے سود کو حرام قرار دیا گیا ہے اور اس کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، اس پس منظر میں جو قراردادیں منظور ہوئیں وہ اس طرح ہیں:

۱- چونکہ معاملات میں اصل اباحت ہے، اس لئے اے ٹی ایم کارڈ جس کے ذریعہ مشین سے اپنی جمع کردہ رقم نکالی جاتی ہے، کے استعمال میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

۲- ڈیبٹ کارڈ کا استعمال، اس کے ذریعہ خرید فروخت اور ایک کھاتہ سے دوسرے کھاتہ

میں رقم کی منتقلی درست اور جائز ہے۔

۳- اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ کے حصول اور استعمال کے لئے جو رقم ادا کی جاتی ہے وہ کارڈ کا معاوضہ اور سروس چارج ہے، اس لئے اس کا ادا کرنا جائز ہے۔

۴- کریڈٹ کارڈ کی مروج صورت چونکہ سودی معاملہ پر مشتمل ہے، لہذا کریڈٹ کارڈ یا اس قسم کے کسی کارڈ کا حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

تلخیص مقالات:

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام

مولانا امتیاز احمد قاسمی ✫

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے پندرہویں فقہی سمینار کے لئے ''بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ'' کی مختلف شکلوں کے بارے میں سوالات قائم کئے گئے ہیں، ان میں سے پہلا سوال یہ ہے:

سوال:۱- اے ٹی ایم (ATM) کارڈ سے استفادہ کا حکم کیا ہے؟

اس موضوع پر کل ۲۸ رمقالہ نگاروں کی تحریریں اکیڈمی کو موصول ہوئی ہیں، ان میں سے تقریباً تمام ہی مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ ATM کے موجودہ نظام سے فائدہ اٹھانا اور اپنی معاشی ضرورتوں کے لئے اس کا استعمال شرعاً جائز ہے، اس کے استعمال میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔

البتہ اس کے دلائل مختلف حضرات نے الگ الگ دیئے ہیں:

چنانچہ مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مفتی محبوب علی وجیہی، ڈاکٹر ظفر الاسلام، سید اسرار الحق سبیلی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی کہتے ہیں کہ کارڈ ہولڈر چونکہ ATM نظام کے ذریعہ اپنی جمع شدہ رقم سے ہی فائدہ اٹھاتا ہے اور اس خدمت کے عوض بینک کو الگ سے کوئی معاوضہ نہیں ادا کرنا ہوتا ہے، اس

✫ رفیق شعبہ علمی اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا۔

لئے اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جب کہ بعض دوسرے حضرات مثلاً قاضی عبدالجلیل قاسمی، مولانا سلطان احمد اصلاحی اور مولانا ابرارخان ندوی وغیرہ کہتے ہیں کہ آج چونکہ راستہ کے خطرات بہت بڑھ گئے ہیں، لوگوں کا نقد رقم ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کر پھرنا انتہائی دشوار ہے، بلکہ کبھی یہ رقم جان کے لئے بھی خطرہ بن جاتی ہے، نیز اس میں عام ابتلاء بھی ہے، اس لئے اس سے استفادہ کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، وغیرہ۔

مفتی عبداللطیف پالنپوری اس کے جواز سے اتفاق کرتے ہوئے کہتے ہیں: اگر چہ اس پر سفتجہ (ہنڈی) ہونا صادق آتا ہے جو احناف کے نزدیک مکروہ ہے، مگر امام احمد کے نزدیک سفتجہ جائز ہے، اور ابتلاء عام اور حوائج شدیدہ کے پیش نظر مذہب غیر پر عمل کی گنجائش ہے۔

مفتی محمد نعمت اللہ قاسمی صاحب ATM سے استفادہ دو شرطوں کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں:

الف: غیر سودی اکاؤنٹ میں رقم جمع کی گئی ہو۔

ب: دوسرے شہر یا ملک میں رقم پہنچانے کی اجرت ادا کردی جائے، ورنہ جائز نہیں ہوگا۔

مولانا ابرارخان ندوی نے ATM کارڈ کا مختلف حیثیتوں سے جائزہ لیا ہے، مثلاً:

۱- وہ بینک میں جمع مال کا ایک وثیقہ ہے جسے دکھا کر دوسرے شہر میں رقم حاصل کی جاسکتی ہے، اس کی دلیل حضرت ابن زبیرؓ اور ابن عباسؓ کا وہ عمل ہے جسے آپ تاجران مکہ کے لئے کرتے تھے (مبسوط للسرخسی ۱۴/۳۷)۔

۲- کارڈ کی دوسری حیثیت سفتجہ کی ہے جو حنفیہ کے یہاں مکروہ ہے، لیکن سفتجہ کی وہ صورت جس میں قرض دوسرے شہر میں واپس کرنے کی شرط نہ ہو، علامہ سرخسی اور علامہ شامی کے نزدیک اس کے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، مولانا کی تحقیق کے مطابق ATM نظام میں بھی رقم کی منتقلی مشروط نہیں ہوتی ہے۔

۳- تیسری حیثیت میں اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ATM نظام میں ایک جگہ سے دوسری جگہ رقم کی منتقلی مشروط ہوتی ہے اور یہ سفتجہ ہی کی طرح ہے تو بھی "الضرورات تبیح المحظورات"، "الحرج مدفوع"، "المشقة تجلب التيسير" کے مدنظر جائز قرار پائے گا۔

مولانا ابو العاص وحیدی اور مولانا نیاز احمد عبد الحمید مدنی ATM نظام سے استفادہ کو درست قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں: مشین کی خرابی سے ضرر پہنچ سکتا ہے مگر حکم عام احوال پر لگایا جاتا ہے۔

مولانا نیاز احمد بنارسی تحریر کرتے ہیں کہ آج جبکہ اسلامی اقتصادی نظام موجود نہیں ہے، مسلمانوں کا موجودہ گلوبلائزیشن نظام سے کلیۃً منحرف ہوجانا اقتصادی حیثیت سے کمزور سے کمزورتر ہونا ہے، نیز موجودہ معاشی نظام سے لاتعلقی کہیں مسلمانوں کے شرعی احکام سے اعراض کا سبب نہ بن جائے اور ذہن ارتداد کی راہ نہ اختیار کرلے۔

جہاں تک عرب مقالہ نگاروں کا تعلق ہے تو انہوں نے اپنے مقالوں میں ATM سے کوئی بحث نہیں کی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں اس کارڈ کا عمومی چلن نہیں ہے، یا ان کے نزدیک اس میں کوئی قابل لحاظ فقہی بحث نہیں ہے جس پر گفتگو کی جائے۔

سوال: ۲- دوسرا سوال بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے سلسلہ میں ڈیبٹ کارڈ (Debit Card) سے متعلق ہے کہ اس سے استفادہ اور اس کے ذریعہ خرید وفروخت وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

اس کے جواب میں تقریباً تمام ہی مقالہ نگار حضرات نے اس کی تمام شقوں سے اتفاق کرتے ہوئے اس کے جواز کی بات کہی ہے۔

بیشتر حضرات نے اپنے مقالہ میں یہ دلائل پیش کئے ہیں کہ کارڈ ہولڈر اس کارڈ کے

ذریعہ اپنی جمع شدہ رقم ہی سے فائدہ اٹھاتا ہے، اپنی ضرورتوں کے لئے بینک سے مزید رقم نہیں لینی پڑتی ہے اور نہ ہی اس کارڈ کے استعمال میں کوئی شرعی مانع نظر آتا ہے۔ جب کہ بعض حضرات نے یہ کہہ کر بات ختم کردی ہے کہ اس کے جواز کے دلائل بھی وہی ہیں جو ATM کے ذیل میں گذرے۔

البتہ بعض مقالہ نگار حضرات نے اس کی فقہی تطبیق کرتے ہوئے ''حوالہ، کفالہ، امانۃ'' وغیرہ سے اس کی تعبیر ہے۔ چنانچہ مولانا ابرارخان ندوی نے اس سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ خرید وفروخت کے بعد قیمت کی ادائیگی یا اپنے کھاتے سے دوسرے کے کھاتے میں رقم منتقل کرنے کی صورت میں بینک کی حیثیت بائع ومشتری دونوں کے وکیل کی ہوگی، اس کی دلیل میں انہوں نے بدائع الصنائع کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کی ہے:

"يجوز التوكيل بقبض الدين، لأن المؤكل قد لا يقدر على الاستيفاء بنفسه، فيحتاج إلى التفويض إلى غيره، وتجوز الوكالة بقضاء الدين لأنه لا يملك القضاء بنفسه وقد لا يتهيأ له القضاء بنفسه فيحتاج إلى التفويض إلى غيره'' (بدائع الصنائع ۶/ ۲۳)۔

دوسرے کے کھاتے میں رقم منتقل کرنے کی دلیل یہ ہے:

"قال المؤكل: خذ هذا الألف يا فلان وادفعه إلى فلان فأيهما قضى جاز قياساً واستحساناً'' (فتاویٰ خانیہ مع الہندیہ ۵/ ۴۶۹)۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بینک کی حیثیت محتال علیہ کی مان لی جائے، جس کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ محیل، محال اور محال علیہ تینوں اس عقد پر راضی ہوں، ظاہر ہے کہ ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ انجام پانے والے عقد پر محیل، محال اور محال علیہ نہ صرف راضی ہیں بلکہ راغب ہیں، اس کی دلیل یہ عبارت ہے:

"أما ركن الحوالة فهو الإيجاب والقبول، الإيجاب من المحيل، والقبول من المحال عليه والمحال جميعاً........"(بدائع الصنائع ۶/۱۵)۔

پروفیسر صدیق محمد امین ضریر (جامعہ خرطوم) کہتے ہیں کہ ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ انجام پانے والا عقد صرف "حوالہ" کے مشابہ ہوگا، یہ نہ تو "کفالہ" ہوسکتا ہے اور نہ "وکالہ"، چنانچہ اس میں بینک محال علیہ، کارڈ ہولڈر محیل اور تاجر (مشتری) محال ہوگا اور یہ صورت باتفاق فقہاء جائز ہے۔

مولانا محی الدین غازی نے ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ انجام پانے والے جملہ عقود کے جواز سے اتفاق کرتے ہوئے "اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الإفتاء" سعودی عربیہ کے اس فتوی کا متن نقل کیا ہے جس میں صراحت کی گئی ہے کہ اس کارڈ کے استعمال میں کوئی مانع نہیں ہے۔

مفتی عبد اللطیف پالنپوری ڈیبٹ کارڈ سے رقم نکالنے اور اس کے ذریعہ خرید فروخت کرنے کے درمیان فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر استفادہ رقم نکالنے کی صورت میں ہوتو اس پر سفتجہ ہونا صادق آئے گا جس کا حکم ATM کارڈ کے تحت بیان ہو چکا اور اگر خرید فروخت کی شکل میں ہوتو اس پر حوالہ کی تعریف صادق آئے گی جو جائز ہے، "وتصح الحوالة برضاء المحيل والمحتال و المحتال عليه" (الہدایہ ۳/۱۱۳)۔

مفتی محمد شوکت قاسمی لکھتے ہیں کہ ڈیبٹ کارڈ سے تینوں طرح کی سہولتوں سے استفادہ میں کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ خرید فروخت کی صورت میں اگر قیمت کی ادائیگی میں کسی طرح کا غرر یا بائع و مشتری میں سے کسی کو ضرر ہوتو پھر اس کے ذریعہ خرید فروخت قابل غور ہوگی۔

ڈاکٹر عبد المجید محمد سوسوہ (استاذ جامعہ شارقہ) نے بطاقۃ الائتمان (Credit Card) کی اولاً دو قسمیں کی ہیں: بطاقۃ مغطاۃ، بطاقۃ غیر مغطاۃ۔ اور پھر بطاقۃ غیر مغطاۃ کی دو قسمیں کی ہیں: بطاقۃ الائتمان العادیہ، بطاقۃ التسدید بالأقساط۔

آگے وہ بطاقۃ مغطاۃ (Debit Card) کے ذریعہ ہونے والے معاملہ کو عقد وکالہ قرار

دیتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر چہ بعض معاصر فقہاء نے اس عقد کو حوالہ وکفالہ قرار دیا ہے جو اپنی اصل کے لحاظ سے جائز ہے، لیکن اس میں خرابی یہ پیدا ہوتی ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ کارڈ ہولڈر کا جو سرمایہ بنک میں ہے، وہ بنک کے پاس بطور قرض و دین ہے اور اس کے بدلہ میں بنک اس کو کارڈ فراہم کررہا ہے تا کہ وہ اس کارڈ سے فائدہ اٹھائے تو یہ ربا کے مشابہ ہوگا، اس لئے کہ یہ منفعت قرض کے مقابلہ میں حاصل ہورہی ہے، اور حدیث ہے: "**كل قرض جر منفعة فهو ربا**" اس لئے اس عقد کو "وکالہ" ماننا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ کارڈ ہولڈر اپنا سرمایہ بینک میں بطور امانت وضمانت ہی رکھتا ہے اور وقت ضرورت بینک اس کے نائب اور وکیل کا رول ادا کرتا ہے۔

ڈاکٹر وہبہ مصطفی زحیلی لکھتے ہیں کہ ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ ہونے والا عقد اس وقت تک جائز اور مباح رہے گا جب تک کارڈ ہولڈر اپنی جمع رقم سے استفادہ کرے اور اس پر کوئی سودی فائدہ مرتب نہ ہو، نیز اس کے لئے یہ بھی جائز ہوگا کہ وہ بنک سے اپنی جمع شدہ سے زائد رقم نکالے بشرطیکہ بینک اس کی اجازت دے اور اس کے عوض کوئی انٹرسٹ نہ وصول کرے، اس لئے کہ معاملات میں اصل مباح ہونا ہے۔

ڈاکٹر زحیلی صاحب بھی اس عقد کو "عقد حوالہ" قرار دیتے ہیں جو اسلام میں بالا جماع مشروع ہے۔

سوال: ۳- تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ کے حصول کے لئے کچھ رقم بطور فیس دینی پڑے تو اس کا کیا حکم ہے؟

اس کا جواب تمام مقالہ نگاروں نے بشمول عرب فضلاء کے یہ دی ہے کہ ان دونوں کارڈ کے حصول کے لئے دی جانے والی فیس کی رقم، حق الخدمۃ اور اجرۃ الخدمۃ ہے، جس کا لینا شرعاً جائز ہے۔

جواز کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے بعض حضرات نے اس فیس کو موجودہ رائج

فیسوں سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ جس طرح ان فیسوں کا لینا جائز ہے، اسی طرح اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا رحمت اللہ ندوی، قاضی عبد الجلیل، مفتی شاہد علی، مفتی ابوسفیان مفتاحی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا محبوب علی وجیہی وغیرہ لکھتے ہیں: جس طرح پاسپورٹ بنوانے کی فیس، ویزا حاصل کرنے کی فیس، لائسنس بنوانے کی فیس، ڈرافٹ کی فیس، داخلہ فیس، آثار قدیمہ کو دیکھنے کی فیس اور جیسے تشخیص مرض پر دی جانے والی فیس، منی آرڈر کی فیس وغیرہ ادا کرنا جائز اور درست ہے اور اس کے دینے اور لینے پر جواز کا حکم لگایا جاتا ہے، وہی حکم ان دونوں کارڈوں کے بنوانے اور حاصل کرنے کی فیس کا ہوگا کہ یہ درحقیقت سہولیات وخدمات، اخراجات اور محنت ومینٹننس کا معاوضہ ہے۔

ان میں سے چند ایک نے حضرت تھانوی کے اس فتوی کو بطور دلیل پیش کیا ہے جو انہوں نے منی آرڈر کے سلسلہ میں دیا ہے، فتوی کا متن یہ ہے:

"منی آرڈر مرکب ہے دو معاملوں سے، ایک قرض جو اصل رقم سے متعلق ہے، دوسرے اجارہ جو فارم کے لکھنے اور روانہ کرنے پر بنام فیس دی جاتی ہے، اور دونوں معاملے جائز ہیں، پس دونوں کا مجموعہ بھی جائز ہوگا۔ اور چونکہ اس میں ابتلاء عام ہے اس لئے یہ تاویل کر کے جواز کا فتوی مناسب ہے" (امداد الفتاوی ۳/۱۴۶)۔

مولانا ابرار خان ندوی نے بطور دلیل مولانا تقی عثمانی صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر پیش کی ہے: بینک اپنی جن خدمات پر اجرت وصول کرتا ہے مثلاً لاکرز، لیٹرز آف کریڈٹ، بینک ڈرافٹ، بیع وشراء کی دلالی وغیرہ ان کی اجرت لینا جائز ہے، البتہ سود کا کاروبار ناجائز ہے (ہمارا معاشی نظام ۱۱۵)۔

اس فیس کے بارے میں مولانا خورشید احمد اعظمی کی رائے ہے کہ اس طرح کے کارڈس کو حاصل کرنے کے لئے فیس ادا کرنا ضروری ہے، تاکہ جمع کردہ رقم (قرض) سے جو منفعت بینک کے توسط سے حاصل ہورہی ہے وہ بلاعوض نہ رہ جائے۔

اسی طرح مفتی محمد نعمت اللہ قاسمی کی رائے ہے کہ اس فیس کو دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں رقم منتقل کرنے کی اجرت قرار دی جائے، اس لئے اس فیس کا ادا کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ دوسرے شہر یا ملک میں رقم منتقل کرنے کے جواز کے لئے لازم ہے۔

مولانا نیاز احمد بناری اس کو دلالۃ قرض پر حق المحنت قرار دیتے ہوئے ایک شبہ کا اظہار اس طرح کرتے ہیں: یہ کارڈ اپنی اصل کے اعتبار سے ودیعت ہے اور پھر بعض صورت استقراض کی بن جاتی ہے اور شرعا اس صورت میں حق المحنت اس قدر لینا درست ہوگا جو خالص اخراجات پر مبنی ہو اور اجرت کا تعین اخراجات کے بعد ہی ہوسکتا ہے ورنہ کمی زیادتی کا احتمال ہوگا، کمی کی صورت غرر کی ہوگی اور زیادتی کی صورت ربا کی ہوگی جو شرعاً قطعی حرام ہے۔

قاری ظفر الاسلام صاحب اس کے جواز سے اتفاق کرتے ہوئے کہتے ہیں: ضرورت، حاجت عام اور تعامل ناس کی وجہ سے اس طرح کی فیس اور اجرت کی مثالیں سلف وخلف کی کتابوں میں ملتی ہیں اور اس کی گنجائش بھی معلوم ہوتی ہے۔

انہوں نے مشہور اسلامی محقق وعالم ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی تالیف "الفقہ الاسلامی وادلتہ" کی مندرجہ ذیل عبارت بطور دلیل پیش کی ہے:

"وتعذر على المكفول عنه تحقيق مصلحة من طريق المحسنين المتبرعين جاز دفع الأجرة أو الحاجة العامة لما يترتب على عدم الدفع من تعطيل المصالح كالسفر للخارج.........."۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی، ڈاکٹر عبد المجید محمد سوسوہ اور پروفیسر صدیق محمد امین الضریر کی رائے ہے کہ کارڈ بنانے، اس کی تجدید "Renewal" کرانے اور کارڈ ضائع ہوجانے یا کھوجانے پر نیا کارڈ بنانے کی صورت میں دی جانے والی رقم کی حیثیت اجرت عمل کی ہے، نیز ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے اس کا بھی اضافہ کیا ہے کہ یہ فیس بینک کی طرف سے کارڈ ہولڈر کو دی جانے والی بہتر سہولیات اور اس کی خدمات سے استفادہ کا عوض ہے۔

سوال: ۴(الف) کے تحت دریافت کیا گیا ہے کہ کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے اور استعمال کرنے کے لئے ادا کردہ فیس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ جبکہ یہ کارڈ بینک سے ادھار رقم حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے، کیونکہ اس کی بنیاد پر ادھار خرید وفروخت ہوتی ہے اور بینک سے رقم بھی حاصل کی جاتی ہے؟

اس کے جواب میں مقالہ نگاروں کے درمیان تین طرح کی رائیں پائی جاتی ہیں: پہلی رائے یہ ہے کہ اس کارڈ کو حاصل کرنے، اس کو استعمال کرنے اور بعد میں اس کی تجدید پر دی جانے والی فیس محنت، سہولت، خدمت، اجرت عمل ہے اور کفالت پر آنے والے اخراجات کا عوض ہے جو شرعاً جائز ہے، اس رائے کے حامل مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا ابرار خان ندوی، مفتی محمد نعمت اللہ قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا محی الدین غازی، مولانا نیاز احمد عبدالحمید مدنی، مولانا ابو العاص وحیدی، مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی، ڈاکٹر وہبہ زحیلی، عبدالمجید محمد سوسوہ، پروفیسر صدیق محمد امین الضریر اور مفتی عبدالرحیم قاسمی وغیرہ ہیں۔

مفتی عبدالرحیم قاسمی نے اس کی دلیل دیتے ہوئے مولانا تقی عثمانی صاحب کی اس تحریر کو پیش کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ کفیل کے لئے نفس کفالت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے لیکن اگر کفیل (بینک) کو اس کفالت پر کچھ دفتری امور انجام دینے پڑے اور اس پر کچھ اخراجات بھی آئے تو بینک کے لئے مکفول لہ سے ان تمام امور کی انجام دہی پر اجرت مثل کا مطالبہ کرنا جائز ہے (فقہی مقالات)۔

دوسری رائے یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ کے حاصل کرنے، اس کے استعمال کرنے اور تجدید کرانے پر جو فیس دی جاتی ہے وہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ انجام پانے والا معاملہ سودی ہوتا ہے جو حرام ہے، اس لئے کارڈ بنوانے، اس کی تجدید کرانے کے لئے ادا کی جانے والی فیس وغیرہ بھی حرام ہوگی، اس رائے کے حامل مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا برہان

الدین سنبھلی، مفتی عبداللطیف پالنپوری وغیرہ ہیں۔

مولانا رحمت اللہ ندوی، قاری ظفر الاسلام اور مفتی شاہد علی قاسمی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ عام حالات واحوال میں اس طرح کے کارڈ کو حاصل کرنے کی گنجائش نہیں ہے الا یہ کہ ایسی ضرورت پیش آجائے جس کے بغیر چارہ نہ ہوتو ایسی صورت میں اس کی گنجائش ہوگی۔

جب کہ بعض مقالہ نگار حضرات نے سوال نمبر ۴ (الف) کو نہیں چھیڑا ہے۔

سوال: ۴ (ب) میں پوچھا گیا ہے کہ کریڈٹ کے ذریعہ حاصل کردہ رقم کے ساتھ جو مزید رقم ادا کرنی ہوتی ہے، شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

اس کے جواب میں مقالہ نگار حضرات کے درمیان دو طرح کی رائیں آئی ہیں:

پہلی رائے جو اکثر مقالہ نگار حضرات کی ہے، یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ بینک سے نقد رقم نکالنے یا دوسرے کے کھاتہ میں منتقل کرنے پر اصل رقم سے زائد رقم دینا جائز نہیں ہے۔

ان حضرات کے دلائل یہ ہیں کہ یہ اضافی رقم جو بینک کو دی جارہی ہے، اس کی حیثیت حدیث: "کل قرض جر نفعاً فھو حرام" کی رو سے سود کی ہے، جو حرام قطعی ہے، اس لئے کہ اس معاملہ میں بینک مقرض اور کارڈ ہولڈر مقروض ہے۔

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی اصل رقم سے زائد رقم کو سود و ربا مانتے ہوئے واپسی پر اس کی شرط لگانے بلکہ کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ معاملہ کرنے اور اس سے نفع اٹھانے ہی کو ناجائز قرار دیتے ہیں، اس کے لئے انہوں نے بطور دلیل مندرجہ ذیل عبارت پیش کی ہے:

"نھی النبی ﷺ عن "سلف وبیع"، مثل أن یقرض شخص غیرہ ألف درھم علی أن یبیعه دارہ أو علی أن یرد علیه أجود منه أو أکثر والزیادۃ حرام إذا کانت مشروطة أو متعارفاً علیھا فی القرض ، لأن "کل قرض جر نفعاً فھو ربا" (الفقہ الإسلامی وأدلتہ ۵/ ۳۷۴۶)۔

۲-عن جابرؓ "لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وكاتبه وشاهده وقال: هم سواء" (صحیح مسلم ۲/۲۷، مشکوٰۃ ۲۴۴/۲)۔

البتہ ان کی آخری تحریر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کریڈٹ کارڈ کے استعمال وعدم استعمال کا مسئلہ عصر حاضر کے مسائل میں سے ایک ہے، جس پر اجتماعی غور وفکر کی ضرورت ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں: نصوص وتصریحات فقہاء سے جو بات مفہوم ہوتی ہے وہ وہی ہے جو اوپر گذری، لیکن عصر حاضر میں دیگر مسائل کی طرح کریڈٹ کارڈ کا مسئلہ بھی اجتماعی غور وفکر کا متقاضی ہے، لہذا انفرادی رائے کے بجائے اجتماعی آراء کو فیصلہ کی بنیاد بنایا جائے تو بہتر ہوگا۔ ممکن ہے "الضرورات تبیح المحظورات" اور "لولاہ لتضرر" جیسے اصول عموم بلوی کی راہ ہموار کردیں، اس لئے ان جیسے اصول کو بھی ملحوظ رکھنا ہوگا۔

مفتی محمد نعمت اللہ قاسمی اصل رقم کے ساتھ ادا کی جانے والی اضافی رقم کو سود مانتے ہوئے لکھتے ہیں: سودی قرض اضطرار کے بغیر لینا جائز نہیں ہے، خواہ وہ نفس کا اضطرار ہو یا مال کا یا عزت وآبرو کا، اضطرار سے کم درجہ کی مجبوری میں خواہ اس کا نام ضرورت رکھیں یا حاجت، محرمات شرعیہ قطعیہ کے ارتکاب کی اجازت نہیں ہوگی۔

اس سلسلہ میں مولانا سلطان احمد اصلاحی کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے استعمال کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ صاحب کارڈ اس کے استعمال سے پہلے کھاتہ میں اپنی حیثیت کے مطابق رقم جمع کردے اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی کاروباری ضرورت کے لئے جمع شدہ رقم سے کچھ زائد بھی صرف کرے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے کھاتہ میں کوئی رقم ہی جمع نہ کرے، بلکہ صرف اس سہولت سے فائدہ اٹھائے جو بینک نے اسے اس کارڈ کے جاری کرنے کی صورت میں دیا اور ان دونوں صورت میں کارڈ ہولڈر جو اضافی رقم بینک کو دیتا ہے، اس کو بیع الوفاء پر قیاس کرنا چاہئے بفرق صرف اس قدر ہے کہ بیع الوفاء میں نفع متعین نہیں ہوتا ہے جب کہ بینکنگ سسٹم میں ایک اصول

کے تحت منافع کی شرح متعین ہوتی ہے،

آگے لکھتے ہیں: لہذا اس کی روشنی میں ضرورت کے تقاضے سے کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ بینک سے حاصل کردہ رقم سے زائد رقم بینک کو ادا کی جاسکتی ہے۔

بیت التمویل الکویتی کا فتوی جس میں اس اضافی رقم کو کارڈ ہولڈر کو دی جانے والی سروس کی اجرت قرار دیا گیا ہے جو جائز ہے، اس کی روشنی میں مولانا محی الدین غازی کی رائے ہے کہ اس رقم کا لینا جائز ہے۔

مفتی عبدالرحیم قاسمی اس اضافی رقم کو دلالی کی اجرت یا حق الخدمت قرار دیتے ہوئے ایک شرط کا اضافہ کرتے ہیں:

۱- بینک اس قرض پر کوئی معاوضہ وصول نہ کرے۔

۲- وصولیابی کی مدت میں تقدیم وتاخیر کی صورت میں کمیشن میں کمی بیشی نہ کرے۔

۳- مہلت کی اجرت بھی نہ مانگے۔

انہوں نے مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی اس تحریر کو بطور دلیل پیش کیا ہے جس میں یہ ہے کہ بینک بائع اور مشتری کے درمیان بحیثیت وکیل ودلال بہت سے امور انجام دیتا ہے جس کے عوض وہ کچھ اجرت لیتا ہے جو شرعاً جائز ہے۔

ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صاحب اس اضافی رقم کو سروس وسہولت کی اجرت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: اس لئے اس دوسری (اضافی) رقم کی ادائیگی کو کتابت کا بدل مان لیا جائے تو جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

اس سلسلہ میں مولانا رحمت اللہ ندوی کی تحریر سے دو باتیں سامنے آتی ہیں:

۱- اصل رقم کے ساتھ مزید رقم کی ادائیگی بلاعوض ہونے کی وجہ سے سود ہے، اگر اس کو کارڈ کے اجراء، اس کی تجدید وغیرہ کی فیس قرار دی جائے تو دیگر فیسوں کی طرح اس کا بھی حکم ہوگا۔

۲- جب جائز حق کے حصول کے لئے فقہاء نے رشوت دینے کی اجازت دی ہے اور

ضرورت پڑنے پر سودی قرض لینا جائز قرار دیا ہے تو یہاں بھی ضرورت پڑنے پر بقدر ضرورت اس فیس کی ادائیگی کی گنجائش ہونی چاہئے۔

مولانا شوکت ثناء قاسمی کی رائے بھی یہی ہے کہ بلاضرورت شدیدہ اس کی گنجائش نہیں ہوگی۔

مولانا ابرارخان ندوی کی رائے ہے کہ چھوٹی سطح پر تجارت کرنے والے مسلمانوں کے لئے اس کارڈ کے استعمال کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ بلاضرورت سود دینا ہے۔

جب کہ بڑی سطح پر تجارت کرنے والوں کے لئے چونکہ اس طرح کے کارڈ کا استعمال تجارت کے اندر ایک ضرورت بن گیا ہے، اس لئے "الضرورات تبیح المحظورات" کے تحت درست ہوگا، آگے لکھتے ہیں: ملت کو اقتصادی بدحالی سے بچانے کے لئے ضرورۃً کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ خرید فروخت کی اجازت دینا نہایت ضروری ہے، ورنہ امت مالی بدحالی، جہالت، ''وکاد الفقر أن یکون کفراً'' فرمان نبوی کے مطابق عیسائیت وقادیانیت کے ناپاک عزائم اور مذموم مقاصد کا شکار ہوجائے گی۔

سوال: ۴(ج) کے ذیل میں یہ رائے مانگی گئی ہے کہ کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ خرید کردہ اشیاء کی قیمت کے طور پر بینک نے جو رقم ادا کی، بینک کو وہ رقم ادا کرنے کے ساتھ مزید جو رقم ادا کرنی ہوتی ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ جب کہ یہ زائد رقم اسی صورت میں ادا کرنی ہوتی ہے، جب کہ مقررہ مدت تک ادائیگی نہ کی گئی ہو، مقررہ مدت کے اندر رقم ادا کردینے پر مزید کچھ نہیں دینا ہوتا ہے، تاہم معاملہ میں یہ بات شامل ہوتی ہے کہ مقررہ مدت پر ادا نہ کرنے کی صورت میں اصل رقم سے زائد ادا کرنی ہوگی؟

اس کے جواب میں مولانا سلطان احمد اصلاحی اور مولانا محی الدین غازی کے علاوہ تمام مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ اصل رقم کی واپسی میں ہونے والی تاخیر کے عوض مزید رقم کی

ادائیگی جائز نہیں ہوگی، نیز اگر چہ متعینہ مدت پر اصل رقم ادا کردینے سے یہ زائد رقم لازم نہیں ہوتی، لیکن چونکہ معاملہ میں یہ بات طے رہتی ہے جو فاسد شرط ہے، اس لئے یہ معاملہ بھی فاسد ہوگا۔

ان حضرات کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱- یہ زیادتی اور اضافہ صراحۃً سود ہے۔

۲- تاخیر کی صورت میں عائد کردہ جرمانہ ربا النسیئہ ہے، (ڈاکٹر عبدالمجید سوسوہ، پروفیسر صدیق محمد الضریر)

۳- وہ اضافہ وقت کے عوض ہے اور وقت وصف ہے۔ (ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام قاسمی)

۴- وہ اضافہ بلاعوض ہونے کی وجہ سے سود ہوگا۔ (مفتی عبداللطیف پالنپوری)

البتہ مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مفتی شاہد علی کی رائے ہے کہ چونکہ مقررہ مدت کے اندر اندر رقم ادا کردینے سے مزید رقم نہیں دینی پڑتی ہے، اس لئے کراہت کے ساتھ اس کے جواز کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

مفتی شاہد علی قاسمی مزید لکھتے ہیں: تاہم بعض ملکوں میں اس کا چلن اتنا عام ہوگیا ہے کہ عموم بلوی کی شکل اختیار کر چکا ہے، اس لئے راقم کی رائے ہے کہ بنیادی طور سے کریڈٹ کارڈ کی حوصلہ شکنی کی جائے اور اسے مکروہ قرار دیا جائے .... اور اگر کوئی بنا لے تو اصل رقم مقررہ وقت کے اندر ادا کردے۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی کے نزدیک اس اضافی رقم کی حیثیت مدارس، اسکول وکالج اور دوسرے دفاتر میں رائج لیٹ فیس کی ہے، جسے عرف عام میں جائز تسلیم کرلیا گیا ہے، آگے لکھتے ہیں: لہذا انہی پر قیاس کر کے مسئلہ زیر نظر میں کریڈٹ کارڈ میں وقت گذر جانے کی صورت میں لی گئی رقم پر اضافی رقم ادا کی جاسکتی ہے۔

عرض مسئلہ:

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام

مولانا خورشید احمد اعظمی ☆

ہندوستان کے تاریخی شہر میسور میں منعقدہ اسلامک فقہ اکیڈمی کے پندرہویں سمینار کیلئے بینک سے جاری ہونے والے اے ٹی ایم، ڈیبٹ اور کریڈٹ تین کارڈوں سے متعلق اکیڈمی نے چار سوال قائم کئے ہیں، جن کے جواب میں کل ستائیس علماء کرام کی آراء موصول ہوئی ہیں، اور ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: **مولانا** ابوسفیان مفتاحی، **مولانا** قاری ظفر الاسلام، مفتی عبد الرحیم قاسمی، **مولانا** رحمت اللہ ندوی، **مولانا** ابرار خان ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، **مولانا** نیاز احمد عبد الحمید، **مولانا** محی الدین غازی، **مولانا** تنظیم عالم قاسمی، شیخ صدیق محمد الضریر، مفتی عبد اللطیف پالنپوری، مفتی محبوب علی وجیہی، شیخ وہبہ زحیلی، **مولانا** محمد نعمت اللہ قاسمی، مفتی شاہد علی قاسمی، قاضی عبد الجلیل قاسمی، **مولانا** اسرار الحق سبیلی، **مولانا** برہان الدین سنبھلی، **مولانا** نیاز احمد بناری، **مولانا** شوکت ثناء قاسمی، **مولانا** بدر احمد مجیبی، **مولانا** ثناء الہدی قاسمی، **مولانا** محمد اعظم، شیخ عبد المجید محمد، **مولانا** ابو العاص وحیدی، **مولانا** سلطان احمد اصلاحی اور راقم سطور خوشید احمد اعظمی۔

پہلا سوال: اے ٹی ایم کارڈ سے متعلق ہے، جس کی ذریعہ کھاتہ دار اپنی جمع کردہ رقم سے ہی اپنے شہر یا کسی دوسری جگہ کہیں بھی موجود اے ٹی ایم نظام سے استفادہ کرتا ہے، اور اس کے لئے الگ سے کوئی معاوضہ کسی عنوان سے نہیں دینا پڑتا، سوال یہ ہے کہ اے ٹی ایم کارڈ

☆ استاذ جامعہ تعلیم الدین سکو، یوپی۔

سے استفادہ کا کیا حکم ہے؟۔

جواب میں تقریباً سبھی مقالہ نگار علماء کرام نے استفادہ کو جائز اور درست قرار دیا ہے، شیخ وہبہ زحیلی اور مولانا ابوالعاص وحیدی نے "الأصل في المعاملات الإباحة" کے تحت جائز کہا ہے، اور غالباً یہی اصل ان تمام حضرات کے پیش نظر ہے جنہوں نے جواز کیلئے کسی علت مانع یا کسی قباحت کے نہ ہونے کی صراحت کی ہے۔

مولانا محمد ابرارخان ندوی اے ٹی ایم کارڈ کو بینک میں جمع شدہ مال کا وثیقہ مانتے ہیں اور اس نظام میں رقم کی منتقلی مشروط نہ ہونے کی وجہ سے استفادہ کو جائز لکھتے ہیں اور اگر رقم کی منتقلی مشروط بھی ہو تو "الضرورات تبيح المحظورات"، "الحرج مدفوع" نیز: "المشقة تجلب التيسير" کے مدنظر جائز کہتے ہیں، قاضی عبدالجلیل اور مولانا عبداللطیف صاحبان نے ابتلاء عام، حوائج شدیدہ اور اضافہ خطرات کے پیش نظر جائز کہا ہے اور مولانا اسرار الحق سبیلی صاحب نے بینک میں رقم جمع کرنے کی طرح اس کارڈ کو بھی اصلاً مکروہ قرار دیتے ہوئے محافظت مال میں جائز کہا ہے۔

مولانا محمد نعمت اللہ صاحب قاسمی نے اس کارڈ سے استفادہ کو دو شرطوں کے ساتھ جائز لکھا ہے: اول یہ کہ غیر سودی اکاؤنٹ میں رقم جمع ہو۔ دوم یہ کہ دوسرے شہر یا ملک میں رقم پہنچانے کی اجرت ادا کر دی جائے۔

راقم سطور نے بھی نقل رقم کی منفعت کی باوجود معاملہ غیر مشروط ہونے کی وجہ سے جائز لکھا ہے، اور کسی بنک میں صرف اسلئے کہ اس میں اے ٹی ایم کارڈ کی سہولت فراہم ہے "المعروف كالمشروط" کے پیش نظر رقم جمع کرنے اور کارڈ سے استفادہ کو جائز مع الکراہۃ لکھا ہے۔

دوسرا سوال: ڈیبٹ کارڈ سے متعلق ہے، اس کارڈ کی ذریعہ بھی کھاتہ دار اپنی جمع کردہ رقم سے ہی استفادہ کرتا ہے، نیز اس کارڈ کے ذریعہ خرید و فروخت کی بعد قیمت کی ادائیگی

اور اپنے کھاتہ سے دوسرے کھاتہ میں رقم منتقل کرنے کی سہولیات بھی میسر ہیں اور اس کارڈ کیلئے فیس بھی دینی پڑتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ اور اس کے ذریعہ خرید فروخت وغیرہ کا کیا حکم ہے؟۔

اس سوال کی جواب میں بھی تقریباً سبھی مقالہ نگار حضرات استفادہ کی جواب پر متفق ہیں، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مفتی عبدالرحیم قاسمی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا محی الدین غازی، مولانا تنظیم عالم قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا نعمت اللہ قاسمی، مولانا شاہد علی قاسمی، مولانا برہان الدین سنبھلی، مفتی نیاز احمد بنارسی، مولانا شوکت ثناء قاسمی، مولانا ابو العاص وحیدی، مولانا نیاز احمد عبدالحمید، اور مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحبان نے کسی قباحت اور علت مانع کے نہ پائے جانے کیوجہ سے نیز اس کارڈ کے ذریعہ کافی سہولیات ہونے کے سبب، استعمال اور استفادہ کو جائز لکھا ہے۔

مولانا قاضی عبدالجلیل اور مولانا قاری ظفر الاسلام صاحبان نے بعض کراہتوں کے باوصف، ابتلاء عام اور حوائج شدیدہ نیز "المشقة تجلب التيسير" کے پیش نظر استعمال کی اجازت دی ہے۔

مولانا ابرار خان ندوی، شیخ الصدیق محمد الأمین الضریر، شیخ وہبہ زحیلی، مولانا عبد اللطیف، اور مولانا محمد اعظم صاحبان نے اس کارڈ کے ذریعہ خرید وفوخت کو حوالہ کی صورت قرار دیا ہے۔

جب کہ شیخ عبدالمجید محمد، مولانا اسرارالحق سبیلی اور راقم سطور خورشید احمد نے اس کو وکالہ کی صورت قرار دیا ہے، اس لئے کہ ہر وہ معاملہ جو آدمی خود کر سکتا ہے، اس کا دوسرے کو وکیل اور نائب بھی بنا سکتا ہے۔

خریدار بائع کا مقروض ہے اور اس نے اس قرض کی ادائیگی کا ذمہ، کارڈ جاری کرنے

والے بینک کے حوالہ کر دیا ہے یا اسے وکیل بنا دیا ہے۔

شیخ وہبہ زحیلی نے اس کارڈ کے استعمال کو دو شرطوں کے ساتھ جائز لکھا ہے، اول یہ کہ حامل کارڈ اپنی جمع کردہ رقم سے ہی استفادہ کرے، دوم یہ کہ اس سے استفادہ کی صورت میں ربا نہ لازم آئے۔ اور مولانا اسرار الحق سبیلی صاحب نے ان لوگوں کیلئے اس کارڈ کے استعمال کو جائز کہا ہے جنہیں اس کی خاص ضرورت پڑتی ہے جیسے تجارت پیشہ حضرات۔

اور مولانا محمد اعظم صاحب نے یہ شرط لگائی ہے کہ رقم انٹرسٹ لینے کی نیت سے نہ جمع کی گئی ہو۔

تیسرا سوال: یہ قائم کیا گیا ہے کہ اگر ان دونوں قسموں کے کارڈ کیلئے کچھ رقم بطور فیس دینی پڑے تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

تمام ہی مقالہ نگار اس پر متفق ہیں کہ فیس دینا ناجائز نہیں ہے، مولانا عبداللطیف، مولانا نیاز احمد عبدالحمید، اور مولانا ابو العاص وحیدی نے شرعاً کسی مانع یا حرج نہ ہونے کی وجہ سے جائز لکھا ہے، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا سلطان احمد اصلاحی اور مولانا رحمت اللہ ندوی نے عام فیس کی طرح جائز قرار دیا ہے، جیسے ڈاکٹر اور وکلاء کی فیس اور بقیہ سبھی حضرات نے کارڈ کا معاوضہ، اسٹیشنری خرچ، اجرت علی العمل اور حق محنت قرار دیا ہے۔

مولانا قاری ظفر الاسلام، مولانا تنظیم عالم قاسمی، مولانا نیاز احمد بنارسی اور مولانا محمد اعظم صاحبان نے اجرت مثل یا اجرت بقدر لاگت کی صراحت کی ہے۔

مولانا نعمت اللہ قاسمی صاحب نے رقم کو دوسرے شہر یا ملک میں منتقل کرنے کے جواز کیلئے فیس کو لازم قرار دیا ہے، اور راقم سطور نے بھی فیس کو ضروری اور لازم قرار دیا ہے تا کہ جمع کردہ مال یعنی قرض سے منفعت بلاعوض نہ رہ جائے۔

چوتھا سوال: کریڈٹ کارڈ سے متعلق ہے اور یہ تین اجزاء پر مشتمل ہے۔

پہلا جزء (الف) کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے اور استعمال کرنے کیلئے ادا کردہ

فیس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی۔ جب کہ یہ کارڈ بینک سے ادھار رقم حاصل کرنے کیلئے ہوتا ہے۔

جواب میں مقالہ نگار حضرات کی آراء مختلف ہیں، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا تنظیم عالم قاسمی، مولانا عبد اللطیف پالنپوری، مولانا قاضی عبد الجلیل، مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا محمد اعظم صاحبان نے کریڈٹ کارڈ کی فیس کو سود ہونے کی بنیاد پر نا جائز قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس کارڈ کی خدمات سود کو متضمن ہیں، مفتی حبیب اللہ اور مولانا رحمت اللہ ندوی صاحبان نے نا جائز کہنے کے باوجود ضرورت اور عموم بلوی جیسے اصول کو ملحوظ رکھنے کا مشورہ دیا ہے۔

مولانا قاری ظفر الاسلام، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا ابرار خان ندوی، مولانا نیاز احمد عبد الحمید، مولانا محی الدین غازی، مولانا شاہد علی قاسمی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا شوکت ثناء قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا ثناء الہدی قاسمی، مولانا ابو العاص وحیدی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، شیخ عبد المجید محمد، شیخ وہبہ زحیلی، اور راقم سطور نے اس فیس کو بھی جائز لکھا ہے۔ اور اسے کارڈ کا معاوضہ اور اجرت قرار دیا ہے۔

شیخ صدیق محمد الامین نے یہ تفصیل کیا ہے کہ اگر کریڈٹ کارڈ کی فیس اور ڈیبٹ کارڈ کی فیس مساوی ہو تو جائز ہے اور اگر بینک ڈیبٹ کارڈ کی فیس نہیں لیتا یا کریڈٹ کارڈ کی فیس زیادہ لیتا ہے تو اس میں کسی فائدہ مستترہ کا احتمال ہے۔

دوسرا جزء (ب): اس کارڈ کے ذریعہ حاصل کردہ رقم کے ساتھ مزید جو رقم ادا کرنی ہوتی ہے، شرعا اس کی کیا حیثیت ہوگی۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب اس معاملہ کو بیع الوفاء پر قیاس کرتے ہیں اور لکھتے ہیں: ''اس کی روشنی میں ضرورت کے تقاضے سے کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ بینک سے حاصل کردہ رقم سے زائد رقم بینک کو ادا کی جاسکتی ہے۔

مولانا ابرار خان ندوی اس مزید رقم کو بینک کے اس عمل کی اجرت قرار دیتے ہیں جو وہ

ہر ماہ حامل کارڈ کو تفصیلات فراہم کرتا ہے۔

مفتی عبدالرحیم صاحب نے فقہی مقالات کی حوالہ سے لکھا ہے کہ بینک بائع اور مشتری کے درمیان بحیثیت دلال یا وکیل بہت سے امور انجام دیتا ہے اور شرعاً دلالی اور وکالت پر اجرت لینا جائز ہے۔ لہذا ان امور کی ادائیگی میں بھی بینک کیلئے اپنے گاہک سے اجرت کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔

اور مولانا محی الدین غازی نے بھی علی أساس أجر الوکالة بالدفع اس رقم کے لینے کو جائز کہا ہے۔

باقی تمام مقالہ نگار حضرات نے اس مزید رقم کو سود قرار دیتے ہوئے ناجائز لکھا ہے، اس لئے کہ یہ نفع بلاعوض ہے، مولانا ظفر الاسلام صاحب نے سود قرار دینے کے باوجود لکھا ہے کہ ضیق سے بچنے کیلئے بدرجہ مجبوری اس مزید رقم کو نفاذ کارڈ یعنی رقم نکالنے کی کتابت وغیرہ کا بدل مان لیا جائے تو جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

تیسرا جزء (ج): اس کارڈ کے ذریعہ خرید کردہ اشیاء کی قیمت کے طور پر بینک نے جو رقم ادا کی، بینک کو وہ رقم ادا کرنے کے ساتھ مزید رقم ادا کرنی ہوتی ہے اسکا شرعی حکم کیا ہے؟ جب کہ یہ زائد رقم اس صورت میں ادا کرنی ہوتی ہے جب کہ مقررہ مدت تک ادائیگی نہ کی گئی ہو۔ الخ؟

مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب لکھتے ہیں ”اس کی حیثیت لیٹ فیس کی ہوگی“، بینک کوئی خیراتی ادارہ نہیں، کاروباری ادارہ ہے، زائد رقم کے دباؤ سے اس کو اپنی رقمیں جلد واپس مل جاتی ہیں، اسی طرح کی مصلحت سے اسکولوں میں لیٹ فیس کا رواج ہے جسے عرف عام میں جائز تسلیم کرلیا گیا ہے۔

باقی تمام مقالہ نگار حضرات نے اس رقم کو سود قرار دیا، اس لئے کہ صورت مسئولہ پر ربا نسیئہ کی تعریف صادق آتی ہے اور اس کی نہی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، اسی لئے اکثر لوگوں کی

رائے یہی ہے کہ خواہ مقررہ مدت میں ہی رقم جمع کردی جائے، معاملہ سودی ہوگا، اس لئے کہ عقد فاسد ہے، اور مولانا ثناء الہدی قاسمی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا شاہد علی اور راقم سطور نے مقررہ مدت میں ادا کرنے کی صورت کو مع الکراہۃ جائز لکھا ہے، کیونکہ اس صورت میں زائد رقم نہیں دینی پڑتی، اور تاخیر کی صورت میں جو شرط ہے وہ لغو مانی جائیگی، البحر الرائق میں مذکور ہے ''تعلیق القرض حرام والشرط لا یلزم'' (۶/ ۳۱۲)، مفتی حبیب اللہ صاحب نے سود قرار دینے کے باوجود ''الضرورات تبیح المحظورات'' اور عموم بلوی جیسے اصول کے پیش نظر غور وفکر کا مشورہ دیا ہے۔

دوسرا باب

تعارف مسئلہ

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ - ایک تعارف

محترم احسان الحق صاحب ☆

اے ٹی ایم، کریڈٹ یا ڈیبٹ کارڈ

یہ پلاسٹک کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جس پر بینک کا نام اور نشان، کارڈ ہولڈر کے دستخط اور بعض اوقات فوٹو اور کارڈ آرگنائزیشن کا تجارتی نشان (Logo) بھی ہوتا ہے، کارڈ ہولڈر کا نام، کارڈ کا نمبر اور اس کی مدت معینہ بھی اس پر کندہ ہوتی ہے، چونکہ اس کو رقم نکالنے، جمع کرنے، سامان کی خریداری اور دیگر خدمات پر قیمت کی ادائیگی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، لہذا اس کو ''پلاسٹک رقم'' کے طور پر بھی جانا جاتا ہے۔

مختلف قسم کے کارڈوں کی خصوصیات

اے ٹی ایم کارڈ

Automatic Teller Machine کارڈ بینکوں کی جانب سے اپنے صارفین کو کرنٹ اور سیونگ اکاؤنٹ سے بینک کی اے ٹی ایم مشینوں اور دیگر بینکوں (باہمی معاہدے کے تحت) کی اے ٹی ایم مشینوں سے رقم نکالنے کے لئے جاری کئے جاتے ہیں، یہ مشینیں ان مقامات پر نصب کی جاتی ہیں جہاں صارفین بہ آسانی پہنچ سکیں، اپنے بینک کی اے ٹی ایم مشین کا

☆اعزازی جوائنٹ ڈائرکٹر پروجیکٹ برائے اسلامک بینکنگ، فائنانس اور اکونومکس، انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹو اسٹڈیز نئی دہلی۔

استعمال کرنے کے لئے کارڈ ہولڈروں سے عام طور پر کسی قسم کی فیس نہیں لی جاتی ہے، حالانکہ دوسرے بینکوں کی اے ٹی ایم مشین استعمال کرنے کی صورت میں فیس وصول کی جاتی ہے، بالعموم دوسرے بینکوں کی اے ٹی ایم مشین استعمال کرنے کی فیس =/50 ہر بار وصول کی جاتی ہے، یہ بینکوں کے درمیان باہمی معاہدے کے ذریعہ کم یا ختم کی جاسکتی ہے، ایک اکاؤنٹ ہولڈر کے ذریعہ روزانہ نکالی جانے والی رقم کی ایک حد متعین کردی جاتی ہے۔

کریڈٹ اور ڈیبٹ کارڈ

اے ٹی ایم کارڈ کے علاوہ کارڈ ہولڈر اس کا استعمال ان دوکانوں اور تجارتی مراکز سے سامان کی خریداری ودیگر خدمات پر قیمت کی ادائیگی کے لئے بھی کرسکتے ہیں جن کے اور بینک کے درمیان معاہدہ موجود ہو، تجارتی مراکز پر عام طور پر ان کریڈٹ کارڈ کے تجارتی نشانات (Logo) واضح طور پر ڈسپلے کئے جاتے ہیں جن کو وہ قبول کرتے ہیں، غیر ملکوں میں بھی ان کارڈوں کے ذریعہ غیر ملکی کرنسی میں ادائیگی کی جاسکتی ہے، حالانکہ استعمال کرنے والوں کے لئے FERA کے ضابطوں کا خیال رکھنا ضروری ہے، غیر ملکی زرمبادلہ میں قومی کرنسی کی تبدیلی کے لئے صارفین کو فیس ادا کرنی پڑتی ہے، کارڈس کے بزنس کی ترویج اور تشہیر کے لئے مختلف بینک صارفین کو مقررہ اور لین دین کی رقم کی بنیاد پر اضافی سہولیات مثلاً شخصی حادثاتی بیمہ، سفری سامان اور خریدے گئے سامان کا بیمہ، بونس پوائنٹ جن کو رقم میں تبدیل کیا جاسکتا ہے، اور تحائف وغیرہ بھی مہیا کراتے ہیں، تجارتی مراکز صارفین کو اور بعض اوقات کارڈ جاری کرنے والے اداروں کو بھی خریداری ڈسکاؤنٹ دیتا ہے۔

بینکوں کی جانب سے کارڈس سے متعلق انتظامی اخراجات صارفین کی جیب سے کارڈ جاری کرنے کی فیس اور تجدیدی فیس اور تجارتی مراکز سے صارفین کی جانب سے کی گئی خریداری کے تناسب میں ڈسکاؤنٹ رقم کے ذریعہ پورے کئے جاتے ہیں۔

کریڈٹ کارڈ

یہ کارڈ ایک طے شدہ کریڈٹ (ادھار) کی رقم کے ساتھ اور روزانہ مقررہ خریداری اور بینک سے ایک محدود رقم نکالنے کی وضاحت کے ساتھ جاری کیا جاتا ہے، کریڈٹ کارڈ استعمال کئے جانے کی شکل میں ادھار رقم ایک متعین مدت میں کارڈ ہولڈر کی جانب سے بینک کو ادا کی جاتی ہے، اس مدت معینہ پر ادھار رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں اس پر طے شدہ شرح کے حساب سے سود ادا کرنا پڑتا ہے، حالانکہ سود یا کم سے کم اضافی رقم ادھار لینے کی تاریخ سے وصول کی جاتی ہے، کریڈٹ کی حد اصولی طور پر ریوولونگ ہے۔

یہ نظام کس طرح کام کرتا ہے؟

کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ لین دین میں مختلف پارٹیاں شامل ہوتی ہیں، کارڈ جاری کرنے والے ادارے اور کارڈ کا استعمال کرنے والے (کارڈ ہولڈر) کے درمیان ایک معاہدہ ہوتا ہے، جس کے مطابق کارڈ ہولڈر اس کا استعمال طے شدہ تجارتی مراکز (جنہیں ممبر مراکز بھی کہا جاتا ہے) میں سامان کی خریداری اور دیگر خدمات پر قیمت کی ادائیگی کے لئے کرتا ہے، اس کے علاوہ کارڈ جاری کرنے والے ادارے اور تجارتی مراکز کے درمیان بھی ایک علاحدہ معاہدہ ہوتا ہے۔

طریقۂ کار

جب کارڈ ہولڈر کسی دوکان یا دیگر تجارتی مرکز سے خریداری کرتا ہے تو اس کو اپنا کارڈ Retail Outlets (دوکان وغیرہ) میں دینا پڑتا ہے، دوکان دار اس کارڈ کو کارڈ جاری کرنے والے ادارے کی جانب سے مہیا کردہ ایک مشین میں داخل کرتا ہے جس کو Imprinter Machine کہتے ہیں، مشین کارڈ کے معتبر ہونے کی تصدیق کرتی ہے اور واؤچر پر کارڈ ہولڈر کا نام اور نمبر رقم کر دیتی ہے، کارڈ ہولڈر واؤچر پر دستخط کرتا ہے جس کو دوکان دار کارڈ پر کئے گئے دستخط سے ملا کر دیکھتا ہے، واؤچر کی نقل خریدے گئے سامان کے ساتھ خریدار کو

دے دی جاتی ہے، ریٹیل آؤٹ لیٹ (دوکان دار) کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ میں بل بھیجتا ہے اور کارڈ جاری کرنے والے ادارے سے رقم حاصل کرتا ہے، یہ ادارہ کارڈ ایشو کرنے والے بینک کو ماہانہ بل بھیج کر اس سے رقم حاصل کرتا ہے، بینک کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ میں اس رقم کا اندراج کر کے بقایا رقم کا حساب کارڈ ہولڈر کو اس کی ادائیگی کے لئے بھیج دیتا ہے، اس پوری کارروائی میں تقریباً ۵۰ دن کا وقت لگتا ہے اور اس دوران کارڈ ہولڈر کو انٹرسٹ فری ادھار کی سہولت حاصل رہتی ہے۔

ڈیبٹ کارڈ

ڈیبٹ کارڈ بھی ادائیگی کارڈ ہے جس کے ذریعہ رقم، سامان یا دیگر خدمات حاصل کئے جاسکتے ہیں، ان کی رقم کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ میں موجود رقم میں سے فوری طور پر منہا کر لی جاتی ہے۔

طریقہ کار

ڈیبٹ کارڈ کے ساتھ جب ہولڈر خریداری کرتا ہے، دوکان دار ایک الکٹرونک Data Capture machine میں کارڈ کو داخل کرتا ہے اور یہ مشین PIN نمبر کی تصدیق کے بعد کارڈ ہولڈر کے بینک اکاؤنٹ سے اتنی رقم کم کر دیتی ہے اور دوکان دار کے اکاؤنٹ میں منتقل کر دیتی ہے، اس طرح سامان دینے سے قبل دوکان دار کو یہ رقم حاصل ہوجاتی ہے۔

ضروریات

کارڈ حاصل کرنے کے خواہش مند کا اپنا بینک اکاؤنٹ ہونا چاہئے اور اس میں رقم بھی ہونی چاہئے اگر وہ ڈیبٹ کارڈ استعمال کرنا چاہتا ہے، ڈیبٹ کارڈ کے استعمال کی صورت میں اس سے اتنی ہی خریداری کی جاسکتی ہے جتنی رقم اس کے اکاؤنٹ میں موجود ہے۔

کارڈ ہولڈر کو حاصل ہونے والے فوائد

☆ کارڈ ہولڈر کو خریداری وغیرہ کرنے کے لئے رقم نکالنے کے لئے بینک نہیں جانا پڑتا اور چیک جمع کرکے اس کی رقم لینے کے لئے انتظار نہیں کرنا پڑتا۔

☆ خریداری وغیرہ کے لئے اسے چیک نہیں دینا پڑتا۔

☆ کریڈٹ کا انحصار اس کے کارڈ کے معتبر ہونے پر ہوتا ہے۔

☆ کارڈ ہولڈر کو بینک کے ذریعہ ادائیگی کی تاریخ تک انٹرسٹ فری کریڈٹ ملتا ہے۔

☆ عام طور پر خریداری پر دوکان دار کے ذریعہ کارڈ ہولڈر کو ڈسکاؤنٹ دیا جاتا ہے۔

☆ کارڈ ہولڈر کو اضافی فوائد مثلاً مفت انشورنس، بونس پوائنٹ اور تحائف حاصل ہوتے ہیں۔

تجارتی اداروں (دوکان دار وغیرہ) کو حاصل ہونے والے فوائد

☆ دوکان داروں وغیرہ کو رقم وصول کرنا، اس کی گنتی کرنا اور اسے بینک میں جمع کرانا نہیں پڑتا، لہذا وقت کی بچت بھی ہوتی ہے اور بینک کو رقم منتقل کرنے میں پیش آنے والے خدشات وخطرات سے بچاؤ بھی ہوتا ہے۔

☆ کارڈ قبول کرنے سے ان کی فروخت کا دائرہ بڑھتا ہے۔

☆ جس رقم کا سامان وہ فروخت کررہا ہے اس کی وصولیابی یقینی ہوتی ہے۔

☆ جب کریڈٹ (ادھار) کی سہولت ہوتی ہے اور ڈسکاؤنٹ مل رہا ہے تو خریدار زیادہ سے زیادہ خریداری کرتے ہیں، اس طرح یہ سامان کی فروخت بڑھانے کا بھی ذریعہ ہے۔

بینکوں کو حاصل ہونے والے فوائد

☆ کسٹمر کو بار بار بینک آنے کی ضرورت نہیں ہوتی، لہذا بینک کے عملے کو ان کی خدمات

فراہم نہیں کرنا پڑتی، عملے کو کم کام کرنا پڑتا ہے۔

☆ بینک ادائیگی کے لئے رکھی جانے والی نقد رقم میں کمی کر سکتے ہیں؟

☆ ایشو کئے جانے والے چیک کی تعداد میں قابل قدر کمی ہوتی ہے، لہذا ان چیکوں کو وصول کرنا اور ان پر رقم کی ادائیگی وغیرہ کا کام بھی کم ہو جاتا ہے۔

☆ بینک مختلف اسکیمیں، مختلف کارڈ وغیرہ کی تشہیر کر کے اپنے کسٹمر کا دائرہ بڑھا سکتے ہیں۔

☆ فیس کی شکل میں اور سود کی شکل میں اضافی رقوم حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔

کچھ خصوصی کارڈ

گولڈ کارڈ

یہ کریڈٹ کارڈ کی ہی ایک قسم ہے جو کہ زیادہ متمول کسٹمرز کو لاکھوں روپے کی خریداری وغیرہ کی سہولت مہیا کرتا ہے۔

اسمارٹ کارڈ

ریزرو بینک آف انڈیا نے ۱۵ر نومبر ۱۹۹۹ء کو جاری رہنما اصولوں میں اس کارڈ کی تعریف اس طرح کی ہے:"یہ کارڈ یا کارڈ کا فنکشن ہوتا ہے جس میں الکٹرانک رقم کی ایک اصل حیثیت ہے جو کہ پہلے سے ادا کی جاچکی ہے یا اس میں مزید فنڈ کا اضافہ کیا جاسکتا ہے جو کہ کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ سے آن لائن رقم نکالنے کے لئے اور رقم کی ادائیگی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور جس کا استعمال دیگر ضروریات کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے"، اس تعریف میں پری پیڈ موبائل فون کارڈ (جن میں طے شدہ رقم پہلے سے جمع ہوتی ہے) بھی آتے ہیں۔

دیگر ممالک میں ان کو چارجڈ کارڈ (Charged Card) کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

سُوِچ کارڈ (Switch Card)

یہ ایک قسم کا الکٹرانک ڈیبٹ کارڈ ہوتا ہے جو کہ تجارتی مراکز وغیرہ میں ادائیگی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، دوکان دار بیچے گئے سامان وغیرہ کی قیمت کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ سے اپنے اکاؤنٹ میں منتقل کرلیتا ہے، یہ دراصل ڈیبٹ کارڈ کی ہی ایک قسم ہے۔

کوبرانڈیڈ کارڈ (Co-branded Card)

بینک اس کارڈ کو کسی اور مالیاتی ادارے کے باہمی اشتراک کی صورت میں ایشو کرتا ہے، یہ کریڈٹ کارڈ کی طرح ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

ریزروبینک آف انڈیا کے رہنما اصول

کریڈٹ کارڈ بزنس کے تعلق سے ریزروبینک آف انڈیا کے رہنما اصول جو کہ جرنل آف بینکنگ اسٹڈیز کی جنوری ۲۰۰۶ء کی اشاعت میں شائع ہوئے ہیں، ان کے مطابق کارڈ جاری کرنے والے ادارے یہ یقینی بنائیں:

☆ **بل** فوری طور پر کسٹمر کو روانہ کیا جائے۔

☆ سالانہ فیصد شرح (Annualised Percentage Rates) واضح طور پر کارڈ پراڈکٹ پر درج ہونا چاہئے (خریداری اور رقم نکالنے کے لئے اگر الگ الگ شرح ہو تو ان کو بھی صاف طور پر بیان کرنا چاہئے)، سالانہ فیصد شرح اور دیر سے کی جانے والی ادائیگی کے اخراجات کے تعین کا طریقہ واضح طور پر بیان ہونا چاہئے۔

کسٹمر کے حقوق

☆ بے طلب کارڈ ایشو نہیں کئے جائیں گے، اگر بے طلب کارڈ ایشو کیا جاتا ہے اور اس کو

قابل استعمال بنادیا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں کارڈ وصول کرنے والے کی رضامندی حاصل کئے بغیر اس کو بل بھیج دیا جاتا ہے تو اس بل کی رقم سے دوگنی رقم مع ہرجانے کی رقم کے کارڈ جاری کرنے والے ادارے کی طرف سے کسٹمر کو بغیر اعتراض و احتجاج کے ادا کی جائے گی۔

☆ بے طلب ادھار اور دیگر کریڈٹ سہولیات کریڈٹ کارڈ ہولڈر کو نہیں دی جائیں گی، اگر بغیر رضامندی کے کسی قسم کی کریڈٹ سہولت کارڈ ہولڈر کو دی جاتی ہے اور وہ اس پر اعتراض کرتا ہے تو کریڈٹ لسٹ ختم مانی جائے گی اور ایک مناسب رقم بطور ہرجانہ ادا کرنا پڑے گی۔

نکالی گئی رقم کی وصولیابی

☆ ادھار رقم کی وصولیابی کے لئے بینکوں، مالی اداروں (این بی ایف سی) اور ان کے کارندوں کو یہ یقینی بنانا ہوگا کہ وہ مئی ۲۰۰۳ء میں ریزرو بینک کی جانب سے جاری کئے گئے اصولوں کی پابندی کریں گے۔

☆ ادھار رقم کی وصولیابی کے لئے اگر تیسری پارٹی کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں تو کارڈ جاری کرنے والے ادارے کو یہ یقینی بنانا ہوگا کہ اس کے ایجنٹ کسٹمر کی رازداری رکھیں اور ایسے کسی بھی عمل اور کارروائی سے باز رہیں جن سے کسٹمر کی ایمان داری اور اس کی ساکھ متاثر ہوتی ہو، وصولیابی کے ذریعہ جاری تمام خطوط میں کارڈ جاری کرنے والے بینک کے ایک ذمہ دار سینئر افسر کا نام و پتہ ضرور درج ہو جس سے کسٹمر درج پتے پر رابطہ قائم کرسکے۔

☆ بینک/مالی ادارے (NBFCs) اور ان کے کارندوں کو کسی قسم کی زبانی، جسمانی دھمکی یا ہراساں کرنے کی کوشش ادھار رقم کی وصولیابی کے دوران نہیں کرنا چاہئے،

اسی کے ساتھ سابقہ قرض دار کو پبلک میں ذلیل کرنے، کریڈٹ کارڈ ہولڈر کے افراد خانہ، دوستوں، ریفریز (Referees) وغیرہ کی Privacy کا احترام نہ کرنے کی اجازت کسی شکل میں نہیں دی جاسکتی، اس سلسلے میں دھمکی آمیز اور نامعلوم فون کالز کرنے اور جھوٹی اور بے بنیاد عرض داشت پیش کرنے پر بھی پابندی ہے۔

تشویش کا امر

بعض اوقات بینکوں کے ذریعہ انشورنس کی سہولت کارڈ ہولڈر کو بغیر کسی قیمت کے یعنی مفت مہیا کی جاتی ہے، لیکن کبھی کبھی انشورنس کے اخراجات، اجراء اور تجدید کی فیس میں شامل ہوتے ہیں، لہذا انشورنس سے متعلق غرر (Gharar)، ربا اور میسر (Maisir) کی شقیں شرعی نقطۂ نظر سے اسے باعث تشویش بناتی ہیں۔

ریز روبینک کے رہنما اصولوں کی روشنی میں ہرجانے کی شکل میں حاصل ہونے والی رقم کو بھی شرعی بنیادوں پر پرکھنے کی ضرورت ہے۔

کریڈٹ کارڈ کے نقصانات

۱- یہ ادھار لینے کی عادت ڈالتا ہے۔

۲- جب کریڈٹ (ادھار پر سامان لینے کی سہولت) حاصل ہو تو کارڈ ہولڈر عام طور پر نقد رقم سے کی جانے والی خریداری کی بہ نسبت زیادہ خریداری کرتا ہے اور اپنے بجٹ سے آگے نکل جاتا ہے۔

۳- تجربہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسٹمر کی بڑی تعداد وقت پر ادائیگی نہیں کرپاتی اور انہیں سود کی ادائیگی کرنا پڑتی ہے، یہ بعض اوقات بل نہ وصول ہونے یا بل دیر سے وصول ہونے کی وجہ سے یا کارڈ ہولڈر کی لاپرواہی سے ادائیگی دیر سے کرنے سے ہوتا ہے۔

۴- چونکہ سودی بنیاد پر کریڈٹ بہ آسانی حاصل کیا جا سکتا ہے، لہذا کارڈ ہولڈر اس کا استعمال بے دریغ کرتا ہے۔

ان کارڈوں کے استعمال کے لئے Pin Codes جو کہ عام طور پر عددی (Numerical)یا حروفی (Alphabetical) ہوتے ہیں میں دو نقائص محسوس کئے گئے ہیں، اول الذکر اگر ان کا کسی بدطینت شخص پر انکشاف ہوجائے تو وہ ان کا ناجائز استعمال کرسکتا ہے، دوم ناخواندہ اشخاص ان کارڈوں کا استعمال کرنے سے قاصر ہیں۔

لہذا ضرورت اس بات کی محسوس ہوئی کہ کوئی ایسا طریقہ ایجاد کیا جائے جو ان نقائص سے پاک ہو، اس سلسلہ میں غور وفکر کے نتیجہ میں یہ طے پایا کہ موجودہ PIN کا بدل قدرتی پن جو کہ ہر شخص کو اس کے پوروں کے نشان کی شکل میں ملا ہے سے بہتر کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔

لہذا ازمانہ قدیم سے استعمال ہونے والے نشان انگوٹھے کو پن کوڈ کا درجہ دیدیا گیا۔
اول الذکر نقص کو پاک کرنے کے لئے ICICI Bank پہلے ہی Biometric Cards (حیاتیاتی پیمائش والے کارڈ) جاری کرچکا ہے، جن کے استعمال کے لئے PIN Code کی جگہ نشان انگوٹھے سے کام لیا جاتا ہے۔

آخر الذکر نقص کو کسی حد تک دور کرنے کے لئے City Bank نے Micro Finance خفیف معیشتی گراہکوں کے واسطے Biometric- ATMs حیاتیاتی پیمائش والے اے ٹی ایم کھڑے کئے ہیں۔

یہ ATM ٹائپنگ اور پڑھنے کے بجائے آواز پر کام کرتے ہیں اور مختلف زبانوں کی استعداد رکھتے ہیں، اس میں لگے دو بٹن (پہلے جمع کے لئے اور دوسرے نکالنے کے واسطے) گراہک کی رہنمائی رقم جمع کرنے و نکالنے کی بابت کرتے ہیں، گراہک کے زبانی (آوازی) حکم کی تائید کے لئے نشان انگوٹھے کو بالکل صحیح پہچانتے ہیں۔

یہ ATMs خفیف معیشتی ادارے کے دفتر یا ایسی جگہ جہاں اس طرح کے گراہک

رہتے یا کام کرتے ہیں واقع ہیں۔

City Bank کا کہنا ہے کہ فی الحال اس اسکیم سے منافع کمانا مقصود نہیں ہے، مستقبل میں اس کا کثیر پیمانے پر استعمال اس کی کفالت کرسکتا ہے۔

(Source - the Journal of Baubuy, February 2007 P. 122)۔

اسلامک کریڈٹ کارڈ

اسلامی اداروں کی جانب سے پیش کردہ مصنوعات میں جدید ترین اسلامی کریڈٹ کارڈ ہے، **البیع بثمن عاجل** (Al Bai Bithaman Ajil) کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے بینک ایک بلاسودی اور بلاہر جانہ کریڈٹ کارڈ ایشو کرتا ہے، اس نظام کے تحت کریڈٹ کارڈ ہولڈر کے ذریعہ بینک کی طرف سے سامان خریدا جاتا ہے، یہ سامان بینک کے ذریعہ کریڈٹ کارڈ ہولڈر کو ایک مقررہ اضافی فیصد رقم کے ساتھ (جیسے مارک اپ کہتے ہیں) فروخت کردیا جاتا ہے، یہ رقم کارڈ ہولڈر کو بعد میں کبھی بغیر کسی ہرجانے کے بینک کو ادا کرنا پڑتا ہے۔

اسلامک کریڈٹ کارڈ کی خصوصیات

☆ یہ پروڈکٹ مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے لئے ہے۔

☆ ایک قلیل رقم سالانہ فیس کے طور پر وصول کی جاسکتی ہے۔

☆ رواجی کریڈٹ کارڈ کی اضافی سہولیات اسلامی کریڈٹ کارڈ میں بھی ملتی ہیں، مثلاً بونس پوائنٹ، تحائف، خریداری ڈسکاؤنٹ، ٹریولر چیک وغیرہ۔

☆ کارڈ طلب کرنے والے کے پاس کسی قسم کی ضمنی ضمانت (جس کا ذکر معاہدے میں مالی ادارے کی جانب سے وضاحتاً موجود ہو اور جس پر دونوں پارٹیوں کی رضامندی ہو) ہونا لازمی ہے۔

☆ کریڈٹ کی حد ضمانت کی رقم کے تناسب میں ہوگی۔

☆ عمومی تکفل (Takaful) حاصل کرنا ممکن ہوگا۔

☆ کچھ بینک دیگر خدمات مثلاً زکاۃ کی ادائیگی ان کریڈٹ کارڈوں کے ذریعہ مہیا کراسکتے ہیں۔

☆ ضمنی (Supplementary) کارڈ کے لئے درخواست دینا ممکن ہوگا۔

یہاں جن نکات کا ذکر کیا گیا ہے وہ عام معلومات اور پروڈکٹ کے لئے درخواست کرنے کے طریقوں کے عمومی طریقے سے متعلق ہیں، طریقۂ کار، ضروریات اور ساخت وغیرہ میں مختلف ملکوں اور مختلف مالی اداروں اور بینکوں میں فرق پایا جاسکتا ہے، یہ فرق بازار اور مرکزی بینکوں کے اصول وضوابط کے مطابق ہوتا ہے، میرا مقصد کسٹمر انفارمیشن مہیا کرانا ہے نہ کہ قارئین کے لئے مالی مشیر کی حیثیت سے یا مالی اداروں کے بروکر کی حیثیت سے معلومات مہیا کرانا ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ اسلامی کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ خرید فروخت کے عمل کی ناقدانہ جانچ ضروری ہے۔

تیسرا باب

فقہی نقطۂ نظر

مفصل مقالات:

کریڈٹ کارڈ اور شریعت اسلامی

پروفیسر وہبہ مصطفی زحیلی ✩

تمہید

دورِ حاضر میں کریڈٹ کارڈ کا استعمال مشرق ومغرب میں زیادہ تر اور اسلامی اور عرب ممالک میں ایک حد تک خرید وفروخت کی رقم ادا کرنے، قرض، بل، فیس اور ٹیکس کی ادائیگی، سروسز نیز سامان ضرورت حاصل کرنے کے لئے کیا جارہا ہے، اس کا استعمال مقامی کرنسی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے یا اسے غیر ملکی کرنسی میں تبدیل کرانے یا چیک وغیرہ سے ادائیگی کی جگہ پر ہورہا ہے تاکہ چوری، غصب، یا دھوکہ اور لوٹ مار جیسے خطرات سے بچا جاسکے۔ اس بات کا امکان ہے کہ مستقبل قریب میں کریڈٹ کارڈ نقد رقم کی جگہ لے لے۔ یہ ایک واضح معاشی اور سماجی انقلاب ہے۔

یہ بینکوں کی طرف سے کریڈٹ کا ایک عمل ہے جو قرض، کھاتہ کھلوانے اور سودی اضافہ کی شرط پر اکاؤنٹ سے رقم نکالنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ دراصل بینک کا تیسرا عمل ہے۔ بینک کا ایک عمل نقد سے متعلق ہے یعنی نقد رقوم، کرنسیاں اور ڈپازٹ قبول کرنا، اس کا دوسرا عمل سرمایہ کاری سے متعلق ہے۔

جب یہ صورت حال اسلامی شریعت کی رو سے حرام سودی انٹرسٹ کے نظام پر مبنی سرمایہ دارانہ سسٹم کی پیروی کرنے والے ممالک میں عام ہے تو ایسے وقت میں اسلامی کریڈٹ

✩ پروفیسر شعبہ فقہ اسلامی دمشق یونیورسٹی۔

کارڈ کا جاری کرنا کیوں کر ممکن ہے،بعض اسلامی مالی ادارے بغیر حرام میں پڑے ہوئے اور سودی نظام سے بچتے ہوئے اس پرعمل کرنے کی کوشش کررہے ہیں تاکہ ایک مسلمان کو یہ اطمینان ہوجائے کہ وہ اپنے معاملہ میں حرام کے ارتکاب سے محفوظ ہے۔

اس موضوع پر مندرجہ ذیل پہلوؤں سے گفتگو کے بعد ہی کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے:

☆ کریڈٹ اور کریڈٹ کارڈ کی تعریف، اس کی عمومی اور خصوصی حیثیت، نیز اس کے خطرات

☆ کریڈٹ کارڈ کی اقسام اور ہرقسم کا شرعی حکم

☆ کریڈٹ کارڈ کی اصل صورت کی شرعی حیثیت اور اس کے مختلف فریقوں کے مابین تعلقات کی شرعی نوعیت

☆ کریڈٹ کارڈ کا شرعی متبادل

☆ بعض اسلامی بینک سے جاری ہونے والے موجودہ کارڈ کا شرعی حکم

کریڈٹ کارڈ کی تعریف

معاشیات میں کریڈٹ کا اصل معنی ہے بقرض دینے کی صلاحیت۔

اس کا اصطلاحی معنی ہے: ایک فریق کا دوسرے فریق کو قرض دینے کا پابند ہونا۔

جدید معاشیات میں اس کا مطلب یہ ہے کہ قارض مقروض کو ایک مہلت دے جس کے ختم ہونے تک مقروض اپنے قرض کی ادائیگی کردے (الموسوعۃ الاقتصادیہ ڈاکٹر حسین عمر طبع چہارم مصر/۷)۔ یہ سرمایہ کاری کی ایک شکل ہے جس کا رواج تمام طرح کے بینکوں میں ہے۔

کریڈٹ کے معنی کی دقیق تعریف

مستقبل میں ادائیگی کے عوض حال میں ایک قیمت یا کمیت والی چیز کا تبادلہ۔

اس پر دو پہلوؤں سے نظر ڈالی جاتی ہے (معجم المصطلحات الاقتصادیہ والاسلامیہ ڈاکٹر علی جمعہ/۴۱، مکتبہ عبیکان ریاض)۔

۱- اس مہلت کے پہلو سے جو فروخت کنندہ خریدار کو سامان کی خریداری پر قیمت کی ادائیگی کے لئے دیتا ہے، اس میں قیمت کے ادھار ہونے کی وجہ سے نرخ زیادہ لگایا جاتا ہے، اس کو تجارتی کریڈٹ کہتے ہیں۔

۲- دوسرے پہلو سے یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے بموجب ایک شخص دوسرے کو اس امید کے ساتھ قرض دیتا ہے کہ آئندہ وہ اسے قرض پر عائد ہونے والے اضافی سود کے ساتھ واپس کرے گا۔

کریڈٹ کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں:

- ☆ مختصر المیعاد کریڈٹ (۱۸/ماہ سے کم مدت کے لئے)
- ☆ متوسط المیعاد کریڈٹ (۵/سال کی مدت کے لئے)
- ☆ طویل المیعاد کریڈٹ (۵/سال سے زیادہ کی مدت کے لئے)

درحقیقت یہ کارڈ قرض دینے کے کارڈ ہیں۔

اگر براہ راست محفوظ سرمایہ سے رقم نکالی جائے تو اسے قرض دینے سے تعبیر نہیں کریں گے، ایسے کارڈ کو ادائیگی کا کارڈ یا مالی معاملات کا کارڈ کہا جائے گا (بحث البطاقات البنکیہ الاقراضیہ والحسب المباشر من الرصید، ڈاکٹر عبدالوہاب ابو یمان/ ۲۶ اور اس کے بعد کے صفحات)۔

ماہرین اقتصادیات کے نزدیک کریڈٹ کارڈ

ان کے نزدیک یہ ایک مخصوص کارڈ ہے جسے بینک اپنے کھاتے دار کو دیتا ہے، وہ اسے دکھا کر متعین مقامات سے سامان وغیرہ کی خریداری کرسکتا ہے اور بعد میں تاجر صارف کا دستخط کردہ واؤچر بینک کو پیش کر کے اپنی رقم حاصل کرلیتا ہے، بینک اپنے کھاتہ دار کے پاس ماہانہ لسٹ بھیجتا ہے جس میں اس کے اخراجات کی تفصیل ہوتی ہے تا کہ وہ اس کی قیمت کے بقدر رقم اس کے کرنٹ اکاؤنٹ سے وضع کرلے (معجم المصطلحات التجاریہ والتعاونیہ، ڈاکٹر احمد زکی بدوی)۔

دوسرے لفظوں میں: یہ ایک مسطح موٹے کاغذ یا پلاسٹک کی ایک دستاویز ہے جسے بینک وغیرہ اپنے کھاتہ دار کے لئے جاری کرتے ہیں اور اس پر کھاتہ دار کی بعض مخصوص تفصیلات ہوتی ہیں، اس کارڈ کا جاری کرنے والا یا تو کوئی بینک ہوتا ہے یا کوئی مالی ادارہ جو عالمی تنظیم کی طرف سے اس کارڈ کے اجراء کا لائسنس یافتہ ہوتا ہے اور اسی بنیاد پر وہ یہ کارڈ جاری کرتا ہے۔

بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی نے اس کی تعریف یہ کی ہے: یہ ایک دستاویز ہے جسے بینک حقیقی یا اعتباری شخص کے لئے باہمی معاہدہ کی بنا پر جاری کرتا ہے، اس سے وہ فوراً قیمت ادا کئے بغیر ان مقامات سے سامان کی خریداری کرسکتا ہے جہاں یہ دستاویز تسلیم شدہ ہوتی ہے، کیونکہ قیمت کی ادائیگی کا ذمہ دار بینک ہوتا ہے (نمبر ۶۳ (۱/ ۷) دفعہ چہارم)۔

اس دستاویز کی ایک قسم ایسی ہے جس کے ذریعہ بینکوں سے نقد رقم نکالی جاسکتی ہے۔

کریڈٹ کارڈ کی مختلف صورتیں ہیں

اس کی ایک قسم وہ ہے جس میں رقم نکالنے یا اس کی ادائیگی کرنے کا عمل بینک میں موجود کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ سے ہوتا ہے، کارڈ جاری کرنے والے کے اکاؤنٹ سے نہیں۔

ایک قسم وہ ہے جس میں بینک کے اکاؤنٹ سے ادائیگی ہوتی ہے، پھر اتنی ہی رقم کی ادائیگی متعین مدت میں کارڈ ہولڈر کے ذمہ عائد ہوتی ہے۔

ایک قسم وہ ہے جس میں مطالبہ کی متعین مدت کے دوران رقم ادا نہ کرنے پر کل سرمایہ پر اضافی سود لازم ہو جاتا ہے اور بعض صورتوں میں اضافی سود عائد نہیں ہوتا۔

ان میں سے بیش تر صورتوں میں کارڈ ہولڈر کے ذمہ سالانہ فیس کی ادائیگی ہوتی ہے، بعض قسمیں ایسی ہیں جن میں بینک فیس عائد نہیں کرتا ہے۔

کریڈٹ کارڈ کی اہمیت

کریڈٹ کارڈ نے متعدد منفی اور مثبت پہلوؤں سے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔

اس نے عملی طور پر کارڈ ہولڈر کو رقم کی چوری یا ضیاع سے محفوظ کر دیا ہے، کیونکہ صرف کارڈ رکھنا ہی اس کے لئے کافی ہوتا ہے، اس کا حجم ۹/۵ سینٹی میٹر سے زیادہ نہیں ہوتا ہے۔ وہ مقناطیسی ہوتا ہے جس پر علامتی نمبر درج ہوتا ہے۔

یہ کارڈ کمپیوٹر کے ذریعہ کارڈ ہولڈر کی مالی حیثیت کی تحقیق کر کے اور بینک کی خاص اطلاعاتی مشین سے اس کے اکاؤنٹ میں جمع شدہ رقم کی تفصیل حاصل کر لینے کے بعد مستحقین کو ان کے حقوق کی ادائیگی کی ضمانت دیتا ہے۔

اس کارڈ کے استعمال کو تجارت، ہوٹلوں اور ریستوران وغیرہ میں نقد رقم کے مقابلہ میں ترجیح دی جاتی ہے۔

تجارتی منڈیوں میں اس کی وجہ سے خرید و فروخت میں اضافہ ہوا ہے، اسی طرح کارڈ

جاری کرنے والے اداروں کو اس سے بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوا ہے۔

یہ سب کام میں اس کی برق رفتاری اور حقوق ادا کرنے کی ضمانت کی وجہ سے ہوا ہے، اس میں ہوتا یہ ہے کہ تاجر بل بناتا ہے، اس پر کارڈ کی اہم تفصیلات درج کر لیتا ہے جس پر حامل کارڈ کے دستخط کے ساتھ وہ مہر لگا دیتا ہے، پھر اسے کارڈ جاری کرنے والے ادارہ کو بھیج دیتا ہے جو اس پر لکھی ہوئی رقم کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوتا ہے یا تو کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ سے یا پھر اس کے ذمہ قرض چڑھا کر جس کی ضمانت کارڈ جاری کرنے والے ادارہ کے پاس اس کے اکاؤنٹ میں ہوتی ہے۔

انٹرنیشنل کارڈ جاری کرنے کی ذمہ داری دو اہم اداروں کی ہے، یہ دونوں ''امریکن اکسپریس'' اور ''ویزا'' ہیں، کارڈ جاری کرنے والے کو کارڈ کا سرپرست کہتے ہیں (المعاملات المالیہ المعاصرہ از مقالہ نگار ۵۳۸ اور اس کے بعد کے صفحات)۔

کریڈٹ کارڈ کے خطرات

اقتصادی کاروبار میں عام طور پر کریڈٹ کارڈ سے ان لوگوں کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا جو بینک سے سودی کاروبار کرتے ہیں، اس لئے کہ وہ اپنے بینک اکاؤنٹ میں سرمایہ تاخیر سے ڈالنے کی صورت میں اضافی رقم دینے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

لیکن اس مسلمان کے لئے خطرہ بالکل واضح ہے جو اصول دین کا پابند ہے، اور سودی کاروبار کرنے یا بینک کی اضافی رقم کو استعمال کرنے سے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے، کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''لعن الله آكل الربا و مؤكله و شاهده و كاتبه'' (اس کی روایت احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے کی ہے یہ حدیث صحیح ہے) (اللہ کی لعنت ہو سود کھانے والے، اس کے کھلانے والے، اس کی گواہی دینے والے اور اس کے لکھنے والے پر) اور ربا پوری طرح بینک انٹرسٹ پر منطبق ہوتا ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں عربوں کا اصول

تھا کہ رقم ادا کر دیا اس پر سود دو۔

جس معاہدہ پر کارڈ ہولڈر اور بینک دستخط کرتے ہیں وہ فاسد ہے، کیونکہ اس میں فاسد شرط پائی جاتی ہے، وہ یہ کہ وقت متعینہ پر رقم کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں اضافی رقم دینی ہوگی اور جس نے فاسد معاہدہ طے کیا وہ صرف طے کرنے ہی سے گناہ گار ہوجاتا ہے، چاہے حامل کارڈ سود دے یا نہ دے، اس لئے کہ جمہور کے نزدیک مالی لین دین میں فاسد شرط اس کو فاسد کر دیتی ہے۔ حنابلہ کے نزدیک اقتضاء عقد کے منافی فاسد شرط عقد کو فاسد نہیں کرتی ہے، جیسے کہ یہ شرط لگانا کہ اس میں نقصان کا ذمہ دار وہ نہیں ہوگا یا یہ کہ وہ مبیع کو فروخت نہیں کرے گا یا کسی دوسرے کو وہ چیز بطور ہبہ نہیں دے گا۔ لہذا یہاں صرف شرط باطل ہوگی اور عقد صحیح ہوگا (الفقہ الحنبلی المیسر ۴/ ۴۴۶، ۴۴۷)۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے: ''من اشترط شرطا ليس في كتاب الله فهو باطل وإن كان مائة شرط'' (اس حدیث کی روایت مالک، احمد، بخاری اور مسلم نے کی ہے) (جس نے کوئی ایسی شرط عائد کی جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے تو وہ باطل ہے، خواہ ایسی سو شرطیں ہی کیوں نہ ہوں)، اسلامی بینکوں کے سلسلہ میں بعض فتوی کمیٹیوں کی رائے سے اس رجحان کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی یہ کہ اگر کارڈ ہولڈر یہ شرط ہونے کے باوجود حرام شرطوں کو تطبیق دینے سے احتیاط برتتا ہے تو اس پر کارڈ کے استعمال اور اس کے معاہدہ پر دستخط کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس لئے کہ شرعی طور پر وہ باطل کے حکم میں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ صحیحین کی روایت کے مطابق آپ علیہ السلام نے حضرت بریرہؓ کے متعلق حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اسے لے لو اور ان لوگوں سے ولاء کی شرط لگا دو، اس لئے کہ ولاء اسی کا حق ہے جس نے آزاد کیا، ایک روایت میں ہے کہ اس کو خرید کر آزاد کردو اور ان لوگوں سے ولاء کی شرط لگادو، اس سے مراد یہ ہے کہ حق اور شریعت کے مخالف اس شرط کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور ولاء آزاد کرنے والے کے حق میں باقی رہے گا (بحوث في المعاملات والأساليب المصرفية الاسلامية، ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ، ۴۲۵)۔

کریڈٹ کارڈ کی اقسام اور ہر قسم کا حکم

کارڈ دکھا کر، بل پر دستخط کرکے اور بینک میں اپنے اکاؤنٹ کی پوزیشن کی اطلاع دے کر کارڈ ہولڈر اپنے بینک بیلنس سے نقد رقم بذریعہ A.T.M. نکال سکتا ہے، یا قرض حاصل کرسکتا ہے، اسی طرح وہ خریدے گئے سامان کی قیمت اور خدمات کا عوض ادا کرسکتا ہے، کارڈ جاری کرنے والا ادارہ حسب اتفاق ماہانہ یا سالانہ کٹوتی کے ذریعہ ادھار دی ہوئی رقم حاصل کرنے کا مجاز ہوتا ہے اور بعض ادارے اپنے گاہکوں کو بعض تجارتی خصوصیات فراہم کرتے ہیں جیسے کہ بعض تجارتی معاملات پر کمیشن یا خریدے ہوئے سامان کی گارنٹی۔

کارڈ تین قسم کے ہوتے ہیں: ڈیبٹ کارڈ، چارج کارڈ، کریڈٹ کارڈ۔

ان تمام اقسام کا حکم مندرجہ ذیل ہے (المعاملات المالیۃ المعاصرہ از مقالہ نگار، ۵۳۹، ۵۴۴):

پہلی قسم- Debit Card

اس کارڈ کے حامل کا بینک میں بیلنس موجود ہوتا ہے جس سے وہ اپنے دستخط کردہ کاغذات کی بناپر براہ راست اپنے خریدے ہوئے سامان کی قیمت اور اسے پیش کی گئی خدمت کا عوض نکال لیتا ہے۔

اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کارڈ اس شخص کو جاری کیا جاتا ہے جس کا بینک میں پہلے سے بیلنس موجود ہوتا ہے، جس میں سے وہ سامان کی قیمت اور خدمات کا عوض اپنے موجودہ بیلنس کے حدود میں ادا کرتا ہے اور اس سے فوری طور پر اتنی رقم وضع ہوجاتی ہے، وہ قرض نہیں لیتا ہے۔

یہ کارڈ عام طور پر مفت دیا جاتا ہے، لہٰذا عام طور پر اس کارڈ کے لئے گاہک کو کوئی فیس نہیں دینی ہوتی ہے مگر اس وقت جب وہ رقم نکالتا ہے، یا کارڈ جاری کرنے والے ادارہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے ادارے کے توسط سے کوئی دوسری کرنسی خریدتا ہے، چنانچہ یہ کارڈ فیس لے کر جاری

کیا جاتا ہے یا بغیر فیس کے مگر اس حال میں جب گاہک نقد رقم نکالتا ہے یا کارڈ جاری کرنے والے ادارہ کے علاوہ کسی دوسرے ادارہ کے توسط سے کوئی دوسری کرنسی خریدتا ہے۔

عام طور پر یہ کارڈ ملک کے اندر علاقائی طور پر یا بینک کی ان شاخوں کے علاقوں میں جن میں کمپیوٹر کی سہولت ہوتی ہے، استعمال کیا جاتا ہے جس میں گاہک کا اکاؤنٹ اور اس کا بیلنس معلوم ہو جاتا ہے۔

بعض ادارے کارڈ تسلیم کرنے والوں سے خریدے گئے سامان یا خدمات کا ایک متعین فیصد لیتے ہیں (المعاییر الشرعیۃ لہیئۃ المحاسبۃ والمراجعۃ فی البحرین/ ۲۱، سن ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲)۔

ڈیبٹ کارڈ جاری کرنے کے جواز کی دو شرطیں ہیں:

۱- صاحب کارڈ اپنے بیلنس یا ڈپازٹ سے رقم نکالے گا

۲- اس کارڈ کے ذریعہ معاملہ کرنے پر کوئی اضافی سود مرتب نہیں ہوگا۔

اس کارڈ کا فائدہ

اس کا فائدہ یہ ہے کہ صاحب کارڈ بآسانی نقد رقم نکال سکتا ہے، سامان خرید سکتا ہے اور خدمات حاصل کر سکتا ہے۔ اسے نقد رقم ساتھ رکھنے یا اسے لے کر سفر کرنے کا کوئی خطرہ نہیں اٹھانا پڑتا ہے، لیکن اپنے مقصد کے لئے وہ اس کارڈ کے ذریعہ قرض نہیں لے سکتا ہے۔

کبھی کبھی یہ کارڈ لون دینے کے معاہدہ پر مشتمل ہوتا ہے، اس وقت یہ کارڈ اپنی تنظیم کے قانون کے خلاف لون دینے کا ذریعہ شمار کیا جاتا ہے۔

اس کا شرعی حکم

یہ جائز ہے بشرطیکہ اس کا حامل اپنے بیلنس یا اپنی ڈپازٹ سے رقم نکالے اور اس پر کوئی اضافی سود مرتب نہ ہو، اس لئے کہ وہ اپنے مال ہی میں سے نکالتا ہے، نیز بینک سے اپنے بیلنس

سے زیادہ نکالنا اس کے لئے جائز ہے اگر بینک اس کی اجازت دیتا ہے اور اس پر اضافی رقم کی شرط نہیں رکھتا ہے، اس لئے کہ یہ ایسا قرض ہے جس کی بینک نے اجازت دی ہے اور بینک کے لئے جائز ہے کہ وہ کارڈ کو تسلیم کرنے والے سے فروخت کئے گئے سامان کی قیمت کے لحاظ سے ایک متعین تناسب لے۔

یہ تمام معاملات ایسے ہیں جن پر شرعی ممانعت مرتب نہیں ہوتی اور اصلاً اس طرح کے معاملات مباح ہیں۔

ڈیبٹ کارڈ اور کریڈٹ کارڈ کے درمیان فرق

اس میں قرض سے بینک کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے بلکہ قرض براہ راست صاحب کارڈ کے بیلنس سے کٹ کر بغیر کسی دوسری کارروائی کے تاجر کے اکاؤنٹ میں منتقل ہوجاتا ہے۔ جہاں تک کریڈٹ کارڈ کا تعلق ہے تو بینک کاغذات میں بیان کی گئی رقم کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوتا ہے جنہیں متفق علیہ اضافہ پر کام کرنے والا تاجر بینک کو پیش کرتا ہے، یہ صورت غیر شرعی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سابقہ شرائط کے ساتھ ماہانہ ادائیگی کارڈ جاری کرنا جائز ہے، اس لئے کہ اس میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے۔ اس کا معاہدہ صاحب کارڈ کو کریڈٹ کی سہولیات مہیا نہیں کراتا ہے جس پر اضافی سود مرتب ہوتا ہے۔

کارڈ جاری کرنے والے بینک اور تاجر سے اس کے تعلق کے حوالہ سے اس کی حیثیت

یہ صورت حوالہ کی ہے اور حوالہ اسلام میں بالاتفاق جائز ہے، لہٰذا یہ صاحب کارڈ کی طرف سے اس بینک کے ساتھ حوالہ ہوتا ہے جس میں کھاتے دار کا اکاؤنٹ ہوتا ہے، تو بینک محول کئے گئے تاجر کی طرف رقم کو منتقل کردیتا ہے اور محال علیہ بینک سے حوالہ قبول کرنا داؤد ظاہری اور احمد بن حنبلؒ کے نزدیک واجب ہے (المغنی لابن قدامہ ۴؍ ۵۷۶، المیزان الکبریٰ للشعرانی ۲؍ ۸۰)۔

دوسری قسم- چارج کارڈ(Charge Card)

یہ وہ قسم ہے جس میں بینک صاحب کارڈ کو ایک متعین حد میں قرض لینے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ سفید یا سنہرے کارڈ کے حساب سے ہوتا ہے اور ایک متعین مدت کے لئے ہوتا ہے جس کو پوری طرح اس متعین وقت پر ادا کرنا ہوتا ہے جس پر اجراء کے وقت دونوں کا اتفاق ہوتا ہے، ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں اس کے حامل پر سود کی اضافی رقم مرتب ہوجاتی ہے اور کریڈٹ کارڈ کی اصل صورت یہی ہے۔

یہ کارڈ سہولیات پر مشتمل نہیں ہوتا ہے، یعنی مطلوبہ رقم قسط وار نہیں دی جاتی۔ یہ طریقہ بڑی حد تک قرض لینے کو آسان بنادیتا ہے، جسے ہر مہینہ ادا کیا جاتا ہے یعنی یہ متعین مدت کے لئے متعین حد تک قرض لینے کا ذریعہ ہے نیز یہ ادائیگی کا ذریعہ بھی ہے۔

اس کی خصوصیات حسب ذیل ہیں (المعاییر الشرعیہ، حوالہ سابق/ ۲۱-۲۲):

الف- اس کا استعمال خریدے گئے سامان کی قیمت اور خدمات کا عوض دینے اور متعین حد تک نقدی رقم نکالنے کے لئے ہوتا ہے جس کی مدت محدود ہوتی ہے اور اس میں قسط نہیں ہوتی ہے۔

ب- اس میں صاحب کارڈ کو ایک متعین مدت کے اندر خریدے گئے سامان یا سروسز کی قیمتوں کی ادائیگی کرنی ہوتی ہے۔ اس طرح یہ قرض دینے اور قیمت کی ادائیگی کا بیک وقت ذریعہ ہے۔

ج- اس کارڈ کے حامل پر مہلت کے دوران کسی قسم کی اضافی رقم عائد نہیں ہوتی لیکن جب وہ متعینہ مدت میں ادائیگی میں تاخیر کرتا ہے تو پھر اس پر اضافی رقم مرتب ہوجاتی ہے اور یہ روایتی تجارتی بینکوں میں ہوتا ہے۔ جہاں تک اسلامی بینکوں کا تعلق ہے تو اس میں اس پر اضافی رقم عائد نہیں ہوتی ہے۔

عملی نتیجہ یہ نکلا کہ اس کارڈ کا حامل خریدے گئے سامان کی قیمت ادا کرنے اور خدمات

کاعوض ادا کرنے کے لئے ایک عملی مدت پاتا ہے، اسی لئے اس کارڈ کو بالتاخیر ادائیگی کا کارڈ کہا جاتا ہے۔

د-صاحب کارڈ سامان کی خریداری اور حصول خدمات کی قیمتوں سے زیادہ بینک کو ادا نہیں کرتا ہے اور بینک ان کے تاجروں سے اس کے فروخت کردہ سامان یا خدمات پر کمیشن لیتا ہے جو اس کارڈ کو تسلیم کرتے ہیں یعنی صاحب کارڈ سے کچھ نہیں لیا جاتا ہے۔

ہ- ادارہ کارڈ کو تسلیم کرنے والے تاجر کو کریڈٹ کی حد تک سامان کی قیمت اور خدمات کاعوض ادا کرتا ہے۔

کریڈٹ کارڈ اور چارج کارڈ کے درمیان فرق

اول الذکر کارڈ دوسرے سے کئی ناحیوں سے مختلف ہے، اس میں تین بہت اہم ہیں:

ا-تمام بینک اس کارڈ کے اجراء اور تجدید پر فیس لیتے ہیں اور کریڈٹ کارڈ کی تجدید پر فیس نہیں لیتے اور نہ اس پر عام طور سے سالانہ فیس ہوتی ہے۔

۲-پہلا کارڈ استعمال کرنے والوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ مہینہ کے آخر میں ان پر عائد ہونے والی ساری رقم ادا کردیں۔ جہاں تک کریڈٹ کارڈ استعمال کرنے والوں کا تعلق ہے تو انہیں بینک سے قرض ملتا ہے اور صاحب کارڈ کو اختیار رہتا ہے کہ جس طرح چاہے ادا کرے۔

۳-پہلے کارڈ میں قرض داری کی حد بہت بڑی ہے اور صاحب کارڈ پر مہینہ کے آخر میں اس کی ادائیگی لازم ہوتی ہے یا پھر ایک مختصر سی مدت میں، کریڈٹ کارڈ میں قرض داری کی حد بڑی نہیں اور اس کے حامل کو متعینہ مدت کے دوران اضافی رقم کے ساتھ ادئیگی کی مہلت دی جاتی ہے۔

چارج کارڈ کا شرعی حکم

اس کا استعمال شرعاً ممنوع ہے، کیونکہ اس میں سودی لین دین ہوتا ہے۔

لیکن مندرجہ ذیل شرائط پر اس کارڈ کا جاری کرنا شرعاً جائز ہے:

۱- صاحب کارڈ پر ادائیگی کی تاخیر کی صورت میں اضافی سود کی شرط نہ رکھی جائے۔

۲- شرعی طور پر حرام کاموں میں کارڈ استعمال نہ کیا جائے ورنہ کارڈ ضبط کرلیا جائے گا۔

۳- صاحب کارڈ بطور ضمانت نقدی رقم جمع کرتے وقت اس بات کی صراحت لازماً کرے کہ ادارہ مضاربت کے طریقہ پر اس کے مال کی سرمایہ کاری کرے گا اور منافع دونوں کے درمیان متعینہ تناسب سے تقسیم ہوں گے۔

تیسری قسم- کریڈٹ کارڈ

یہ ایسا کارڈ ہے جسے بینک گاہکوں کے لئے جاری کرتا ہے، اس طور پر کہ انہیں خریداری کرنے اور متعین شرح میں رقم نکالنے کی اجازت ہے اور انہیں قرضِ مؤجل قسط وار ادا کرنے کی سہولت دی جاتی ہے اور وقت بوقت بڑھنے والے قرض کی ادائیگی میں بھی، لیکن اس پر سود کی صورت میں اضافی رقم مرتب ہوتی ہے، اس قسم کا کارڈ دنیا میں بہت عام ہے۔ اس میں Visa اور Master Card سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

اس کی تین قسمیں ہیں:

۱- سلور کارڈ یا عام کارڈ: اس میں صاحب کارڈ کو ایک بڑی حد سے اوپر قرض لینے کی اجازت نہیں ہوتی، مثلاً دس ہزار ڈالر۔

۲- سنہرا کارڈ یا ممتاز کارڈ: اس میں صاحب کارڈ کو حد سابق سے بڑھ کر قرض لینے کی اجازت ہوتی ہے اور کبھی کبھی تو اس میں شرح رقم کا تعین ہی نہیں ہوتا ہے، جیسے امریکن ایکسپریس کارڈ جو صرف بڑے بڑے مالداروں کو بھاری فیس پر دیا جاتا ہے۔

۳- پلاسٹک کارڈ: کھاتے دار کی مالی حیثیت اور بینک کے اس پر اعتماد کے حساب سے اس کارڈ کی کچھ اضافی خصوصیات اور امتیازات ہیں، یہ کارڈ معمولی قرض اور بھاری قرض

دینے، حادثات کے خلاف انشورنس، اس کے غائب ہونے پر مفت بدل دینے، ہوٹلوں میں اور کرایہ پر گاڑیاں لینے میں ڈسکاؤنٹ کرنے نیز بغیر کمیشن کے سیاحتی چیک دینے پر مشتمل ہوتا ہے۔

اس کی مثالیں ویزا، ماسٹر کارڈ، امریکن ایکسپریس ہیں، اس وقت یہی زیادہ رائج ہیں۔

اس کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:

الف- یہ متعین شرح کے اندر وقت کے اعتبار سے بڑھتے رہنے والے قرض کا حقیقی ذریعہ ہے جس کا تعین کارڈ جاری کرنے والا ادارہ کرتا ہے، یہ ادائیگی کا بھی ذریعہ ہے۔

ب- اس کا حامل خریدے گئے سامان کی قیمت اور خدمات کا عوض ادا کرتا ہے اور جس حد تک قرض لینے کی اس کو اجازت ہوتی ہے اتنی رقم نکال سکتا ہے۔ اگر اس کی کوئی حد متعین نہ ہو تو جتنی رقم چاہے نکال سکتا ہے۔

ج- اس کے حامل کو بغیر کسی اضافی سود کے مطلوبہ رقم جمع کرنے کی مہلت ملتی ہے، جیسا کہ اس کو ایک متعین مدت دی جاتی ہے کہ وہ اس کے اندر اضافی سود کے ساتھ بالتاخیر ادا کردے لیکن نقد رقم نکالنے کی صورت میں اسے مہلت نہیں دی جاتی ہے یعنی قرض کی ادائیگی فوراً نہیں ہوتی ہے بلکہ ایک متعینہ مدت کے درمیان اور قسط وار ہوتی ہے۔

د- یہ کارڈ کبھی کبھی ان کو دیا جاتا ہے جن کا پہلے سے بینک بیلنس نہیں ہوتا ہے یا ان کے مالی بیلنس کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے۔

ھ- کبھی کبھی اس کارڈ کے اجراء پر سالانہ فیس نہیں لی جاتی ہے جیسا کہ برطانیہ میں ہے یا برائے نام فیس لی جاتی ہے جیسا کہ امریکہ میں ہے اور بینکوں کی پوری آمدنی کا دارومدار تاجروں سے لی جانے والی رقم پر ہوتا ہے۔

اس کا شرعی حکم

اس کارڈ کے ذریعہ لین دین حرام ہے، اس لئے کہ یہ سودی قرض کے معاہدہ پر مشتمل ہوتا ہے، اس کا حامل اسے قسط وار سودی فائدے کے ساتھ ادا کرتا ہے۔

کارڈ کے عام احکام

کارڈ کی تمام قسموں کے عام احکام حسب ذیل ہیں (المعاییر الشرعیہ لہیئۃ المحاسبۃ والمراجعۃ ۲۳/ ۲۳، ۲۴، سن ۱۴۲۳ /۲۰۰۲ء):

۱-کارڈ کی سر پرست تنظیموں کے ساتھ اشتراک

کارڈ کی سر پرست عالمی تنظیموں کی رکنیت میں اسلامی بینکوں کا اشتراک شرعاً ممنوع نہیں ہے، اس شرط کے ساتھ اگر شرعی مخالفت پائی جاتی ہے یا وہ تنظیمیں خلاف شریعت کوئی شرط لگاتی ہیں تو اس سے اجتناب کریں اور اس وقت اس ادارہ کے لئے ان تنظیموں سے لائسنس وغیرہ لینے کے عوض فیس وغیرہ کی ادائیگی درست ہوگی بشرطیکہ وہ کسی قسم کے براہ راست یا بالواسطہ سودی اضافہ سے پرہیز کریں، گویا کہ کریڈٹ کے بجائے اجرت کی صورت ہو اور اسلامی بینکوں کا کاروبار ڈیبٹ کارڈ نیز سود کی شرط سے خالی کریڈٹ کارڈ تک محدود ہو نہ کہ اس پر مشتمل کریڈٹ تک پھیلا ہوا ہو۔

اس فیس کی نوعیت یہ ہے کہ یہ خالص اجرت ہیں جسے بینک خدمت کے منافع اور پیش کردہ سہولیات کے عوض لیتا ہے اور اجارہ جو عوض کے ساتھ منفعت کا مالک بنانے سے عبارت ہے، جائز ہے۔

۲-کمیشن اور فیس

کارڈ جاری کرنے والے اسلامی بینک کے لئے کارڈ کو تسلیم کرنے والے تاجر سے سامان فروخت اور خدمات کی قیمت سے فیصد کے حساب سے کمیشن لینا جائز ہے، اس لئے کہ وہ مارکیٹنگ اور دلالی نیز قرض دینے کی خدمت کی اجرت کی طرح ہے۔

اور مذکورہ بینک کے لئے رکنیت، تجدید اور استبدال کی فیس لینا بھی حامل کارڈ سے جائز

ہے، اس لئے کہ یہ فیس صاحب کارڈ کو کارڈ رکھنے کی اجازت دینے اور اس کی خدمات سے استفادہ کرنے کے عوض ہے۔

۳- کارڈ کے ذریعہ نقدی رقم نکالنے کی فیس

الف- صاحب کارڈ کے لئے (A.T.M) وغیرہ کے ذریعہ اپنے بیلنس سے نقد رقم نکالنا جائز ہے اور وہ رقم اس کے بیلنس کے حد میں ہو یا بیلنس سے زیادہ جس پر کارڈ جاری کرنے والا اسلامی بینک بغیر سودی فائدے کے راضی ہو۔

ب- کارڈ جاری کرنے والے اسلامی بینک کے لئے نقدی رقم نکالنے کی خدمت فراہم کرنے پر مناسب کمیشن عائد کرنا درست ہے جو کہ نکالی گئی رقم سے مربوط نہ ہو یا اس کی کوئی متعین شرح نہ ہو۔

یہ کمیشن درست ہیں، اس لئے کہ اجرت متعین ہے اور وہ نکالی گئی رقم کے تناسب سے مربوط نہیں ہے جس پر شریعت میں ممنوعہ بینک سود کا حکم منطبق ہوتا ہے۔

ج- اگر بینک صاحب کارڈ پر یہ شرط عائد کرے کہ اس کارڈ کے استعمال کے لئے اسے کچھ بیلنس جمع کرنا ہوگا تو بینک کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کارڈ ہولڈر کو اپنے اکاؤنٹ میں جمع کردہ رقم کی سرمایہ کاری سے روکے، اس لئے کہ اس نے یہ رقم بینک کے پاس شرعی مضاربت کی بنیاد پر رکھی ہے۔

۴- کارڈ جاری کرنے والے کی طرف سے عطا کردہ امتیازات

الف- صاحب کارڈ کو ایسے امتیازات فراہم کرنا جو شرعاً جائز ہوں، درست ہے جیسے کہ خدمت کے حصول میں ترجیح دینا اور ہوٹلوں، ریستوران وغیرہ اور ہوائی کمپنیوں میں رعایتیں دینا۔

ب- صاحب کارڈ کوشرعی طور پر حرام امتیاز فراہم کرنا جائز نہیں ہے جیسے کہ کمرشیل لائف انشورنس یا غیر شرعی جگہوں جیسے شراب خانہ، رقص گاہ،مخلوط بحری ساحل میں جانا، یا حرام تحائف پیش کرنا یالاٹری اور قمار وغیرہ کی سہولیات فراہم کرنا۔

۵-کارڈ کے ذریعہ سونے چاندی یانقد رقم کی خریداری

ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ سونے چاندی یانقد رقم کی خریداری شرعاً جائز ہے، اس لئے کہ خریداری میں حکمی طور پر قبضہ ہونا شرعاً معتبر ہے، اس طور پر کہ کارڈ تسلیم کرنے والے فریق کے ادائیگی واؤچر پر دستخط ہوجائے، نیز کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ بھی جائز ہے، اگر اسلامی بینک صاحب کارڈ کو بغیر مدت کے رقم ادا کرے اس طور پر کہ وہ خریدار کا وکیل ہے۔

کارڈ کے مختلف فریقوں کے درمیان تعلقات کی شرعی نوعیت

کارڈ کے فریقوں کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہیں:

۱-کارڈ جاری کرنے والے اور صاحب کارڈ کے درمیان تعلق

۲-کارڈ جاری کرنے والے اور تاجر کے درمیان تعلق

۳-صاحب کارڈ اور تاجر کے درمیان تعلق

اس میں ہر فریق کا دوسرے فریق سے دوہرا تعلق ہے اور کبھی کبھی یہ تعلق سہ طرفہ ہوجاتا ہے، ایک کارڈ جاری کرنے والا، دوسرا صاحب کارڈ اور تیسرا تاجر۔ کارڈ کے استعمال کے لحاظ سے عقود بھی تین قسم کے ہوجاتے ہیں۔

۱-کارڈ رجاری کرنے والے اور صاحب کارڈ کے درمیان تعلق

یہ قرض کا تعلق ہوتا ہے، صاحب کارڈ اس کے ذریعہ اس قدر رقم نکال سکتا ہے جس کا اس کے اور بینک کے درمیان اتفاق ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ قرض کے بدلہ اضافی سود ادا نہیں

کرے گا، اس لئے کہ ہر وہ قرض جس میں اضافہ کی شرط ہو حرام ہے، جہاں تک کارڈ جاری کرنے کی فیس ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ وہ خرچ اور ملازمین کی خدمت کے بدلے ہے۔

کارڈ جاری کرنے والے کو جس وقت وہ چاہے منع کرنے اور معاہدہ توڑنے کا حق حاصل ہے، چنانچہ کارڈ کی ملکیت کا حق اس کی طرف لوٹ آئے گا اور وہ جب چاہے پھر اس کو واپس لے سکتا ہے، یہ احکام شریعت کے موافق ہے، اس اعتبار سے قرض دینے والے کے لئے فی الحال یا مستقبل میں قرض کے بدل کا مطالبہ جائز ہے اور یہ قرض کو فسخ کرنا ہے۔

صاحب کارڈ پر قرض کی اس متفقہ مقدار کو متعین وقت میں کارڈ جاری کرنے والے ادارے کو واپس کرنا ضروری ہے اور قرض کا بدل واپس کرنے میں یہ اس کے اوپر شرعاً واجب ہے۔

صاحب کارڈ تاجر کو سامان یا خدمت کی قیمت لینے کے لئے کارڈ جاری کرنے والے بینک کی طرف محول کردے گا اور صاحب کارڈ شرعاً قرض کے ذمہ سے بری ہو جائے گا اور پورے قرض کا ذمہ دار بینک ہوگا۔

اس کا مطلب یہ ہے صاحب کارڈ اور کارڈ جاری کرنے والے کے درمیان مطلق حوالہ کا تعلق ہے اور وہ ایسے کہ ایک شخص دوسرے کو اپنے قرض کی ادائیگی کا ذمہ دار بنادیتا ہے۔ اپنے اوپر عائد ہونے والے قرض سے اس کو مقید نہیں کرتا ہے اور محال علیہ حوالہ کی ادائیگی منظور کرلیتا ہے، یہ صورت احناف کے نزدیک جائز ہے (بدائع الصنائع ۱۶/۶، الدر المختار ورد المحتار ۳۰۶/۴، مجمع الضمانات للبغدادی ۲۸۳) اور فرقہ امامیہ اور زیدیہ اپنے راجح قول کے مطابق اس سلسلہ میں احناف سے اتفاق کرتے ہیں۔

یہ حوالہ اس حدیث نبوی کے عموم میں داخل ہے: جو شخص غنی پر محول کیا جائے تو چاہئے کہ وہ اس کی اتباع کرے (اس حدیث کی روایت طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابوہریرہؓ سے کی ہے) اور احمد اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: جو شخص کسی غنی پر محول کیا جائے اسے حوالہ کو تسلیم کرلینا چاہئے۔

اس حوالہ کی مشروعیت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ شخص واحد پر ہو یا کسی ادارہ پر یا کسی ایسے فریق پر جو قرض کی ادائیگی پر راضی ہو۔

درحقیقت یہ کارڈ جاری کرنے والوں کے حق میں کفالہ کا تعلق ہے، یعنی کارڈ جاری کرنے والا صاحب کارڈ کے مال کا کفیل ہے جو تاجر وغیرہ کا قرض ادا کرتا ہے اور ان دونوں کے درمیان ضمانت کا تعلق ہوتا ہے۔

بعض کا رجحان اسی طرف ہے، یعنی یہ کہ کارڈ جاری کرنے کے فوراً بعد اس چیز کی ضمانت عائد ہوجاتی ہے جو ابھی واجب ہی نہیں ہوا ہے۔ یہ صورت شوافع کے علاوہ جمہور کے نزدیک شرعاً جائز ہے (قضایا فقہیہ معاصرۃ فی المال والاقتصاد از ڈاکٹر نزیہ حماد ر ۱۴۴)۔

یہ سرمایہ دارانہ نظام میں یا قانونی رجحان میں صحیح موقف ہے لیکن شرعاً یہ ایک ایسا موقف ہے جو اگر چہ ظاہری طور پر درست معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت جو بعد میں پیش آتا ہے وہ ہماری شریعت کے اعتبار سے درست نہیں ہے، اس لئے کہ ضمان یا کفالہ بالکل مفت معاہدہ ہوتا ہے اور یہ ضمانت دینے والے ادارے خیراتی فنڈ نہیں ہیں، بلکہ یہ نفع اور فائدہ کی خواہش رکھتے ہیں، خواہ صاحب کارڈ پر عائد ہونے والی رقم پر متعین مدت کے اندر جمع نہ کرپانے کی صورت پر اضافی سود مرتب کر کے یا تاجر کے مستحقہ ثمن سے متعینہ فیصد حاصل کر کے، پھر کارڈ جاری کرنے کے وقت یا سالانہ تجدید کے وقت بھاری کمیشن حاصل کرتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں شریعت اسلامیہ کی ضمانت اور کفالہ کے اصول سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔

اسی طرح صاحب کارڈ کے حوالہ سے اس تعلق کو وکالہ علی الاجرۃ کہنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں صاحب کارڈ کی طرف سے وکالت اپنے خالص معنی میں صادر نہیں ہوتی۔ وہ کارڈ جاری کرنے والے کو توکیل کی بنا پر قرض کی ادائیگی کا اجر نہیں دیتا ہے بلکہ وکالہ کا معنی اس وقت واضح ہوتا ہے جب بینک اپنے وکیل کی طرف سے مطلوبہ رقم کی ادائیگی کرتا ہے، بشرطیکہ وہ رقم کھاتے دار کی طرف سے موجود ہو اور اس سے نکالی گئی رقم کی ادائیگی ہوجاتی ہو۔

چنانچہ میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ فقہ اسلامی میں کارڈ جاری کرنے والے اور صاحب کارڈ کے درمیان تعلق صاحب کارڈ کے اعتبار سے حوالہ کا ہے۔

۲-کارڈ جاری کرنے والے اور تاجر کے درمیان تعلق

یہ محض تجارتی تعلق ہوتا ہے جس کی بنیاد وکالۃ بالأجرۃ پر ہوتی ہے، اس طور پر کہ کارڈ جاری کرنے والا بینک تاجر کا وکیل ہوتا ہے کہ وہ صاحب کارڈ کی خریداری کے بدلے عائد ہونے والی رقم کو قبضہ میں لے کر تاجر کے اکاؤنٹ میں ڈال دے، اسی طرح بینک حامل کارڈ کے بیلنس سے رقم نکالنے میں بھی تاجر کا وکیل ہوتا ہے۔

فقہاء نے وکالت بالاجرۃ اور بدون اجرت کو بالاتفاق جائز قرار دیا ہے، وکالت بالاجرۃ کا حکم اجارات کے حکم کی طرح ہے اور بدون اجرت وکالہ وکیل کی طرف سے معروف ہے (القوانین الفقہیہ لابن جزی ۳۲۹، طبع فاس ۱۳۵۴/۱۹۳۵)۔

کارڈ جاری کرنے والا ادارہ خریداری کے لئے کارندے بھیجنے، نیز سامان کو رواج دینے، مارکیٹنگ کرنے، تجارتی مقام، ہوٹل وغیرہ کی تشہیر کرنے اور اشیاء کی قیمتیں دلانے کے عوض کمیشن لے سکتا ہے، یہ دفتری اخراجات کا مطالبہ کرتے ہیں۔

یہ وہی کمیشن ہے جس کی تاجر پر کارڈ جاری کرنے والے ادارہ کی طرف سے شرط ہوتی ہے، یعنی اشیاء فروخت کی قیمتوں سے کٹوتی، سود نہیں اور نہ "ضع وتعجل" جیسی کوئی اضافی رقم (البطاقات البنکیہ الاقراضیہ از ڈاکٹر عبد الوہاب ابوسلیمان ۲۲۷، ۲۲۸)۔

۳-صاحب کارڈ اور تاجر کے درمیان تعلق

یہ اشیاء کی خرید فروخت اور ہوٹلوں میں استعمال ہونے والی چیزیں پیش کرنے کا تعلق ہے، یا ہوٹلوں میں کرایہ پر لینے اور دینے کا تعلق ہے اور صاحب کارڈ تاجر کو ثمن یا اجرت حاصل کرنے کے لئے بینک پر محول کر دیتا ہے، یہ شرعاً ممنوع نہیں ہے۔

کریڈٹ کارڈ میں ممانعت کی وجہ سود کا پایا جانا یا قرض پر سودی اضافہ کی شرط ہے یا اس وجہ سے کہ اس میں شرعی ممنوعات کا ارتکاب ہوتا ہے۔

رہی بات اس کارڈ کی جس سے براہ راست بیلنس سے رقم نکالی جاتی ہے تو اس کا شمار قرض والے کارڈ میں نہیں ہوتا ہے اور اس پر فقہ اسلامی میں ثابت شدہ قرض کے احکام منطبق نہیں ہوتے ہیں مگر جب صاحب کارڈ کسی دوسرے بینک سے قرض لے جس کی ادائیگی اس کے بینک سے کی جائے اور وہ بینک اس پر قرض ہونے کی حیثیت سے کمیشن عائد کرے، چنانچہ اس وقت یہ اقراض کے باب سے ہوگا اور اس پر قرض کی حلت وحرمت کے احکام جاری ہوں گے۔

اور چونکہ اس کارڈ میں تعلق اقراض کا نہیں ہوتا ہے، لہذا خرید کی قیمت میں اضافی رقم کی ممانعت نہیں ہے یا غیر ملکی کرنسیاں نکالنا سودی اضافہ کے قبیل سے نہیں ہے، اس لئے کہ ممنوع اقراض نہیں پایا جارہا ہے، چنانچہ سودی اضافہ بھی نہیں ہوگا اور یہ خیراتی کام یا قرض حسن کے قبیل سے ہے اور ایسا کارڈ شرعاً مباح ہے۔

کریڈٹ کارڈ کا شرعی متبادل

روایتی تجارتی بینکوں کی طرف سے جاری کردہ کریڈٹ کارڈ کے شرعی بدل پر اعتماد کرنا ممکن ہے، اس طور پر کہ کارڈ کے نظام میں ترمیم کی جائے اور انہیں شرعی ممنوعات سے خالی کردیا جائے، اس میں سب سے اہم انٹرسٹ سے پرہیز کرنا ہے۔

لیکن ان ترمیم شدہ کارڈ کو رواج دینے میں عملی حل کی ضرورت ہوگی اور یہ بھی محل اشکال ہے۔اس کا حل اس طرح ہوسکتا ہے کہ ماہانہ ڈسکاؤنٹ کارڈ اور مرابحہ کارڈ جاری کیا جائے۔

۱-ماہانہ فیس کارڈ (Charge Card)

یہ ایسا کارڈ ہے جس کو اسلامی بینک اس شرط پر جاری کرتا ہے کہ وہ بعض بینکوں میں ماہانہ تنخواہ کی مقدار سے کارڈ کے ذریعہ رقم نکالنے کی شرح متعین کردیتا ہے اور بعض دوسرے

بینکوں میں اس کا تعین تنخواہ کے اسی فیصد سے ہوتا ہے، ایسا یا تو تنخواہ کی ضمانت پر ہوتا ہے یا بینک کے نزدیک کسی دوسری ضمانت کی بنیاد پر بشرطیکہ بینک اس پر کوئی انٹرسٹ نہ لے۔

اس کارڈ کی صورت یہ ہے کہ یہ وکالہ کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے، اگر کھاتے دار کے اکاؤنٹ میں اتنی رقم موجود ہو جتنی اس سے کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ نکالی گئی ہے اور وکالہ بالا جر اسلام میں جائز ہے جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔

لیکن اگر کھاتے دار کے اکاؤنٹ میں اتنی رقم نہ ہو تو بینک اپنے کھاتے دار کے لئے قرض حسن کے طور پر اس کی ادائیگی کرتا ہے۔ ایسا یا تو ماہانہ تنخواہ کی ضمانت پر ہوتا ہے یا کسی دوسری مناسب اور کفایت کرنے والی ضمانت کی بنیاد پر اور یہ جائز اور مستحب ہے۔

لہذا ایسے اسلامی بینک منافع سے خالی خدمت انجام دیتے ہیں اور سود کے شائبہ سے دور ہوکر اور یہی شرعاً مطلوب ہے، اس لئے کہ سرمایہ کاری پر عائد ہونے والا انٹرسٹ حرام سود کی ایک قسم ہے، کیونکہ وہ سودی قرض کی طرح ہے اور ہر وہ قرض جو نفع کا باعث ہو سود ہے۔ یہ طریقہ بڑی آسانی سے قابل عمل ہوسکتا ہے۔

۲-مرابحہ کارڈ

یہ وہ کارڈ ہے جس کی بنیاد خرید فروخت ہوتی ہے۔ یہ اس طرح کہ صاحب کارڈ اس بینک کی طرف سے جو فی الفور قیمت کی ادائیگی کرتا ہے جو چاہے خرید سکتا ہے اور خریدی ہوئی چیز کا مالک ہوتا ہے، جس پر اس کی جانب سے اس کا وکیل قبضہ کرتا ہے پھر وہ اسے اپنے وکیل سے نفع پر فروخت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بیع مملوکہ شئی کی ہوتی ہے اور یہ خریدنے کا حکم دینے والے کے لئے مرابحہ کی صورت ہے۔ بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی نے اس معاملہ کو ملکیت اور قبضہ کی شرط کے ساتھ درست قرار دیا ہے۔

لیکن اس مرابحہ کا اختیار کرنا عملاً دشوار ہے۔ اس لئے کہ صاحب کارڈ اپنا کارڈ لے کر

مختلف شہروں اور ملکوں میں جاتا ہے اور کسی متعین شہر میں بینک کے ساتھ ہر معاملہ میں اتفاق اس کے لئے مشکل ہے، یہ صورت معاملہ خریداری کے باہمی وعدے کو فریقین کے لئے قضاءً لازم کرنے پر موقوف ہے جسے دیانۃً لازم وعدہ پر قیاس کیا گیا ہے جو اکثر علماء کے نزدیک محل نظر ہے، اس میں ایک مشکل یہ بھی ہے کہ صاحب کارڈ کو ہوٹلوں اور ریستوران میں خدمات کی ضرورت ہوگی جو یہ کارڈ اسے فراہم نہیں کرتا۔

بعض اسلامی بینکوں کی طرف سے جاری کئے جانے والے کریڈٹ کارڈ کا حکم

بعض اسلامی بینکوں سے جاری ہونے والے کریڈٹ کارڈ کی اس وقت دو قسمیں پائی جاتی ہیں، یہ دونوں حسب ذیل ہیں (مقالہ: بطاقۃ الائتمان بین المصارف الاسلامیہ والمصارف الربویہ از ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ، حوالہ سابق/ ۲۲۳، ۲۲۴):

پہلی مثال سرمایہ کاری ویزا: اسے کویتی فائنانشیل ہاؤس اس نام سے جاری کرتا ہے۔

کویت کے اس ادارہ کی فتویٰ کمیٹی اور شرعی رہنمائی بورڈ نے مروجہ کریڈٹ کارڈ میں کچھ شرعی ترمیمات کی ہیں۔ ان میں سب سے اہم تاخیر کی صورت میں انٹرسٹ کو لغو قرار دینا ہے اور کارڈ کو کھاتے دار کے اکاؤنٹ سے مربوط کرنا ہے نیز حامل کارڈ کے اکاؤنٹ سے خریداری کی قیمت کی ادائیگی ہے یا تو پیشگی یا واؤچر پانے پر اور یہ کہ جب اکاؤنٹ کھلے تو کھاتے دار کو باخبر کر دیا جائے کہ اس قرض کی ادائیگی کے لئے بیلنس مہیا کرنا ضروری ہے۔

یہ ضابطے اس ویزا کو ڈیبٹ کارڈ کے مشابہ بناتے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں قرضوں کی ادائیگی صاحب کارڈ کے اکاؤنٹ سے ہوتی ہے، البتہ لائف انشورنس کا امتیاز اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس مسئلہ کا حل ابھی نہیں ہوسکا ہے۔

اس کارڈ کی تمام کارروائیاں یا تو وکالہ بلاأجر پر مشتمل ہیں یا مفت کفالہ پر یا ایسے معمولی قرض پر جو بعض اوقات بغیر انٹرسٹ کے ہوتا ہے۔

دوسری مثال - راجحی ویزا: اس کو سرمایہ کاری کی راجحی بینکنگ کمپنی جاری کرتی ہے، درحقیقت شرعی کمیٹی نے اس کارڈ کو قانون کی ایک دفعہ حذف کرنے کے بعد پاس کیا ہے۔ وہ تاخیر کا انٹرسٹ ہے، اس طرح کہ بلوں کی ادائیگی کھاتے دار کے کرنٹ اکاؤنٹ سے کی جائے گی اور اگر اس میں کافی رقم موجود نہ ہوتو نقد انشورنس سے کی جائے گی اس شرط پر کہ وہ اپنے اوپر اس وقت عائد ہونے والی انشورنس کی رقم فوراً مہیا کرے اور صاحب کارڈ کو پے لسٹ کی بنیاد پر رقم نکالنے یا قرض دینے کی سہولیات حاصل نہیں ہوں گی۔

کمیٹی نے ان اصولوں کو اس شرط پر پاس کیا ہے کہ راجحی کمیٹی کی طرف سے کارڈ جاری کرنے پر کسی قسم کا ظاہری یا خفیہ سود نہ لیا جا سکے گا نہ دیا جا سکے گا، چاہے معاملہ اس کے کارندوں سے ہو یا انٹرنیشنل ویزا کمپنی سے یا پھر معاملہ کی فریق انٹرنیشنل ویزا کمپنی اور راجحی کمپنی کے درمیان کوئی کمپنی ہو۔

کمیٹی نے غیر ملکی کرنسیوں کی تبدیلی کا نرخ اس دن کارڈ استعمال کرنے والوں کے لئے راجحی کمیٹی کی جانب سے اعلان کئے گئے نرخ کے اعتبار سے مقرر کیا ہے۔

کمیٹی نے نقدی رقم نکالنے پر کمیشن لینے سے منع کیا ہے اور کارڈ جاری کرنے سے متعلق فیس، سالانہ فیس اسی طرح تاجر اور خدمت پیش کرنے والوں کی رقم کا ایک حصہ کاٹ کر ان کے بلوں کی ادائیگی کرنے کی اجازت دی ہے۔

یہ دونوں مثالیں عام تجارتی بینکوں کے کارڈ کا صحیح اسلامی بدل شمار کی جاتی ہیں بشرطیکہ کارڈ استعمال کرنے کی مدت عام حالات میں اجازت یافتہ ہو۔

اسی سے ملتی جلتی ایک مثال بحرین میں عربی بینکنگ ادارہ بھی ہے، جو ابھی تجربہ کے دور سے گذر رہا ہے۔

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کا شرعی حکم

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ☆

ذرائع مواصلات کی تیز رفتار ترقی نے پوری دنیا کو ایک گاؤں میں تبدیل کردیا ہے، دوردراز فاصلوں پر مقیم لوگوں سے رابطہ قائم کرنا آسان ہوگیا ہے، اور اس نے تجارت اور کاروبار کی دنیا کو وسیع کردیا ہے، فاصلے جس قدر سمٹتے جاتے ہیں، تجارت کا دائرہ اسی قدر پھیلتا جاتا ہے، اس کی وجہ سے پیسوں کی حفاظت، لین دین اور رقوم کی ترسیل میں بینکوں کی اہمیت بھی بڑھتی جارہی ہے، بینک اب نہ صرف کھاتہ داروں کی رقوم کی حفاظت کرتے ہیں، اور بعض صورتوں میں ان کی جمع کی ہوئی رقم سے زیادہ انہیں واپس کرتے ہیں، بلکہ بہت سے ایسے کام بھی انجام دیتے ہیں جن کے لئے ماضی میں بہت تگ ودوکرنی پڑتی تھی اور کثیر افرادی اور مالی وسائل کی ضرورت پڑتی تھی۔

اسی سلسلہ میں بینک مختلف قسم کے کارڈ بھی جاری کرتے ہیں، اور مقررہ قواعد کے مطابق کارڈ ہولڈرس کو سہولتیں مہیا کرتے ہیں، اس سلسلہ میں تین قسم کے کارڈ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اے ٹی ایم کارڈ (ATM Card)، ڈیبٹ کارڈ(Debit Card)اور کریڈٹ کارڈ(Credit Card)۔

اے ٹی ایم کارڈ

اے ٹی ایم کارڈ بینک اپنے کھاتہ داروں کو اس غرض سے جاری کرتا ہے کہ اس کے

☆ ناظم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد۔

ذریعہ وہ اپنے شہر یا ملک یا کسی دوسری جگہ کہیں بھی موجود اے ٹی ایم نظام سے اپنی ضرورت کے بقدر رقم بصورت نقد حاصل کرسکیں، اس کارڈ کے ذریعہ آدمی اپنی جمع کردہ رقم سے استفادہ کرتا ہے، اور اس کو حاصل کرسکتا ہے، اس کے لئے الگ سے کوئی معاوضہ کسی عنوان سے ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

جہاں تک رقم کی حفاظت اور بوقت ضرورت رقم کی واپسی کی بات ہے تو اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ اس کی حیثیت قرض کی ہے، بینک لوگوں سے خواہش کرتا ہے کہ لوگ اسے پیسے دیں، وہ پیسے دینے والے کے حسب خواہش اسے ادا کردے گا، اس طرح بینک کی حیثیت قرض لینے والے کی ہوئی اور کھاتہ دار کی حیثیت قرض دینے والے کی، نیز اے ٹی ایم کارڈ کی حیثیت قرض کے وثیقہ کی ہوئی کہ قرض دہندہ جب چاہے کارڈ دکھا کر اسے حاصل کرلے اور یہ جائز ہے، البتہ ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس شرط کے ساتھ کسی کو قرض دینا کہ ''وہ فلاں دوسرے شہر میں اس کا قرض لوٹا دے'' کو فقہاء کی اصطلاح میں سفتجہ کہتے ہیں، سفتجہ کو شافعیہ تو مطلق ناجائز کہتے ہیں (المہذب ۱ر ۳۰۴) اور فقہاء مالکیہ نے بھی کو منع کیا ہے، لیکن بحالت ضرورت اگر مال کی حفاظت اسی طرح پر ہوسکے تو اس کی اجازت دی ہے (حاشیہ خرشی علی مختصر خلیل ۴ر ۱۴۱)۔

فقہاء حنابلہ کے یہاں اس کی اجازت ہے، اگر دوسرے شہر میں ادائیگی کا کوئی معاوضہ نہیں لیا جائے (المغنی ۴ر ۳۲۱)، یہی رائے علامہ ابن قیم کی بھی ہے (اعلام الموقعین ۱ر ۳۹۱)، اور فقہاء حنفیہ کے نزدیک اس طریقہ پر معاملہ کرنا مکروہ ہے (المبسوط ۱۴ر ۳۷)۔

جن حضرات نے اسے ناجائز یا مکروہ یا بوقت ضرورت ہی جائز قرار دیا ہے، انہوں نے اس بات کو پیش نظر رکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرض پر کسی بھی قسم کے نفع اٹھانے کو منع فرمایا ہے، کیونکہ قرض پر کسی بھی قسم کا نفع اٹھانے میں سود کا شبہ پیدا ہوتا ہے اور سفتجہ کے ذریعہ راستہ کے خطرات سے حفاظت کا فائدہ اٹھایا جارہا ہے، لیکن سفتجہ کی حقیقت کے سلسلہ میں فقہاء کی تصریحات کا گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اے ٹی ایم کی صورت سفتجہ کے دائرہ

میں نہیں آتی ہے، کیونکہ سفتجہ میں یہ شرط ہوتی ہے کہ وہ اس قرض کو دوسرے شہر میں ہی وصول کرے گا اور خاص طور پر کسی مقصد کے لئے قرض لینے والے کو یہ رقم حوالے کی جاتی ہے، چنانچہ علامہ سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) فرماتے ہیں:

"والسفاتیج التی تتعامله الناس علی هذا إن کان أقرضه بغیر شرط وکتب له سفتجه بذلک فلا بأس به" (المبسوط ۱۴/۳۷) (سفتجہ جس کا معاملہ لوگ کرتے ہیں، اس اصول پر اگر اسے بغیر شرط کے بطور قرض دیا اور اس کے لئے اس کا سفتجہ (وثیقہ ادائیگی) لکھ دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں)۔

مشہور حنفی فقیہ قاضی فخر الدین اوزجندی رقم طراز ہیں:

"وتکره السفتجة إلا أن یستقرض مطلقا ویوفی بعد ذلک فی بلدة أخری من غیر شرط" (ردالمحتار ۴/۱۷۴ بحوالہ خانیہ) (سفتجہ مکروہ ہے سوائے اس کے کہ قرض کو مطلق لے اور واپسی کسی دوسرے شہر میں ہو جس کی شرط نہیں ہو)۔

اے ٹی ایم کارڈ میں دوسرے شہر میں ہی رقم وصول کرنے کی شرط نہیں ہوتی، چونکہ اے ٹی ایم کا مرکز مختلف جگہ موجود ہوتا ہے اور حامل کارڈ کہیں بھی رقم وصول کرسکتا ہے، نیز یہ مراکز چوبیس گھنٹے کھلے رہتے ہیں، اس سے بھی کارڈ ہولڈر کو سہولت ہوتی ہے، ضمنی طور پر ایک سہولت یہ بھی ہوجاتی ہے کہ اگر وہ کسی دوسرے شہر میں گیا ہوا ہے اور وہاں رقم کی ضرورت پڑی تو وہاں بھی رقم مل جاتی ہے، اس لئے اس میں دوسرے شہر میں حاصل کرنے کی سہولت شرط کے درجہ میں نہیں ہے، لہذا یہ سفتجہ کی ممنوع صورت کے دائرہ میں نہیں آتا ہے، پس اے ٹی ایم کارڈ کے حاصل کرنے اور اس کی سہولتوں سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نظر نہیں آتا، بالخصوص موجودہ حالات میں جبکہ بھاری رقوم کا ایک شہر سے دوسرے شہر لے کر جانا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا اور اس میں جان و مال دونوں کا تحفظ مشکوک ہوتا ہے تو یقیناً بہت سے لوگوں کے لئے اس طرح کی سہولت کا حاصل کرنا ضرورت کے درجہ میں بھی ہے۔

ڈیبٹ کارڈ

اس کارڈ کے ذریعہ تین قسم کے فائدے حاصل کئے جاسکتے ہیں:

۱-خرید وفروخت کے بعد قیمت کی ادائیگی، دوکاندار اس کارڈ کے واسطے سے اپنی مطلوبہ رقم کو اپنے کھاتے میں پہنچا دیتا ہے۔

۲-ضرورت پر رقم کا نکالنا۔

۳-ضرورت پر رقم کا اپنے کھاتے سے دوسرے کھاتے میں منتقل کرنا جس کے لئے انٹرنیٹ سے مدد لی جاتی ہے۔

ڈیبٹ کارڈ کا حامل اپنی جمع کردہ رقم حاصل کرسکتا ہے، اس سے زیادہ نہیں اور بینک اسے جو خدمات مہیا کرتا ہے اس کے لئے الگ سے کوئی اجرت نہیں لیتا بصرف کارڈ بنانے کے وقت اس کی فیس لی جاتی ہے۔

جہاں تک بوقت ضرورت رقم نکالنے کی سہولت ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، اب رہ گیا بینک کا اس کی طرف سے قیمت ادا کرنا یا کسی اور وجہ سے کسی دوسرے کے کھاتے میں رقم منتقل کرنا، تو یہ بھی درست ہے، اگر کارڈ ہولڈر پر کسی کا قرض باقی ہو اور بینک کے ذریعہ قرض ادا کیا جائے تو فقہ کی اصطلاح میں یہ حوالہ ہوگا، حوالہ سے مراد یہ ہے کہ جس شخص کے ذمہ دین ہو وہ کسی اور کو اپنی طرف سے دین کی ادائیگی کا ذمہ دار بنادے اور وہ دوسرا شخص اس کی طرف سے ادائیگی کی ذمہ داری قبول کرلے۔

''تحويل الدين من ذمة الأصيل إلى ذمة المحتال عليه'' (العنایہ علی الہدایہ مع الفتح ۷/ ۲۳۸)۔

اور جس شخص کو ادا کیا جارہا ہے اگر کارڈ ہولڈر کے ذمہ پہلے سے اس کی رقم باقی نہ ہوتو بینک کی حیثیت اس کی طرف سے وکیل کی ہوگی اور یہ بھی جائز ہے۔

''قال المؤكل خذ هذا الألف يا فلان وادفعه إلى فلان فأيهما قضى

جاز قياسا و استحسانا" (فتاوی خانیہ مع الہندیہ ۵/ ۴۶۹)۔

رہ گئی فیس کارڈ کی بات، تو اس میں بھی کوئی قباحت نظر نہیں آتی، کیونکہ یہ رقم کی منتقلی وغیرہ کے سلسلہ میں جو ضروری کاروائی کرنی پڑتی ہے اس کی اجرت ہے اور فقہاء نے ایسے کاموں کے لئے اجرت کو جائز قرار دیا ہے، معروف حنفی فقیہ علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

"ليستحق القاضي الأجر على كتب الوثائق أو المحاضر أو السجلات قدر ما يجوز لغيره كالمفتي" (درمختار مع الرد ۹/ ۱۲۷) (قاضی وثیقہ، محضر وغیرہ کے لکھنے پر اس مقدار اجرت کا مستحق ہوگا جو دوسرے کو جیسے مفتی کو دی جاتی ہے)۔

لہٰذا ڈیبٹ کارڈ کا حاصل کرنا اور اس سے استفادہ کرنا بھی درست ہے۔

کریڈٹ کارڈ

کریڈٹ کارڈ دو طرح کے لوگوں کو جاری کیا جاتا ہے، ایک اس شخص کو جس کا پیسہ بینک میں جمع ہے، البتہ وہ اپنی جمع شدہ رقم سے زائد کا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے، دوسرے وہ شخص جس کی رقم بینک میں جمع نہیں ہے، بینک اس کے حالات معلوم کر کے اس کی مالی حیثیت متعین کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس کی ماہانہ اور سالانہ آمدنی کیا ہے؟ اسی مناسبت سے اس کے لئے کارڈ جاری کرتا ہے، اس کارڈ سے وہ فوائد تو حاصل ہوتے ہی ہیں جو ڈیبٹ کارڈ سے آتے ہیں، اس کے علاوہ اس سے مزید ایک سہولت قرض حاصل کرنے کی ہوتی ہے، ایک متعین حد تک کارڈ ہولڈر اپنے کھاتے میں پیسہ نہ ہونے کے باوجود رقم لے سکتا ہے، اب اگر اس نے پندرہ دنوں کے اندر رقم ادا کر دی تو اسے کوئی زائد رقم دینی نہیں پڑتی، اگر پندرہ دن سے مدت بڑھ گئی تو یومیہ شرح کے لحاظ سے مزید رقم ادا کرنی ہوتی ہے، نیز اس کارڈ کے حصول اور کارڈ کی مدت گذر جانے کے بعد اس کی تجدید کے لئے فیس بھی ادا کرنی ہوتی ہے۔

اب جہاں تک ڈیبٹ کارڈ والی سہولتوں کے حاصل کرنے اور کارڈ کی فیس ادا کرنے

کی بات ہےتو اس میں تو کوئی حرج نہیں، جیسا کہ اوپر ذکر آیا، لیکن قرض کی سہولت اور اس پر زائد رقم کی ادائیگی نے اس کو قابل غور مسئلہ بنادیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ پندرہ روز کی مدت کے بعد ادائیگی کی صورت میں جوزائد رقم ادا کی جاتی ہے وہ سود ہے اور سودخوری کی نفسیات یہی رہی ہے کہ پہلےقرض دو تا کہ لوگ ہنسی خوشی نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر اسے لے لیں، اور جب وقت پر ادا نہ کرسکےتو زائد ادائیگی کی شرط پر مہلت دےدو، زمانہ جاہلیت میں ربا کا یہی طریقہ زیادہ مروج تھا جسے ربانسیہ سےتعبیر کیا گیا ہے، چنانچہ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

"ثم إذا حل الدين طالبوا المديون برأس المال فإن تعذر عليه الأداء زادوا في الحق والأجل فهذا هو الربا الذي كانوا في الجاهلية يتعاملون به" (تفسیر کبیر ۷؍۹۱) (پھر جب دین کی ادائیگی کاوقت آجاتا تو قرض دینے والے اصل رقم کی واپسی کا مطالبہ کرتے، اب اگر اس کے لئے ادا کرنا مشکل ہوتا تو رقم میں بھی اضافہ کردیتےیعنی زائد رقم کا مطالبہ کرتے اور مہلت بھی دے دیتے، ربا کی یہی صورت ہے جوزمانہ جاہلیت میں مروج تھی)۔

اس لئےحقیقت یہ ہے کہ قرض پر لی جانے والی زائد رقم سود میں داخل ہے، سود کالینا بھی حرام ہے، اور دینا بھی، اس لئے کریڈٹ کارڈ کا حاصل کرنا اصولی طور پر جائز نہیں ہے، اور اس سے جو جائز سہولتیں متعلق ہیں وہ ڈیبٹ کارڈ سے حاصل ہوجاتی ہیں، اس لئے عام حالات میں اس کارڈ کےحصول کوضرورت قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، یہ خیال ہوسکتا ہے کہ اگر پندرہ دنوں کے اندر ہی رقم ادا کردی جائے جس پر کوئی سود نہیں لیا جاتا ہےتو اس لحاظ سے اسے جائز ہونا چاہئے، لیکن یہ بات درست نظر نہیں آتی، کیونکہ کسی معاملے کے جائز ہونے اور نہ ہونے کا مدار صرف نتیجہ پر نہیں ہوتا بلکہ معاملہ طے پانے کی کیفیت پر ہوتا ہے۔

یہاں صورت حال یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ کا حامل اور بینک آپس میں معاہدہ کرتے ہیں کہ ایک خاص مدت کےبعد قرض واپس کرتے ہوئے سود بھی ادا کرنا ہوگا، گویا معاملہ میں سود کالین دین شروع سے شامل ہے، اس لئے یہ معاملہ اپنے آغاز ہی سے نادرست معاملہ قرار پائے گا۔

ہاں فقہاء نے سود لینے اور سود دینے کے حکم میں اس حد تک فرق کیا ہے کہ سود لینا تو بہر حال حرام ہے ہی لیکن سود دینا شدید ضرورت کے وقت جائز ہے، لہذا اسلامک بینکوں کے لئے اس نوعیت کے کریڈٹ کارڈ جاری کرنا تو کسی صورت میں جائز نہیں، اسی طرح کاروبار کو فروغ دینے، نفع حاصل کرنے اور عام قسم کی ضرورتوں کے لئے کریڈٹ کارڈ حاصل کرنا جائز نہیں، البتہ اگر کوئی شخص شدید مجبوری سے دوچار ہو، مثلاً یہ کہ اگر فوری طور پر اتنی رقم نہ حاصل کر پائے تو اسے شدید مالی نقصان اٹھانا پڑے گا، یا کسی جسمانی ضرر سے بچنے کے لئے فوری طور پر خطیر رقم مطلوب ہو اور اس رقم کے حاصل کرنے کا کوئی اور ذریعہ نہیں تو ایسی غیر معمولی مجبوری کی صورتوں میں کریڈٹ کارڈ بنوایا جاسکتا ہے، لیکن بقدر ضرورت فائدہ اٹھانے اور اس پیش آمدہ ضرورت کے پورے ہوجانے کے بعد اس کی مزید تجدید جائز نہیں ہوگی۔

آج کل کاروبار کے دائرے کے وسیع ہوجانے کی وجہ سے بینک کے مختلف کارڈ کا استعمال بڑھتا جارہا ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس سلسلہ میں شرعی احکام وحدود کو ملحوظ رکھیں۔

کریڈٹ کارڈ کے فقہی احکام

پروفیسر عبدالمجید محمد سوسوہ ☆

کریڈٹ کارڈ کی تعریف

کریڈٹ کارڈ موجودہ زمانہ کا تصور ہے جس کا مرکز یورپ ہے، قدیم فقہاء اسلام کے وقت یہ غیر معروف تھا، اس کا معاملہ ان مسائل اور معاملات جیسا ہے جو دور جدید میں پیش آئے اور سابقہ مسائل میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اسی وجہ سے میں نے اس کے معنیٰ ومفہوم کی وضاحت کے لئے بعض مغربی اقوال پر اعتماد کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱- آکسفورڈ ڈکشنری میں ہے: اس سے مراد وہ کارڈ ہے جو جاری کیا جائے تا کہ اس کا حامل اس کے ذریعہ اپنی ضرورت کا سامان خرید سکے اور قیمت اس کے ذمہ قرض رہے۔

۲- امریکی وفاقی حکومت کے قانون میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے: کریڈٹ کارڈ کا مطلب قرض دینے والے کا ایک شخص کو ایسا قرض دینا ہے جس کی ادائیگی میعادی ہو، یا وہ ایک ایسے دین کو وجود میں لانا ہے جس کی ادائیگی موخر ہو اور اس کا تعلق سامان ضرورت کی فروخت اور سروس مہیا کرنے سے ہو (ان تعریفات کے لئے ملاحظہ ہو: البطاقات البنکیہ از ڈاکٹر عبدالوہاب ابراہیم ابوسلیمان ۴۴، ۲۵)۔

مندرجہ بالا اقوال پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کریڈٹ کارڈ کی ان تعریفات کا دائرہ قرض لینا اور دینا ہے۔

☆ پروفیسر شریعہ کالج ہشارقہ یونیورسٹی متحدہ عرب امارات۔

اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ اس کارڈ کے مفہوم ومعنی اور اس کے عمل پر غور وفکر کے بعد اس کی اس تعریف تک پہنچی ہے کہ یہ ایک ایسی دستاویز ہے جسے اس کا جاری کرنے والا ایک حقیقی یا حکمی شخص کو باہمی طے شدہ معاہدہ کی بنیاد پر عطا کرتا ہے، وہ اس کارڈ کے ذریعہ اس شخص سے جو اس کارڈ کو تسلیم کرتا ہو نقد قیمت ادا کئے بغیر سامان یا سروسز حاصل کرسکتا ہے، کیونکہ اس کارڈ کا جاری کرنے والا اس کی ادائیگی کا ذمہ لیتا ہے (مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی شمارہ ۷ ج ۱/۷۱۷ فیصلہ نمبر (۶۵/۱/۷) ۱۴۱۲ھ)، اس دستاویز کی ایک قسم وہ ہے جس کے ذریعہ بینکوں سے رقم نکالی بھی جاسکتی ہے، شاید یہی تعریف اس کارڈ کے کام اور رول کے اعتبار سے مناسب ہے۔

کارڈ کی قسمیں

وہ کارڈ جس کے حامل کی جانب سے بینک ادائیگی کا ذمہ لیتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں: (Debit Card) اور (Credit Card)۔

ذیل میں ہم ان دونوں قسموں کی تشریح کریں گے اور ان میں سے ہر ایک کا شرعی حکم بیان کریں گے:

۱ – (Debit Card) وہ کارڈ ہے جسے بینک ان لوگوں کے لئے جاری کرتا ہے جو بینک میں کچھ سرمایہ کے مالک ہوں تاکہ وہ اس کارڈ کے ذریعہ سامانِ تجارت کی خریداری کرسکیں یا خدمات سے فائدہ اٹھاسکیں۔ اس میں کارڈ جاری کرنے والا خریدی گئی اشیاء کی قیمت یا حاصل کردہ خدمات کی اجرت کے بقدر رقم بینک میں موجود کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ سے وضع کرکے تاجر یا کارڈ ہولڈر سے معاملہ کرنے والے کے اکاؤنٹ میں ڈال دیتا ہے، اس کارڈ کے ذریعہ معاملہ کرنا شرعاً جائز ہے، اس کو کریڈٹ کارڈ کا نام دینا غیر دقیق ہے۔ یہ تو بینک کی طرف سے کارڈ ہولڈر کو اس کی ڈپازٹ کردہ رقم کے ثبوت کے طور پر دی جانے والی دستاویز ہے۔ اس میں کارڈ ہولڈر کو یہ اختیار رہتا ہے کہ اپنی ڈپازٹ شدہ رقم کے دائرہ میں خریداری کرے اور بینک

اس کی طرف سے ان فریقوں کو قیمت کی ادائیگی کرتا ہے جو کارڈ ہولڈر سے معاملہ کرتے ہیں، کبھی کبھی بینک اس کو وکالت بالاجر قرار دے کر اس کام پر فیس لیتا ہے (بطاقۃ الائتمان از ڈاکٹر محمد علی القری، مقالہ شائع شدہ مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی شمارہ ۷ ج ۱/ ۴۷۹، التکییف الشرعی لبطاقۃ الائتمان از شیخ عبد اللہ الحمادی/ ۲۲، ۲۳)۔

۲- کریڈٹ کارڈ وہ کارڈ ہے جسے بینک ایسے لوگوں کو جاری کرتا ہے جن کا بینک میں کچھ سرمایہ نہیں ہوتا، اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کارڈ کے ذریعہ سامانِ تجارت کی خریداری کرسکیں یا خدمات سے فائدہ اٹھاسکیں، بینک کارڈ ہولڈر کے لئے بطور قرض ان سامان تجارت کی قیمتیں یا خدمات کی اجرت ادا کرتا ہے اور وہ اس قرض پر سود لیتا ہے، اس صورت میں وہ کارڈ ہولڈر پر اس وقت جرمانہ بھی عائد کرتا ہے جب وہ متعینہ مدت کے دوران اپنے قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرتا ہے، اس صورت میں بینک کے ذریعہ لئے جانے والے اضافہ پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ سود ہے، اس لئے کہ یہ قرض پر عائد کیا جانے والا نفع ہے، اسی طرح تاخیر کا وہ جرمانہ بھی جسے بینک کارڈ ہولڈر پر لازم کرتا ہے، ربا النسیئہ (ادھار سود) ہے (حوالہ سابق)۔

۳- بینک کی طرف سے کارڈ ہولڈر پر عائد کی گئی رکنیت کی فیس، اسی طرح تجدید کارڈ کی فیس جائز ہے، اس لئے کہ وہ بینک کی طے کردہ اجرت ہے جو کارڈ جاری کرنے اور اس کے لئے کی جانے والی دفتری کارروائیوں کا عوض ہے، بشرطیکہ یہ فیس اس طرح کے کاموں کے لئے عام طور سے لی جانے والی فیس سے زائد نہ ہو (حوالہ سابق)۔

۴- وہ کمیشن شرعاً جائز ہے جسے بینک اس بل کی قیمت پر لازم کرتا ہے جس کا کارڈ ہولڈر کے ساتھ معاملہ کرنے والا تاجر مستحق ہے، یہ بینک کی اجرت ہے جو وہ تاجر کے قرض داروں سے اس کی رقم کے حصول کے لئے کی جانے والی کوششوں پر لیتا ہے (البطاقات البنکیہ از ڈاکٹر عبد الوہاب ابراہیم ابوسلیمان/ ۱۵۵، قضایا فقہیہ معاصرہ از ڈاکٹر نزیہ حماد/ ۱۵۳، ۱۵۴)۔

۵- وہ انشورنس جو کریڈٹ کارڈ جاری کرنے والے بینک کی جانب سے کریڈٹ کارڈ

ہولڈر کو دیا جاتا ہے درا صل اس تجارتی انشورنس کے قبیل سے ہے جو شرعاً حرام ہے۔

۶ – کریڈٹ کارڈ ہولڈر کو دیئے جانے والے انعامات وتحائف بینک کی طرف سے دیا جانے والا عطیہ ہے بشرطیکہ انہیں قبول کرنے والے پر کوئی مالی پابندی نہ عائد ہوتی ہو۔ اس عطیہ میں کوئی حرج نہیں ۔ اس کی ایک مثال وہ رعایت ہے جو بعض تجارتی مراکز کی طرف سے کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ سامان خریدنے والے کو دی جاتی ہے، یہ تاجر کی طرف سے کارڈ ہولڈر کو دیا جانے والا عطیہ ہے جو تجارتی تشہیر کے قبیل سے ہے (التکییف الفقہی الشرعی لبطاقات الائتمان از شیخ عبد اللہ الحمادی، قضایا فقہیہ معاصرہ از ڈاکٹر نزیہ حماد ر ۱۵۹)۔

۷ – کارڈ کے ذریعہ سامان فروخت کرنے کی صورت میں بعض تجارتی مراکز کی طرف سے سامان کی قیمتوں میں کیا جانے والا اضافہ درست ہے۔ اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ خریدار کو دونوں طرح کی بیع کا اختیار رہتا ہے، وہ چاہے تو کم قیمت دے کر نقد خریداری کرے یا کارڈ کے ذریعہ زیادہ قیمت دے کر سامان خریدے، جب تک وہ کارڈ کے ذریعہ خریداری پر راضی ہے اس وقت تک اس کی طرف سے زیادہ قیمت ادا کئے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے (مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی شمارہ ۱ ج ۷ / ۶۶۰ مشمولہ مناقشہ ڈاکٹر عبد الستار ابو غدہ موضوع بطاقات الائتمان، قضایا فقہیہ معاصرہ از ڈاکٹر نزیہ حماد ر ۱۵۸)۔

۸ – کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ سونے یا چاندی کی خریداری میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ ادائیگی صرف اس کارڈ کو مشین سے گزار دینے پر پوری ہو جاتی ہو، اس طور پر کہ بینک خریدار کی طرف سے رقم کی کٹوتی کرکے اسے فروخت کنندہ کے کھاتے میں فوراً شامل کردے، اس صورت میں مجلس عقد ہی میں عوضین پر قبضہ مکمل ہو جاتا ہے، جب کہ مجلس عقد میں عوضین پر قبضہ متحقق نہ ہونے کی صورت میں کارڈ کے ذریعہ سونے اور چاندی کی فروخت حرام ہے اور یہ اس صورت میں ہوگا جب کارڈ کے مشین پر سے گذارنے سے کارڈ ہولڈر یا اس کو قرض دینے والے کے کھاتے سے فوری طور پر رقم وضع نہ ہوتی ہو بلکہ بینک کو محض رقم کے اندراج کی رسید

پہنچ جاتی ہو اور رقم کی کٹوتی اور فروخت کنندہ کے کھاتے میں اس کا اندراج ایک یا دو دن کے بعد ہوتا ہو (قضایا فقہیہ معاصرہ از ڈاکٹر نزیہ حماد، ۱۶۱)۔

۹ - ڈیبٹ کارڈ ہولڈر اور اس کے جاری کرنے والے کے درمیان وکالہ کا تعلق ہے، اس صورت میں بینک کارڈ ہولڈر کی طرف سے اس پر عائد مالی واجبات ادا کرتا ہے اور یہ رقم بینک اپنے پاس موجود کارڈ ہولڈر کے بیلنس سے ادا کرتا ہے (حوالہ سابق، بطاقۃ الائتمان از بکر ابوزید، ۳۶، التکییف الشرعی لبطاقۃ الائتمان از شیخ عبد اللہ الحمادی، ۳۱)۔

۱۰- کریڈٹ کارڈ ہولڈر اور اس کے جاری کرنے والے کے درمیان جو تعلق ہے وہ قرض کا ہے، کیونکہ اس صورت میں بینک کارڈ ہولڈر پر عائد جو مالی واجبات ادا کرتا ہے انہیں کارڈ ہولڈر کے ذمہ قرض قرار دیتا ہے۔ اسی طرح کریڈٹ کارڈ ہولڈر اور اس کے جاری کرنے والے کے درمیان ایک دوسرے پہلو سے کفالت کا بھی تعلق ہے، وہ اس طرح کہ کارڈ جاری کرنے والا فریق تاجر یا کارڈ ہولڈر کو قرض دینے والے دیگر فریقوں کے سامنے کارڈ ہولڈر کا کفیل ہوتا ہے (حوالہ سابق)۔

۱۱ - کارڈ ہولڈر اور تاجر کے مابین جو تعلق ہے وہ بیع کا ہے اور کارڈ ہولڈر اور سروس پیش کرنے والے کے مابین جو تعلق ہے وہ اجارہ کا ہے (حوالہ سابق)۔

۱۲ - کارڈ جاری کرنے والے اور تاجر کے درمیان یا کارڈ جاری کرنے والے اور دوسرے ان لوگوں کے درمیان جو کارڈ ہولڈر سے معاملہ کرتے ہیں، تعلق مال کی کفالت کا ہے، کیونکہ کارڈ جاری کرنے والا فریق اس قرض کا ضامن ہوتا ہے جو کارڈ ہولڈر کے ذمہ سے متعلق ہوتا ہے (حوالہ سابق)۔

کریڈٹ کارڈ اور دوسرے کارڈ کے استعمال میں شرعی رہنمائی

پروفیسر الصدیق محمد الامین الضریر ☆

۱-کریڈٹ کارڈ کی حقیقت اور مالی معاملات میں اس کی اہمیت

الف-کریڈٹ کارڈ کی تعریف

کریڈٹ کارڈ کی بہت سی تعریفات کی گئی ہیں جن سے اس کی حقیقت کا اظہار ہوتا ہے، میں ان میں سے صرف دو کا ذکر کروں گا:

پہلی تعریف

اسے ڈاکٹر عبد الوہاب ابو سلیمان نے ڈاکٹر احمد زکی بدوی کی **معجم المصطلحات التجاریہ** کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور اسے اقتصادی تعریف قرار دیا ہے، یہ حسب ذیل ہے:

کریڈٹ کارڈ وہ مخصوص کارڈ ہے جسے بینک اپنے گاہک کے لئے جاری کرتا ہے۔ گاہک یہ کارڈ پیش کر کے متعین مقامات سے سامان اور خدمات حاصل کرسکتا ہے اور فروخت کنندہ بالفاظ دیگر سروس مہیا کرنے والا کارڈ ہولڈر کا دستخط کردہ بل کریڈٹ کارڈ جاری کرنے والے بینک کو پیش کر کے اپنے سامان کی قیمت حاصل کر لیتا ہے۔ بینک گاہک کو ہر ماہ اس کارڈ سے خریدے گئے سامان کی مجموعی قیمت کی تفصیل فراہم کرتا ہے تاکہ وہ ادا کر دی جائے یا اتنی ہی

☆ پروفیسر شعبہ شریعت لا کالج خرطوم یونیورسٹی سوڈان۔

رقم خریدار کے جاری کھاتے سے وضع کر لی جائے (بطاقات المعاملات المالیہ، نیز دیکھئے: بطاقات الدفع والائتمان فی فقہ القضاء المقارن از ڈاکٹر عبد الستار الخویلدی ۶)۔

دوسری تعریف

کریڈٹ کارڈ وہ دستاویز ہے جسے بینک حقیقی یا اعتباری شخص کو باہم معاہدہ کی بنیاد پر دیتا ہے، اس سے کارڈ ہولڈر نقد قیمت ادا کئے بغیر ان لوگوں سے سامان یا خدمات حاصل کر سکتا ہے جو اس کارڈ کو تسلیم کرتے ہیں، کیونکہ اس صورت میں ادائیگی کا ذمہ دار بینک ہوتا ہے۔

اس دستاویز کی ایک قسم ایسی ہوتی ہے جس کے ذریعہ بینکوں سے نقد رقم نکالی جا سکتی ہے۔ یہ اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ کی تعریف ہے۔

کریڈٹ کارڈ کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں

ایک صورت وہ ہے جس میں رقم کا نکالنا یا اس کا ادا کرنا بینک میں موجود کارڈ ہولڈر کے اپنے اکاؤنٹ سے ہوتا ہے نہ کہ کارڈ جاری کرنے والے (بینک) کے اکاؤنٹ سے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ادائیگی بینک کے اکاؤنٹ سے ہوتی ہے اور پھر متعین اوقات میں وہ رقم کارڈ ہولڈر کے ذمہ عائد ہوتی ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مطالبہ کی تاریخ سے متعین مدت کے دوران غیر ادا کردہ کل بیلنس پر سودی اضافہ عائد ہوجاتا ہے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اضافی رقم عائد نہیں ہوتی ہے۔ ان میں سے اکثر تو کارڈ ہولڈر پر سالانہ فیس مقرر کردیتے ہیں اور کچھ صورتیں ایسی ہیں جن میں بینک سالانہ فیس مقرر نہیں کرتا (مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی شمارہ: ۷، ج ۱/ ۷۱۷)۔

ان دونوں تعریفوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ کریڈٹ کارڈ کا بنیادی مقصد کارڈ ہولڈر کو نقد قیمت ادا کئے بغیر سامان کی خریداری اور خدمت کے حصول پر قادر بنانا ہے۔ اس لئے کہ قیمت کی ادائیگی کارڈ جاری کرنے والا بینک کرتا ہے یا کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ سے یا پھر بینک اپنے اکاؤنٹ سے پھر وہ کارڈ ہولڈر سے اس کا مطالبہ کرتا ہے۔

جدہ فقہ اکیڈمی کی تعریف کی رو سے کریڈٹ کارڈ میں کچھ دوسرے اوصاف کا بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ بعض کارڈ ایسے ہوتے ہیں جن کے ذریعہ کارڈ ہولڈر بینکوں سے رقم نکال سکتا ہے اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں کارڈ ہولڈر کی غیر ادا کردہ رقم پر سود عائد کردیا جاتا ہے، نیز یہ کہ ان میں سے بیشتر پر سالانہ فیس عائد کردی جاتی ہے۔ یہ کریڈٹ کارڈ کا عام وصف ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

ب- مالی معاملات میں کریڈٹ کارڈوں کی اہمیت

کریڈٹ کارڈ کے متعلق لکھنے والے افراد کے لئے اس کی اہمیت اور اس کے ذریعہ معاملات کرنے والوں کے لئے اس کی افادیت پر اتفاق کرتے ہیں اور ان کی رائے ہے کہ کریڈٹ کارڈ کا جاری کرنا بینک کی ایک اہم خدمت، نیز ترقی یافتہ اور ترقی پذیر معاشرہ میں افراد کی بنیادی ضرورت بن چکا ہے، چنانچہ گذشتہ سالوں میں اس کارڈ کی اشاعت اس حد تک ہوئی کہ عالمی پیمانہ پر ان کی تعداد ۸۰۰ رملین تک پہنچ گئی اور کریڈٹ کارڈ سے اس کے تمام حصہ دار ارکان کو زبردست فائدہ پہنچا (مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی شمارہ ۷، جلد اول، مقالہ ڈاکٹر القری ۳۷۵-۳۸۱، مقالہ ڈاکٹر عبد الستار ر۳۵۹، بطاقات المعاملات المالیہ از ڈاکٹر عبد الوہاب ابوسلیمان ر ۵۰ - ۵۲)، اسی طرح کارڈ کے استعمال کے مثبت اور منفی اثرات معاشرہ اور قومی اقتصادیات دونوں پر پڑے ہیں (دیکھئے: مقالہ ڈاکٹر القری مشمولہ مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی شمارہ ۷ ج ۱ر ۳۸۷، ۳۸۸، و بطاقات المعاملات المالیہ: ۵)۔

۲- کریڈٹ کارڈ کی قسمیں: کریڈٹ کارڈ، چارج کارڈ، ڈیبٹ کارڈ

ذیل میں ان کی نوعیت درج کی جارہی ہے:

۲/۱- کریڈٹ کارڈ

اس قسم کے کارڈ کے متعلق لکھنے والے تمام اصحاب قلم کا اتفاق ہے کہ یہ سود پر مشتمل ہوتا

ہے جس کا علم فریقین کو ہوتا ہے، یعنی کارڈ جاری کرنے والے بینک اور کارڈ ہولڈر دونوں ہی اس سے واقف ہوتے ہیں، اس اعتبار سے یہ قارض اور مقروض کے درمیان ایک تعلق ہے، جس میں مقروض کارڈ جاری کرنے والے بینک کی طرف سے متعین کردہ سود کی ادائیگی کا پابند ہوتا ہے۔

اس طرح کے کارڈ جاری کرنے اور اس میں شامل ہونے کے ناجائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ انشاء اللہ مقالہ کے آخر میں اس نوعیت کے کارڈ کے متبادل پر گفتگو کی جائے گی۔

۲/۲- چارج کارڈ

اس کارڈ کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے، میں یہاں اس کا متفق علیہ حصہ ذکر کروں گا:

چارج کارڈ وہ کارڈ ہے جس کے ذریعہ اس کا حامل مختلف اشیاء کی خریداری کر سکتا ہے، سروسز سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور نقد رقم بھی نکال سکتا ہے۔ اس کا ہولڈر ہر مہینہ کے آخر میں اپنے اوپر عائد ہونے والی رقم ادا کرتا ہے جس وقت بینک اس اکاؤنٹ کی تفصیل اسے پیش کرتا ہے، یعنی اکاؤنٹ لسٹ بھیجنے کے وقت کارڈ ہولڈر کا بیلنس موجود ہونا چاہئے، کارڈ کے استعمال کے وقت بیلنس کا موجود ہونا ضروری نہیں، اس لئے کہ کارڈ ہولڈر جب بھی اشیاء کی خریداری وغیرہ کے لئے اس کا استعمال کرتا ہے اسے بغیر سود کے قیمت کی ادائیگی کے بقدر قرض مل جاتا ہے لیکن جب وہ قرض متعین مدت کے اندر ادا نہیں کرتا تو بینک اس پر تاخیر کی صورت میں اضافی رقم عائد کر دیتا ہے، بعض اسلامی بینک اضافی رقم عائد نہیں کرتے ہیں بلکہ کارڈ واپس لے کر اس کی رکنیت ختم کر دیتے ہیں۔

چارج کارڈ اور کریڈٹ کارڈ میں کئی طرح کا فرق ہے: اہم فرق یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ پر بینک سود کے بدلے قرض دیتا ہے اور کارڈ ہولڈر کو اختیار رہتا ہے کہ جس طرح چاہے اس کی ادائیگی کرے، جہاں تک چارج کارڈ کا تعلق ہے تو اس میں ہولڈر سے مہینہ کے آخر میں بغیر اضافی سود کے قرض کی رقم ادا کرنے کا مطالبہ ہوتا ہے (مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی شمارہ ۷، ج ۱/ ۳۸۹، ۳۴۹، ۳۵۰، الحلقۃ الفقہیۃ السادسۃ لبنک البرکۃ/ ۹، بطاقات المعاملات المالیۃ/ ۴۵، ۴۶)۔

۲/۳ ڈیبٹ کارڈ

اس کارڈ کے جاری کئے جانے کے لئے یہ شرط ہوتی ہے کہ اکاؤنٹ میں کھاتے دار کا اتنا بیلنس موجود ہو کہ اس کارڈ کا استعمال کر کے خریداری کرنے پر بینک اس سے رقم کاٹ سکے۔ اس صورت میں بینک اس کارڈ کے ہولڈر کو قرض نہیں دیتا ہے اور نہ اسے اس کی اجازت دیتا ہے کہ اپنے بیلنس سے زیادہ کا استعمال کرے۔ اس کارڈ کا سامان کی خریداری، خدمات حاصل کرنے اور نقد رقم نکالنے میں وہی استعمال ہے جو کریڈٹ کارڈ اور چارج کارڈ کا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال رقم نکالنے کے لئے ہوتا ہے (مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی شمارہ ۷ ج ۱/ ۷۹ ۳ و ۴۸ ۴، الحلقۃ الفقہیہ السادسہ لوبنک البرکۃ/ ۸، ۹، بطاقۃ المعاملات المالیہ/ ۹ ۴-۵۲)۔

۳- کریڈٹ کارڈ کے مختلف فریق

۳/۱ کارڈ جاری کرنے والا۔
۳/۲، کارڈ ہولڈر۔
۳/۳ تاجر جو کارڈ کو تسلیم کرتا ہے۔
۳/۴ اس کارڈ کی سرپرست تنظیم۔
۳/۵ دوسرے بینک

کریڈٹ کارڈ کے یہ مختلف فریق ہیں۔ ان میں سے ہر فریق کی کارکردگی کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے (مقالہ مشمولہ مجموعۃ دلۃ البرکۃ فی الحلقۃ الفقہیہ السادسہ)

۳/۱ کارڈ جاری کرنے والا

یہ وہ ادارہ یا بینک ہے جو اپنے گاہک کے لئے کارڈ جاری کرتا ہے، کیونکہ عالمی تنظیم کا ایک رکن ہونے کی حیثیت سے اس کو اس کی اجازت ہوتی ہے۔ یہی ادارہ کارڈ ہولڈر کے وکیل

کی حیثیت سے تاجر کو خریدی گئی چیزوں کی قیمت ادا کرتا ہے (البنک الاسلامی الاردنی کی طرف سے الحلقۃ الفقہیہ السادسۃ لدلۃ البرکۃ میں پیش کیا گیا مقالہ ۱۰، بطاقات المعاملات المالیہ ۲۰)۔

۳/ ۲ کارڈ ہولڈر

یہ وہ شخص ہے جس کے نام پر کارڈ جاری کیا جاتا ہے یا اس کے استعمال کا اسے حق دیا جاتا ہے اور وہ کارڈ جاری کرنے والے فریق کے نزدیک کارڈ کے استعمال پر عائد ہونے والی قیمت وغیرہ کی ادائیگی کا پابند ہوتا ہے۔ لہذا کارڈ ہولڈر کبھی وہ ہوتا ہے جس کے نام سے کارڈ جاری کیا جاتا ہے اور کبھی وہ ہوتا ہے جو کارڈ کا استعمال اس بنا پر کرتا ہے کہ کارڈ ہولڈر اسے اس کا اختیار دیتا ہے (بطاقات المعاملات المالیہ/ ۲۰، ۲۲)۔

۳/ ۳ کارڈ تسلیم کرنے والا تاجر

یعنی وہ فریق جو کارڈ جاری کرنے والے بینک سے اس بات کا معاہدہ کرتا ہے کہ وہ اپنے پاس موجود سامان اور خدمت کارڈ ہولڈر کی ضرورت پر اسے سپلائی کرے گا (حوالہ سابق)۔

۳/ ۴-کارڈ کی سرپرست تنظیمیں

کارڈ کی سرپرست تنظیمیں کئی ایک ہیں جن میں سے مشہور دو ہیں:

۱- ویزا تنظیم (Visa Card)

۲- امریکن ایکسپریس (American Express) (مرکز تطویر الخدمۃ المصرفیۃ بیت التمویل الکویتی/ ۷۴، بطاقات المعاملات المالیہ/ ۵۵)۔

ویزا تنظیم (دیکھئے: مقالہ ڈاکٹر القری مشمولہ مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی شمارہ ۷ ص/ ۳۷۷)۔

ویزا تنظیم

ایک ایسے کلب سے عبارت ہے جس میں تنظیم کے تمام قوانین وقواعد کے پابند بینک اور مالی ادارے شریک ہیں۔ اس تنظیم میں حصہ دار رکن اس کے قانون سے کوئی اختلاف نہیں رکھتا ہے۔ اس تنظیم کا مقصد نفع کمانا نہیں بلکہ اپنے حصہ داروں کو لاگت کے ریٹ پر خدمات پیش کرنا ہے۔ ویزا تنظیم بینکوں سے رکنیت اور دیگر خدمات کے عوض فیس وصول کرتی ہے اور اس کا مینجمنٹ ممبر بینکوں کے نمائندوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ تنظیم کارڈ نہیں جاری کرتی ہے بلکہ کارڈ جاری کرنا بینکوں کا کام ہے اور کارڈ ان اصولوں کا پابند ہوتا ہے جنہیں بینک وضع کرتا ہے، اس میں ویزا تنظیم کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے۔ یہ جاری ہونے والا کارڈ بینک کی پالیسی کے اعتبار سے ڈیبٹ کارڈ، چارج کارڈ، یا پھر کریڈٹ کارڈ ہوسکتا ہے۔ ویزا تنظیم مندرجہ ذیل تین طرح کے کارڈ جاری کرنے کی اجازت دیتی ہے:

(۱) سلور ویزا کارڈ (۲) گولڈن ویزا کارڈ (۳) الکٹرون ویزا کارڈ (حوالہ سابق ر ۵۳ ۴، ۷۰ ۴، بطاقات المعاملات المالیہ ر ۵۵ - ۵۸)۔

۴- کارڈ کے مختلف فریقوں کے درمیان معاہداتی تعلق کی شرعی حیثیت اور قانونی صورت حال سے اس کا اختلاف

۴/۱ کارڈ جاری کرنے والے اور کارڈ ہولڈر کے درمیان شرعی تعلق

۴/۲ کارڈ جاری کرنے والے اور تاجر کے درمیان شرعی تعلق

۴/۳ کارڈ ہولڈر اور تاجر کے درمیان شرعی تعلق

۴/۴ کارڈ جاری کرنے والے بینک اور سرپرست تنظیم کے درمیان تعلق

کارڈ کے مسئلہ میں یہی سب سے اہم پہلو ہے، اس لئے کہ اسی پر حکم شرعی کے بیان یعنی جواز یا عدم جواز کی بنیاد ہے۔ ان تعلقات کی تطبیق میں قانون مختلف ہوگیا ہے جیسا کہ اس کی

تطبیق میں بعض فقہاء کا اختلاف ہے۔ انگریزی قانون ان تعلقات کو ایک دوسرے سے جدا تین علاحدہ علاحدہ معاہدہ قرار دیتا ہے جب کہ امریکی قانون اسے ایک ہی معاہدہ مانتا ہے (بطاقات المعاملات المالیہ، ۶۲ - ۶۴)۔ بعض ماہرین قانون اسے کارڈ جاری کرنے والے اور کارڈ ہولڈر کے درمیان وکالت کا تعلق قرار دیتے ہیں، بعض اسے حوالہ سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ قارض اور مقروض کا تعلق ہے (حوالہ سابق)، اور جس طرح ماہرین قانون کے درمیان اختلاف ہے فقہاء کے درمیان بھی اختلاف ہے، ان میں سے بعض کی رائے کے مطابق یہ وکالت ہے، بعض کے نزدیک کفالت اور بعض اسے حوالہ یا حمالہ قرار دیتے ہیں جب کہ بعض وکالت اور حوالہ پر محمول کرتے ہیں (حوالہ سابق)۔

اس سلسلہ میں حکم شرعی کی رہنمائی کرنے والا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہم کارڈ کی تینوں قسموں پر علاحدہ علاحدہ غور کریں۔ میں ان میں سے سب سے زیادہ عام ڈیبٹ کارڈ سے شروع کرتا ہوں:

اس کارڈ کے استعمال میں کبھی تعلق دو فریقوں کے درمیان ہوتا ہے، یعنی کارڈ جاری کرنے والے اور کارڈ ہولڈر کے درمیان اور یہ اس صورت میں جب رقم کارڈ جاری کرنے والے بینک کی مشین سے نکالی جائے۔ کبھی یہ تعلق سہ طرفہ ہوتا ہے یعنی کارڈ جاری کرنے والے، کارڈ ہولڈر اور مالک مشین کے درمیان اور یہ اس صورت میں جب رقم کارڈ جاری کرنے والے بینک کے علاوہ کی مشین سے نکالی جائے۔ اس لئے کہ کارڈ ہولڈر کبھی کارڈ جاری کرنے والے بینک کی مشین سے رقم نکالنے کے لئے اس کارڈ کا استعمال کرتا ہے اور کبھی دوسرے بینک کی مشین سے رقم نکالنے کے لئے اس کا استعمال کرتا ہے۔

چنانچہ اگر اس کا استعمال کارڈ جاری کرنے والے بینک کی مشین سے رقم نکالنے کے لئے کرتا ہے اور اس کے اکاؤنٹ کی کرنسی اور نکالی گئی کرنسی ایک ہی ہے تو بینک سے بذریعہ چیک رقم نکالنے جیسا تعلق ہوا، یعنی کارڈ ہولڈر اپنے اس قرض کے ایک حصہ کا مطالبہ کرتا ہے جو اس نے

کارڈ جاری کرنے والے بینک کو دے رکھا ہے، اس لئے کہ کرنٹ اکاؤنٹ کی صورت یہ ہے کہ وہ کھاتے دار کی طرف سے بینک کو قرض ہے، چنانچہ یہ معاملہ بلا اختلاف جائز ہے۔

اور اگر کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ کی کرنسی نکالی گئی کرنسی سے مختلف ہے، مثلاً اکاؤنٹ میں ریال ہے اور ڈالر نکالا گیا ہے تو اس صورت معاملہ میں دین کا مطالبہ اس کی جنس کے علاوہ کے ذریعہ پایا گیا۔ لہذا یہ بیع میں داخل ہوا جو فقہاء کے نزدیک ذمہ میں عائد ادائیگی کے نام سے معروف ہے اور یہ جائز ہے بشرطیکہ بینک کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ سے ڈالر کی شکل میں رقم نکالتے وقت ہی اسی کے بقدر رقم وضع کر لے۔

لیکن اگر بینک کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ سے ڈالر کے بدلے ریال ایک مدت کے بعد وضع کرتا ہے تو یہ جائز نہ ہوگا اور اسے دوسری صورت دینی ہوگی۔ وہ یہ کہ کارڈ ہولڈر کے ڈالر نکالنے کے وقت بینک ڈالر کا قرض دینے والا مانا جائے پھر جب حساب بے باق کرتے وقت بینک کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ سے اتنی رقم وضع کرے تو اسی وقت اس کا تبادلہ بھی عمل میں آجائے۔ یہ معاملہ تبھی درست ہوگا جب حساب کی بے باقی کے دن کے تبادلہ کے نرخ سے ہو نہ کہ اس دن کے نرخ کے حساب سے جس سے کارڈ ہولڈر نے ڈالر نکالے تھے۔

اور اگر کارڈ ہولڈر اس کا استعمال رقم نکالنے کے لئے کارڈ جاری کرنے والے اس بینک کے علاوہ کی مشین پر کرے جس میں اس کا اکاؤنٹ ہو تو اس معاملہ کے صحیح ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ کارڈ ہولڈر کے بارے میں یہ مانا جائے کہ اس نے نکالی ہوئی رقم صاحب مشین سے ادھار لی ہے اور صاحب مشین اس رقم کو اس بینک کی طرف محول کرنے والا ہے جس نے اس کا کارڈ جاری کیا ہے، یہ حوالہ تمام فقہاء کے نزدیک صحیح ہے۔ اس لئے کہ کارڈ جاری کرنے والا (محال علیہ) صاحب کارڈ (محیل) کا مقروض ہے پھر اگر کرنسی ایک ہی ہے تو کوئی اشکال نہیں ہے اور اگر کرنسی مختلف ہے یعنی کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ میں ریال ہے اور اس نے مشین سے ڈالر نکالا ہے تو کارڈ جاری کرنے والے بینک پر واجب ہے کہ قرض دینے والے صاحب مشین سے

ادائیگی کے دن کے نرخ کے حساب سے تبادلہ کا عمل مکمل کرلے، نہ کہ اس دن کے نرخ کے حساب سے جس دن کارڈ ہولڈر نے ڈالر نکالے تھے۔

اس صورت میں ATM کا استعمال درست ہے۔

سامان کی خریداری میں ڈیبٹ کارڈ کے استعمال کی صورت

تاجر سے سامان کی خریداری میں اس کارڈ کے استعمال سے تین فریقوں کے درمیان تعلق وجود میں آتا ہے: کارڈ جاری کرنے والا، کارڈ ہولڈر اور تاجر یعنی سامان کا مالک، یہ تعلق اس تعلق کے مشابہ ہے جو اے ٹی ایم سے رقم نکالنے کی صورت میں وجود میں آتا ہے جب کارڈ جاری کرنے والے بینک کی مشین کو چھوڑ کر دوسرے بینک کی مشین سے رقم نکالی جائے۔ اس کی صحیح صورت یہ ہے کہ اسے حوالہ کا معاملہ مانا جائے۔ کارڈ جاری کرنے والا بینک کارڈ ہولڈر سے کہتا ہے کہ یہ کارڈ لو اور اس کے ذریعہ تاجر سے خریداری کرو، قیمت کی ادائیگی مت کرو اور تاجر کو میری طرف محول کردو۔ میں اسے رقم ادا کردوں گا اور کارڈ جاری کرنے والا تاجر سے کہتا ہے کہ میں تجھے قیمت حاصل کرنے کے لئے اس کارڈ کے جاری کرنے والے بینک کی طرف محول کرتا ہوں۔ لہذا جب خریداری ہوجائے گی تو حوالہ اپنے تمام ارکان اور شرائط کے ساتھ تینوں فریقوں کی رضامندی سے مکمل مانا جائے گا۔

ڈیبٹ کارڈ (DebiT Card) میں بینک کارڈ ہولڈر کا قرض دار (محال علیہ) ہوتا ہے اور کارڈ ہولڈر (محیل) اور کارڈ ہولڈر تاجر (محال) کا قرض دار ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ حوالہ قرض دار پر ہوا اور اس کے جواز پر فقہاء کا اتفاق ہے۔

اور اس کارڈ کو کفالہ سے متعلق کرنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ کفالہ کا مطلب ہے: مطالبہ میں ایک ذمہ کے ساتھ دوسرا ذمہ ضم کردینا اور اس میں قارض مکفول (مقروض) سے مطالبہ کرسکتا ہے اور کفیل سے بھی مطالبہ کرسکتا ہے جب کہ اس معاملہ میں قارض مکفول (کارڈ

ہولڈر) سے مطالبہ نہیں کرسکتا بلکہ وہ صرف بینک سے مطالبہ کرسکتا ہے اور یہ صورت صرف اس حوالہ میں ہوتی ہے جس میں دین مقروض (کارڈ ہولڈر) کی طرف سے محال علیہ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ اس کو وکالہ کہنا بھی درست نہیں ہے، کیونکہ کارڈ ہولڈر تاجر کو قیمت ادا کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔

چارج کارڈ (Charge Card) کی صورت

کبھی اس کارڈ کا استعمال اے ٹی ایم سے تبادلہ کے لئے ہوتا ہے اور کبھی ڈیبٹ کارڈ کی طرح سامان کی خریداری کے لئے لیکن اس میں ڈیبٹ کارڈ کی طرح استعمال کے وقت کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ میں رقم کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے کہ بینک اسے استعمال پر ایک مہینہ کی مہلت دیتا ہے۔ ایک مہینہ کے بعد بینک اسے بل پیش کرتا ہے۔ اگر وہ اس کی ادائیگی کردیتا ہے تو بینک اس سے اضافی رقم کا مطالبہ نہیں کرتا ہے اور اگر ادائیگی میں تاخیر کرتا ہے تو اس پر اضافی رقم مقرر کردیتا ہے۔ اضافی رقم کا یہ مطالبہ معاہدہ میں معروف ومشروط ہوتا ہے (بطاقات المعاملات المالیہ/ ۱۱۷)۔

قانونی طور پر اس کارڈ کی یہی حقیقت ہے۔ چنانچہ یہ ایک متعین مدت کے لئے قرض پر مشتمل ہوتا ہے، اس مدت کے اندر بینک کارڈ ہولڈر سے اضافی رقم کا مطالبہ نہیں کرتا ہے بلکہ متعین مدت پر تاخیر کرنے میں اضافہ کا مطالبہ کرتا ہے۔

لیکن بعض اسلامی بینک یہ کارڈ استعمال کرتے ہیں اور اضافی رقم عائد نہیں کرتے۔ نہ پہلی متعین مدت پر (مہینہ) اور نہ اس مدت (مہینہ) کے بعد ادائیگی میں تاخیر کرنے پر، اس میں سودی اضافہ کی شرط بھی نہیں ہوتی، بلکہ عدم ادائیگی کی صورت میں صرف اتنا کیا جاتا ہے کہ کارڈ ہولڈر کو نوٹس دے کر اس سے کارڈ واپس لے لیا جاتا ہے اور اس کی رکنیت ختم کردی جاتی ہے (حوالہ سابق)۔

یہ بات واضح ہے کہ چارج کارڈ اپنی قانونی حقیقت کے اعتبار سے تاخیر کی صورت میں اضافی سود کی ادائیگی کی شرط پر مشتمل ہوتا ہے۔لہٰذا اس شرط کی وجہ سے اس کا استعمال حرام ہے، کیونکہ یہ سودی معاملہ ہے۔اس لئے اس کی صورتوں سے بحث کرنا غیر مفید ہے۔ کیونکہ بحث کا مقصد شرعی حکم تک پہنچنا ہوتا ہے اور ہمیں حکم معلوم ہی ہو چکا ہے۔اب ہمیں صرف اس چارج کارڈ کی صورت پر غور کرنا ہے جس کا بعض اسلامی بینک استعمال کرتے ہیں اور اس میں سودی اضافہ کی شرط نہیں ہوتی ہے۔

مشین کے ذریعہ چارج کارڈ کے استعمال کی صورت

اگر کارڈ ہولڈر کارڈ کا استعمال بینک کی مشین پر کرتا ہے تو وہ قرض لینے والا ہوتا ہے، چاہے رقم کارڈ جاری کرنے والے بینک کی مشین سے نکالے یا کسی دوسرے بینک کی مشین سے، لیکن وہ کارڈ جاری کرنے والے بینک کا مقروض ہوتا ہے اگر اس کی مشین سے رقم نکالتا ہے اور دونوں کے درمیان قرض دینے والے اور مقروض کا تعلق ہوتا ہے۔لہٰذا اگر متعین مدت کے دوران کارڈ ہولڈر وہی کرنسی ادا کر دیتا ہے جو اس نے نکالی تھی تو کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر دوسری کرنسی میں ادائیگی کرتا ہے تو یہ صورت ذمہ میں عائد ادائیگی کے معاملہ پر مشتمل ہوگی اور یہ جائز ہے اگر تبادلہ کے دن کے نرخ کے حساب سے ہو۔

اور اگر دوسرے بینک کی مشین سے رقم نکالتا ہے تو کارڈ ہولڈر مالک مشین بینک کا مقروض اور اسے کارڈ جاری کرنے والے بینک کی طرف محول کرنے والا ہوگا۔ یہ حوالہ حنفی مسلک کے مطابق جائز ہے اگر چہ مقروض کے علاوہ کے ذمہ عائد ہوتا ہو۔

پھر کارڈ جاری کرنے والا بینک (محال علیہ) اگر کارڈ ہولڈر (محیل) پر عائد ہونے والا دین ادا کر دیتا ہے تو وہ کارڈ ہولڈر کو وہ رقم قرض دینے والا ہوگا جس کا مطالبہ اس نے بینک سے متعین مدت کے دوران کیا ہے، جس کا تذکرہ پہلے آ چکا ہے۔

چارج کارڈ کے ذریعہ سامان کی خریداری کی صورت

اگر کارڈ ہولڈر اس کارڈ کا استعمال تاجر سے سامان کی خریداری میں کرتا ہے تو وہ سامان کی قیمت کے بدلے تاجر کا قرض دار ہوجاتا ہے، چنانچہ وہ تاجر کو قیمت لینے کے لئے بینک کی طرف محول کردیتا ہے اور یہ حوالہ جائز ہے جیسا کہ میں پہلے ذکر کرچکا ہوں، پھر بینک کارڈ ہولڈر کو سامان کی قیمت قرض دینے والا ہوجاتا ہے جب وہ تاجر کو قیمت کی دائیگی کرتا ہے جس کا تقاضا بینک اس سے متعین مدت کے دوران کرتا ہے، اس کا تذکرہ پہلے ہوچکا ہے۔

چارج کارڈ کی یہی صورت اس وقت ہوتی ہے جب وہ قرض کی ادائیگی میں تاخیر پر سودی اضافہ کی شرح سے خالی ہو۔

اور اس کے بعد کچھ خطرات باقی رہتے ہیں جن پر انشاء اللہ آئندہ بحث کی جائے گی۔

لہذا چارج کارڈ کا استعمال جس میں تاخیر کی صورت میں سودی اضافہ کی شرط ہوتی ہے کریڈٹ کارڈ کے استعمال کی طرح غیر شرعی ہے، اس کا تذکرہ میں نے مقالہ کے شروع میں کیا ہے اور اس کے متبادل کا ذکر آگے آرہا ہے (بطاقات المعاملات المالیہ/ ۴۵-۴۶)۔

۵- مختلف قسم کے کریڈٹ کارڈوں پر شرعی تنقیدیں

ہر قسم کے کارڈ کے استعمال کے شرعی حکم سے متعلق پیش کی گئی آراء:

۵/۱ کریڈٹ کارڈ۔

۵/۲ چارج کارڈ۔

۵/۳ ڈیبٹ کارڈ۔

۵/۴ دوسرے کارڈ۔

تنقید: کریڈٹ کارڈ اور چارج کارڈ میں ادائیگی پر تاخیر کی صورت میں سودی اضافہ کی شرط ہوتی ہے۔ اس پر ایک تنقید یہی ہے کہ یہ دونوں کارڈ سودی اضافہ کے ساتھ قرض پر مشتمل

ہیں، یہی ایک پہلو ان دونوں کو رد کرنے اور ان کے متبادل کی تلاش کے لئے کافی ہے۔متبادل کا ذکر آگے آرہا ہے۔

سودی اضافہ کی شرط سے خالی چارج کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ پر تنقید

۱۔فیس

الف- اجراء یا رکنیت کی فیس

ب-تجدید کی فیس

ج -جلد تجدید کی فیس

د-ضائع ،تلف یا چوری ہونے پر کارڈ کے بدلے جانے کی فیس

اگر کارڈ جاری کرنے والا بینک ان دونوں قسموں کے کارڈ کی ایک ہی مقدار میں فیس لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور نہ اس پر کوئی مؤاخذہ ہے، اس لئے کہ یہ کام پر اجرت یا کارڈ کمپنی اور اس کے نمائندوں کی طرف سے کارڈ ہولڈر کو دی گئی منفعت پر اجرت کے قبیل سے ہوگا (مجلۃ الفقہ الاسلامی شمارہ ۷، ج ۱/ ۳۶۲، ڈاکٹر عبدالستار ۶۱۵، ڈاکٹر جوہری، نیز ڈاکٹر قری کی رائے کے لئے دیکھئے: شمارہ ۷، ج۷/ ۳۹۲-۳۹۳)۔

لیکن اگر بینک ڈیبٹ کارڈ جاری کرنے پر فیس نہیں لیتا اور چارج کارڈ پر فیس لیتا ہے یا چارج کارڈ کی فیس ڈیبٹ کارڈ سے زیادہ لیتا ہے تو اندیشہ ہے کہ چارج کارڈ پر بینک جو فیس لے رہا ہے وہ کارڈ ہولڈر کو دیئے گئے قرض پر خفیہ سودی اضافہ ہو۔ اسی لئے سب سے محفوظ راستہ یہ ہے کہ دونوں طرح کے کارڈ کی فیس یکساں ہو۔

۲۔کمیشن

کارڈ جاری کرنے والا بینک کارڈ ہولڈر سے نقد رقم نکالنے پر کمیشن لیتا ہے، چاہے وہ

کارڈ جاری کرنے والے بینک کی مشین کا استعمال کرے یا دوسرے بینک کی مشین کا (دیکھئے: مجموعہ دلتہ البرکہ الحلقۃ الفقہیہ السادسہ/ ۴۳)۔

اسی طرح کارڈ جاری کرنے والا بینک کارڈ کے استعمال سے ہونے والے تجارتی معاملات پر تاجروں سے واوچر کی قیمت میں سے ایک سے پانچ فیصد کے درمیان کمیشن لیتا ہے (مجموعہ دلتہ البرکہ الحلقۃ الفقہیہ السادسہ/ ۲۹، ۳۰، بطاقات المعاملات المالیہ/ ۵۲، نیز دیکھئے: مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی شمارہ ۷، ج ۱/ ۳۱۸، ڈاکٹر قری، مجموعہ دلتہ البرکہ، الحلقۃ الفقہیہ السادسہ/ ۳۴)۔

کبھی کبھی یہ کمیشن تاجر کا بینک اس وقت لیتا ہے جب وہ تاجر کو واوچر کی قیمت ادا کرتا ہے۔ اس صورت میں یہ کمیشن اس تاجر اور کارڈ جاری کرنے والے بینک کے درمیان تقسیم ہوجاتا ہے اور اگر کارڈ جاری کرنے والا بینک ہی تاجر کا بینک ہے تو سارا کمیشن وہ خود رکھ لیتا ہے (مجموعہ دلتہ البرکہ۔ الحلقۃ السادسہ/ ۳۴)۔

ڈیبٹ کارڈ سے نقد رقم نکالنے کی صورت میں کمیشن

اگر کارڈ جاری کرنے والے بینک کی کسی شاخ سے رقم نکالی گئی ہے تو کمیشن لینا جائز ہے، اس لئے کہ یہ کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ سے شاخ کی طرف رقم منتقل کرنے کے بدلے میں ہے۔

اور اگر کارڈ جاری کرنے والے بینک کی شاخ کے علاوہ کسی شاخ سے رقم نکالی گئی ہے تو وہ کارڈ ہولڈر کو قرض دینے والا ہوگا۔ اس صورت میں کمیشن لینے پر سود کا اندیشہ ہے۔

چارج کارڈ سے نقد رقم نکالنے کی صورت میں کمیشن

چارج کارڈ سے رقم نکالنا قرض ہے، چاہے وہ کارڈ جاری کرنے والے بینک کی شاخ سے ہو یا دوسرے بینک سے، لہذا اس کے کمیشن میں سود کا شائبہ ہے۔

تاجروں سے سامان کی خریداری کی صورت میں کمیشن

سوال: حقیقت میں یہ کمیشن کون ادا کرتا ہے؟ تاجر یا کارڈ ہولڈر یا خریدار؟

جواب: اگر تاجر کارڈ ہولڈر سے بغیر کسی اضافہ کے اسی قیمت پر فروخت کرتا ہے جس پر دوسروں سے فروخت کرتا ہے تو تاجر کمیشن کی ادائیگی سامان کی قیمت میں سے کرتا ہے۔

اور اگر تاجر دوسروں کے مقابلہ میں کارڈ ہولڈر سے زیادہ قیمت لیتا ہے تو وہ کمیشن کارڈ ہولڈر پر ڈالتا ہے، اس صورت میں اس کا ادا کرنے والا کارڈ ہولڈر ہوتا ہے۔

میں یہ حکم بعد میں ذکر کروں گا کہ تاجر ہی درحقیقت کمیشن ادا کرتا ہے، اس کی بنیاد اس قانون پر ہے جو تاجر کو کارڈ ہولڈر سے نقد کی صورت میں فروخت کے بھاؤ سے زیادہ قیمت لینے سے منع کرتا ہے (بطاقات المعاملات المالیہ، ۸۳)۔

ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ تاجروں سے سامان کی خریداری کی صورت میں کمیشن

یہ کمیشن کبھی تاجر سے اس کا بینک لیتا ہے جب کہ وہ خود واؤچر کی قیمت ادا کرتا ہے اور کبھی کارڈ جاری کرنے والا بینک لیتا ہے جب درمیان میں کوئی تاجر کا بینک نہیں ہوتا۔

اگر کمیشن تاجر کا بینک لیتا ہے مثلاً سامان کی قیمت سو روپے ہوتی ہے تو تاجر کا بینک دو روپے وضع کر لیتا ہے اور تاجر کو اٹھانوے روپے ادا کرتا ہے اور چونکہ تاجر کا بینک واؤچر پیش کرنے پر تاجر کو اٹھانوے روپے ادا کرتا ہے، پھر وہ کارڈ جاری کرنے والے بینک سے حساب بے باق کرنے کے ضابطہ کے تحت رقم حاصل کرتا ہے، اس لئے تاجر کا بینک سو روپے تاجر سے واؤچر کو جس کی قیمت سو روپے ہے، اٹھانوے روپے میں اس شرط پر خریدنے والا ہوتا ہے کہ وہ حساب بے باق کرتے وقت کارڈ جاری کرنے والے بینک سے سو روپے لے گا۔ چنانچہ وہ کمیشن میں سے اپنا حصہ وضع کر لیتا ہے اور کارڈ جاری کرنے والے بینک کو اس کا حصہ دے دیتا ہے۔ یہ صورت بل کی کٹوتی کی اس ممنوع صورت کے مشابہ ہے جس میں سود کا شبہ ہوتا ہے۔

اور اگر تاجر کے بینک کی شمولیت نہ ہو، کارڈ جاری کرنے والا بینک تاجر کو **بل** ادا کرے اور وہی کمیشن **لے** تو اس **صورت** میں طے ہے کہ کارڈ جاری کرنے والا بینک کارڈ کی قیمت جو سو روپے ہے، کارڈ ہولڈر کے بیلنس سے ادا کرے گا، اب اگر بینک سو روپے میں سے دو روپے کمیشن لیتا ہے تو یہ اس خدمت کے عوض ہے جو وہ تاجر کے لئے پیش کرتا ہے اور یہ **دلال** کی اجرت کے قبیل سے ہے جو جائز ہے، اس میں **بل** کی کٹوتی کا شبہ نہیں ہوتا ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ تاجر کا بینک کارڈ جاری کرنے والے بینک کا **وکیل** ہے، **لہذا** اس کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جائے جو کارڈ جاری کرنے والے بینک کے ساتھ کیا جاتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تاجر کا بینک تاجر کو اپنے **مال** سے ادائیگی کرتا ہے، پھر کارڈ جاری کرنے والے بینک سے اپنی ادا کی ہوئی رقم کا مطالبہ کرتا ہے۔

ہاں شبہ اس وقت رفع ہو جاتا ہے جب تاجر کا بینک پورے سو روپے تاجر کو ادا کر دے اور جب وہ کارڈ جاری کرنے والے بینک سے اسے **وصول** کر لے تو یہ تاجر کا بینک اس سے دو روپے کی ادائیگی کا مطالبہ کرے۔

چارج کارڈ کے ذریعہ تاجروں سے سامان کی خریداری کی صورت میں کمیشن

چارج کارڈ کے ذریعہ سامان کی خریداری کی صورت میں کمیشن پر سود کا شبہ ہے، اگر تاجر کا بینک تاجر کو سامان کی قیمت ادا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہے اور کمیشن کاٹ لیتا ہے، اس لئے کہ وہ تاجر کو اٹھانوے روپے ادا کرتا ہے اور ایک مدت کے بعد کارڈ جاری کرنے والے بینک سے سو روپے لیتا ہے اور یہ **بل** کی کٹوتی کے مشابہ ہے، جیسا کہ ہم نے ڈیبٹ کارڈ سے خریداری کی صورت میں کہا ہے۔

اور اگر ادائیگی کا ذمہ کارڈ جاری کرنے والا بینک لیتا ہے اور وہ کمیشن لیتا ہے تو وہ تاجر کے پاس گاہک بھیجنے کی خدمت کے مقابلہ میں لیتا ہے اور یہ دلالی کی اجرت کے حکم میں ہے جو جائز ہے۔

اس مسئلہ کی فقہی نوعیت یہ ہے کہ کارڈ ہولڈر تاجر سے سو روپے کا سامان خریدتا ہے اور سو روپے حاصل کرنے کے لئے تاجر کو کارڈ جاری کرنے والے بینک کی طرف محول کر دیتا ہے، تو جس وقت تاجر کارڈ جاری کرنے والے بینک سے سو روپے کا مطالبہ کرتا ہے اس وقت کارڈ جاری کرنے والے بینک کے لیے جائز ہے کہ اس سے دو روپے کمیشن کے طور پر کاٹ لے اور باقی تاجر کو ادا کر دے، اس صورت میں بل کی کٹوتی کا شائبہ نہیں ہوتا ہے اور کارڈ جاری کرنے والے کی طرف سے کارڈ ہولڈر سے سو کا مطالبہ اس حکم میں اثر انداز نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ سو روپے بینک کی طرف سے کارڈ ہولڈر کو سامان کی خریداری کے لئے دیا گیا قرض ہے جسے وہ استعمال کر چکا ہے، ہاں کبھی کبھار اس کمیشن پر سود کا شبہ ہوتا ہے جب وہ اس مدت کے اعتبار سے بدل جاتا ہو جس میں تاجر کارڈ جاری کرنے والے بینک سے ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے اور مدت کی زیادتی سے فیصد میں اضافہ ہو جاتا ہو۔

وہ کمیشن جس کی ادائیگی ممبر بینک عالمی تنظیم کو کرتے ہیں

یہ ایسا کمیشن ہے جس کی ادائیگی کارڈ جاری کرنے والے اور تاجر بینک سبھی متفق علیہ اور متعین چارٹ کے مطابق کرتے ہیں۔

یہ ان کاموں کے کے لئے خاص ہوتا ہے جن کے انجام دینے میں عالمی تنظیم رابطے، مراسلات اور حسابات کی بے باقی نیز ممبران کو تنظیم کے تابع چیک کے استعمال کا اہل بنانے کی سطح پر فریقین کے درمیان واسطہ بنتی ہے (قطاع الاسوال-مجموعۃ دلۃ البرکۃ-الحلقۃ الفقہیہ السادسۃ ۴۳،۴۳، ۱۳، ۱۴)۔

ان خدمات کے عوض لئے جانے والے کمیشن پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تنظیم اپنا سارا خرچ مختلف صورتوں سے پورا کرتی ہے، مثلاً اپنے ممبران سے، ہر خریداری پر لی جانے والی فیس سے یا نقد رقم نکالنے پر لئے جانے والے کمیشن سے (الحلقۃ الفقہیہ السادسۃ ۳)۔

اندیشہ ہے کہ ان صورتوں میں شرعی حیثیت سے اعتراضات وارد ہوں۔

۳- تاخیر کی صورت میں کارڈ ہولڈر پر تاوان عائد کرنا

تمام سودی بینک کارڈ ہولڈر کے قرض کی ادائیگی میں تاخیر پر ہر دن کے حساب سے اضافی سود عائد کرتے ہیں، یہ کھلا ہوا سود ہے۔ بعض ایسے کارڈ ہولڈر پر جو قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرتے ہوں تاوان عائد کرنا بعض فتوؤں کے اعتبار سے جائز ہے بشرطیکہ وہ تاوان کی رقم رفاہی کاموں میں صرف کردی جائے اور بینک اس سے استفادہ نہ کرے (مجموعہ دلۃ البرکہ- قطاع الاموال- الحلقۃ الفقہیہ السادسہ/ ۵۱-۵۲)۔

میری رائے کے مطابق یہ تاوان اضافی رقم کی ہی طرح سود ہے جس کا عائد کرنا جائز نہیں اور اس کو نیک کاموں میں خرچ کرنے سے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔

۴- سونے چاندی کی خریداری کے لئے کارڈ کا استعمال

بعض فتوؤں کے مطابق کارڈ کے استعمال سے سونے چاندی کی خریداری تاجروں سے جائز ہے، ان فتوؤں کی بنیاد اس پر ہے کہ کارڈ ہولڈر کا دستخط کردہ ادائیگی کا واؤچر اس رقم کی ادائیگی کا پختہ ذریعہ ہے جو تاجر بینک کو ادا کرتے ہی کیش ہو جائے گی، اس سے سونے چاندی کی بیع میں باہمی قبضہ کی شرط پوری ہو جاتی ہے اور اس کی حیثیت بذریعہ چیک ادائیگی کی ہے جو شرعاً جائز ہے (فتوی ہیئۃ الرقابۃ الشرعیہ بیت التمویل الکویتی، بحوالہ قطاع الاموال، مجموعہ دلۃ البرکہ الحلقۃ الفقہیہ السادسہ/ ۴۱، ۴۴)۔

میں اس فتوے سے اتفاق نہیں کرتا، اس لئے کہ شرعاً سونے چاندی کی خریداری میں جو فوریت مطلوب ہے وہ کارڈ سے خریداری پر پوری نہیں ہوتی ہے، اس لئے کہ کارڈ ہولڈر جس وقت کارڈ پیش کرتا ہے اسی وقت اسے سونا مل جاتا ہے اور وہ واؤچر پر دستخط کر دیتا ہے، تاجر کو قیمت ادا نہیں کرتا ہے اور تاجر کو قیمت تاجر بینک دیتا ہے، یا وہ بینک جس نے کارڈ جاری کیا ہے اس وقت جب تاجر اس کے سامنے ایک آپس میں طے شدہ مدت کے بعد واؤچر پیش کرتا ہے اور تاجر

بینک کی صورت میں یہ مدت اس کے واؤچر حاصل کرنے سے تین دن تک ہوسکتی ہے (حوالہ سابق ر ۳۳-۳۴)۔

یہ بیت التمویل الکویتی کے فتوی سے مختلف ہے جس میں تاجر بینک کو واؤچر پیش کرتے ہی رقم کی ادائیگی ہوجاتی ہے۔

اور اگر یہ فتوی صحیح بھی ہو کہ تاجر بینک واؤچر پیش کرتے ہی سونے کی قیمت فوراً ادا کردیتا ہے تو ایک مجلس میں باہمی قبضہ کی شرط نہیں پوری ہوتی ہے، اس لئے کہ جس مجلس میں تقابض کی شرط متحقق ہونا واجب ہے وہ خریداری کی مجلس ہے جس میں کارڈ ہولڈر اور تاجر کے درمیان سونے کی خرید فروخت ہوتی ہے، نہ کہ تاجر بینک کو واؤچر پیش کرنے کی مجلس۔

اور کریڈٹ کارڈ کو اس بنیاد پر چیک پر قیاس کرنا کہ دونوں ہی ادئیگی کا ذریعہ ہیں، قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ چیک فی الحال ادائیگی کا ذریعہ ہے، لہذا اس پر قبضہ ہونا حکماً رقم پر قبضہ ہونا ہے اور کریڈٹ کارڈ بعد میں ادائیگی کا ذریعہ ہے، اس لئے کہ تاجر کو اپنے فروخت کردہ سونے کی قیمت ایک مدت کے بعد ہی مل سکے گی اور یہی پہلو شرعی طور پر قابل اعتراض ہے۔

بذریعہ کارڈ سونے چاندی کی خریداری کی گنجائش

بذریعہ کارڈ سونے چاندی کی خریداری اس وقت ممکن ہے جب کارڈ ہولڈر تاجر سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ اسے سونے اور چاندی کی ایک مقدار قرض دے دے اور واؤچر پر قرض کو لکھ دے۔ چونکہ کارڈ جاری کرنے والے بینک، کارڈ ہولڈر اور تاجر کے درمیان تعلق حوالہ کا ہے اس لئے کارڈ ہولڈر جس نے تاجر سے سونا قرض لیا ہے اس صورت میں تاجر کا مقروض ہوجائے گا جو اس کو پہلے ذکر کئے گئے طریقہ کے مطابق کارڈ جاری کرنے والے بینک کی طرف محول کردے گا اور جب تاجر ادائیگی کے مطالبہ کے لئے بینک کو واؤچر پیش کرے گا تو اگر بینک کے پاس سونا ہوگا تو وہ سونے سے ادائیگی کردے گا اور اگر اس کے پاس سونا نہیں ہوگا تو تاجر کے ساتھ آپسی اتفاق سے

ادائیگی کے دن کے سونے کے نرخ سے نہ کہ قرض کے دن کے حساب سے ادائیگی کی کرنسی کا تعین کرلے گا، اسی طریقہ پر جس کا تذکرہ میں نے کارڈ ہولڈر کے ذریعہ کارڈ جاری کرنے والے بینک کے علاوہ دوسرے بینک کی مشین سے نقد رقم نکالنے کی صورت میں کیا ہے (دیکھئے: حوالہ سابق/۱۱)۔

۵- کارڈ کے استعمال کے سلسلے میں کارڈ ہولڈر کی آزادی

یہ معلوم ہے کارڈ ہولڈر کارڈ کے استعمال میں آزاد ہے، جہاں چاہے استعمال کرے اور بعض کارڈ ہولڈر کارڈ کا ایسا استعمال کرتے ہیں جس کو اسلامی شریعت ممنوع قرار دیتی ہے مثلاً شراب کی خریداری کرنا، ایسی صورت میں کارڈ جاری کرنے والے بینک کا موقف کیا ہوگا؟

بعض بینکوں نے اس کا ایک صحیح حل یہ نکالا ہے کہ کارڈ کی شرائط میں اس کی صراحت کردیتے ہیں کہ اگر کارڈ ہولڈر اس کا غلط استعمال کرتا ہے تو بینک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اسے کالعدم کردے خاص طور سے اس وقت جب اسے ایسی خدمات، کام اور اشیاء کی خریداری کے لئے استعمال کیا جائے جو شریعت اسلامیہ کے منافی ہوں۔

اس میں اس صراحت کا اضافہ کردینا بھی مناسب ہوگا کہ واؤچر کی قیمت ادا کرنے کا پابند بینک نہیں ہوگا۔

ہر طرح کے کریڈٹ کارڈ کے استعمال سے متعلق ظاہر کی گئی آراء کے درمیان ترجیح اور شرعی رائے کا خلاصہ:

۶/۱ کریڈٹ کارڈ

۶/۲ چارج کارڈ

۶/۳ ڈیبٹ کارڈ

۶/۴ دوسرے کارڈ

یہ بات واضح ہوگئی کہ ایسے ڈیبٹ کارڈ اور چارج کارڈ کے ذریعہ جو سود سے پاک

ہوں ان احکام کی پابندی کرتے ہوئے جن کا پہلے تذکرہ ہوالین دین کرنا شرعاً جائز ہے۔

جہاں تک سود پر مشتمل کریڈٹ کارڈ اور چارج کارڈ کے استعمال کا تعلق ہے تو وہ جائز نہیں ہے۔

کریڈٹ کارڈ کا متبادل

(ڈاکٹر محمد علی القری نے اس کارڈ کا متبادل پیش کیا ہے اور اسے "مرابحہ کارڈ" کا نام دیا ہے۔ مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے اور نہ میں نے کسی عالم کو اس سے اتفاق کرتے ہوئے دیکھا ہے)۔

کریڈٹ کارڈ ہولڈر اپنی ضروریات کا سامان، خدمات اور نقد رقم اس کے ذریعہ حاصل کرسکتا ہے، اس کی قیمت اسے فوراً نقد نہیں ادا کرنی ہوتی ہے، اس لئے کہ قیمت کارڈ جاری کرنے والا بینک ادا کرتا ہے اور کارڈ ہولڈر پر قرض چڑھا دیتا ہے جو وہ اس سے قسط وار وصول کرتا ہے اور اس پر اضافی سود بھی لیتا ہے جو اس معاملہ سے اس کی کمائی ہے، یہ غیر شرعی کمائی ہے، تو کیا کوئی ایسا متبادل ہے جو کارڈ ہولڈر اور کارڈ جاری کرنے والے کے وہ مقاصد پورے کردے جو کریڈٹ کارڈ کرتا ہے؟

ہاں! ایسا متبادل موجود ہے جو کارڈ ہولڈر کو فوراً قیمت ادا کئے بغیر سامان کی خریداری کی سہولیات فراہم کرتا ہے اور کارڈ جاری کرنے والے کو کارڈ ہولڈر کے ساتھ معاملہ کرنے میں جائز نفع پہنچاتا ہے۔

یہ متبادل ہے قسط وار فروخت کا کارڈ: یہ اس طرح ہوگا کہ کوئی اسلامی بینک یا ایک ساتھ تمام اسلامی بینک قسط وار فروخت کی منڈیاں قائم کریں جن کے یا تو وہ پوری طرح مالک ہوں یا وہ ان میں کسی ادارے یا تاجر کے شراکت دار ہوں، اس سے کارڈ ہولڈر جو چاہے قسط وار خرید سکے، اس معاملہ سے بینک کو جو حلال فائدہ ملے گا وہ سامان کی نقد قیمت اور ادھار قیمت کے درمیان کا فرق ہوگا۔ یہ اضافہ جمہور فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔ اس لئے کہ بیع میں مدت ثمن کا

ایک حصہ ہے بخلاف قرض کے۔ اسی لئے یہ تبادل کارڈ نقد رقم نکالنے کے لئے درست نہ ہوگا۔

یہ تبادل پائے تکمیل کو پہنچ جائے اگر سارے اسلامی بینک ویزا تنظیم وغیرہ سے معاملہ کرنے کی بجائے اپنی ایک مخصوص تنظیم (اسلامی تنظیم) بنالیں۔ اس کے اپنے اصول وقوانین ہوں، اس میں تمام اسلامی بینکوں کی شمولیت ہو اور یہ اپنا خاص کارڈ جاری کرے۔

توفیق دینے والا اور راہ راست کی رہنمائی کرنے والا اللہ ہی ہے۔

کریڈٹ کارڈ کی حقیقت، اس کی اقسام اور شرعی حکم

شیخ محمد مختار سلامی ☆

یہ صورت معاملہ حیرت انگیز حد تک پہنچی ہوئی معرفت انسانی کی پیداوار ہے جس نے دور دراز کے فاصلے مٹا دیئے اور انسان کو تمام زمینی رکاوٹوں پر غلبہ عطا کر کے گویا پورے روئے زمین کو ایک یونٹ میں تبدیل کر دیا۔ یہ اسی انقلاب کی دین ہے کہ اب سے پہلے بعض مسائل میں وحدت مکان سے متعلق عائد کی جانے والی شرط، اسی طرح قرب وبعد کا تصور اور ان پر مرتب ہونے والے مختلف احکام بھی یکسر تبدیل ہو گئے۔ لین دین اور معاملات کے بعض ارکان وشرائط پر اس کا غیر معمولی اثر پڑا ہے۔ فاصلوں کے باوجود اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سارے عقود ومعاملات ایک ہی جگہ طے پا رہے ہیں۔

پیش نظر موضوع کے تین بنیادی محاور ہیں:

الف- کارڈ کی حقیقت: اس کی اقسام، اس کی قانونی حیثیت اور دوسرے کارڈ سے اس کا امتیاز۔

ب- کارڈ کے استعمال سے پیدا شدہ مندرجہ ذیل تعلقات کی نوعیت:

۱- کارڈ جاری کرنے والے اور کارڈ ہولڈر کے مابین تعلق۔

۲- کارڈ جاری کرنے والے اور تاجر کے مابین تعلق۔

۳- کارڈ ہولڈر اور تاجر کے مابین تعلق۔

☆ مفتی اعظم تونس۔

ج - کریڈٹ کارڈ کے ناجائز استعمال سے متعلق سوال اورتعزیراتی جواب دہی۔

زیادہ بہتر ہوگا کہ ایک تمہید کے ذریعہ اہم پہلوؤں کی وضاحت کردی جائے:

۱- کارڈ دراصل موجودہ دور کی اس تہذیب کی دین ہے جس نے ماضی قریب کی صدیوں میں دنیا کی باگ ڈور سنبھالی ہے، اس نے شخصی مفادات کومقدم رکھا ہے اورانسان کومکمل آزادی فراہم کرنے کا کام انجام دیا ہے، کیونکہ انسان ہی اس کے نزدیک وہ محور ہے جس کے اردگرد آزادی گھومتی ہے اور یہ فعالیت کی انتہا ہے۔اس کے پیش نظر ریان اسمتھ کا یہ نظریہ ہے کہ انسان کوعمل کے لئے آزاد چھوڑ دو، اس نظریہ نے اس کوسماجی اوراقتصادی نظاموں میں ایک لاثانی مقام عطا کیا ہے۔

انسانوں کی ایک بڑی تعداد نے اپنی سیاست اورذہانت کا استعمال کرکے بہت منافع کمائے اوراقتصادیات کو اپنے ذاتی مفادات کا تابع بنالیا۔ یہ لوگ اپنے اکھٹے کئے ہوئے مال ودولت پر مطمئن ہیں، دوسری طرف سرمایہ دارانہ حرص بڑھتی چلی جارہی ہے اور شخصی دولت اندوزی اس حدتک بڑھ گئی ہے کہ بڑے بڑے اہل ثروت کا سرمایہ بعض ملکوں کے بجٹ سے بڑھ کرہے۔

۲- دولت کی یہ کثرت اوراس کی بڑھتی ہوئی یہ تحریک دوذرائع سے وجود میں آئی ہے:

ا- ان بین براعظمی کمپنیوں کے ذریعہ جو اپنی عظیم اقتصادی طاقت کی بناپر ملکوں کی سیاست پر حاوی ہوچکی ہیں، یہ ان پر اپنے مفادات تھوپ کر مارکیٹ پر مزید اپنا اثر ورسوخ بڑھا رہی ہیں تاکہ بازار پر ان کا رواج ہوجائے، ان کے قدم جم جائیں، پیداوار پر ان کو پوراغلبہ حاصل ہوجائے اورکائنات کے تمام مال واسباب ان کے زیردست آجائیں۔

۲- مال کوذخیرہ اندوزی سے صرف کی طرف منتقل کرنے کے لئے افراداورمعاشرہ پر اثر انداز ہونے کی کوشش۔لہذا انہوں نے اس کی پوری پوری کوشش کی کہ عظیم الشان اقتصادی

تحریک برابر ترقی کے راستہ پر گامزن رہے اور کمپنیاں اپنی مصنوعات بازار میں لاتی رہیں۔ علمی تجزیوں نے لوگوں پر ایسا نشہ طاری کردیا کہ وہ ضرورت، حاجت اور کمال کے مابین فرق کرنا بھول گئے، بازار میں جو نئی چیز بھی آ گئی اس پر ٹوٹ پڑے، خریدتے جاتے ہیں، خریدتے جاتے ہیں، اگر چہ ان کا مالی بجٹ اس کی اجازت نہ دیتا ہو اور سرمایہ دارانہ قوت جو کہ انسان کی فکر اور محنت سے تیار کردہ تمام موجودہ اشیاء پر اپنا تسلط جمائے ہوئے ہے، آئندہ وجود میں آنے والی چیزوں کو بھی نگل جانے کے لئے تیار بیٹھی ہے۔ لہذا مستقبل میں ان کی محنتوں کے نتائج اس کے ہاتھ میں ہوں گے۔ مزدور اور متوسط طبقے غلام بن چکنے کے باوجود خود کو آزاد سمجھتے ہیں اور سرمایہ دارانہ طاقت صرف مال و دولت اور پیداوار کی طاقتوں ہی پر قابض نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ ماضی، حال اور مستقبل میں انسان کی محنتوں پر بھی قابض ہے۔ مزدوروں نے اپنا آرام بیچ دیا اور اس کے بدلے ساز و سامان خرید لیا، انہوں نے مزید درد و غم کو گلے لگا لیا جس سے لاعلاج نفسیاتی امراض پیدا ہوئے۔ مستقبل میں انسان کو غلام بنانے اور اس کی اپنی کمائی ہوئی دولت پر اس کے ہاتھ میں آنے سے پہلے قبضہ کر لینے کی واحد صورت یہ تھی کہ قرض لین دین کو زیادہ سے زیادہ آسان کیا جائے۔

انہوں نے سفر و حضر میں گھر، گاڑی، ساز و سامان، دوسری ضروری چیزیں اور زیب و زینت کے سامان قسطوں پر فروخت کرنا شروع کیا یہاں تک کہ چھٹیوں میں تفریح منانے کا بھی مالی فائدہ اٹھایا گیا۔ سرمایہ نے اپنی دونوں دھاروں سے انسانی سرمایہ کو ذبح کردیا، ایک طرف اس نے سامان فروخت کر کے نفع حاصل کیا اور دوسری طرف تاخیر کی صورت میں سود بھی وصول کیا، پھر ان کمپنیوں کو معلوم ہوا کہ خرچ کرنے کی کاروائیاں جتنی آسان ہوں گی ان کی دولت کا دائرہ اتنا ہی بڑھے گا۔ یہ ایک بدیہی بات ہے جسے ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ نقد خرچ کرنے اور بذریعہ چیک خرچ کرنے میں کیا فرق ہے۔

چیک اور ان دستاویزات نے جس پر آج انسانی معاملات منحصر ہیں، خرچ کو آسان بنا

دیا ہے، پہلے مزدور نقد پاتا تھا تو اسے شمار کرتا تھا، اسے دیکھ کے خوش ہوتا، اپنے کپڑے میں سب سے محفوظ جگہ پر اس کو رکھتا اور کئی کئی بار اس کو گنتا اور جب بھی وہ اس کی طرف متوجہ ہوتا تو دیکھتا کہ کتنا بچا اور کتنا خرچ ہوگیا، اس سے نقد رقم سے اس کی قربت، اس کی محبت اور اس کی قدر میں اضافہ ہوتا لیکن اب نقد کی جگہ چیک نے لے لی جس کی وجہ سے صاحب مال کے دل میں مال کی قدر و اہمیت نہ رہی اور اس کا خرچ کرنا اس کے لئے آسان ہوگیا۔ خریداری کے نتائج اقتصادی قوت و کمزوری کا معیار ہیں۔ یہ کمپنی کے مالکان ہر ہفتہ خریداری کے اتار چڑھاؤ کا حساب لگاتے ہیں اور اس سے پتہ لگاتے ہیں کہ معیشت محفوظ ہے اور ترقی کر رہی ہے یا پھر خسارہ میں ہے اور اسے بحران لاحق ہے۔ میرے نزدیک زیر بحث کریڈٹ کارڈ کا جو بیسویں صدی کے ربع اخیر میں معرض وجود میں آیا، پہلا محرک یہی ہے، اس نے اس وقت کی حیرت انگیز ترقی یافتہ الکٹرونک ایجادات نیز نہایت تیز رفتار مواصلات سے فائدہ اٹھایا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے مثبت پہلو بھی ہیں جو معاشی طور پر ترقی یافتہ ممالک اور غیر ترقی یافتہ یا فقر سے نکلنے کی کوشش کرنے والے ممالک کے درمیان درجہ میں یکساں نہیں ہیں۔

اس تمہید سے میرا مقصد کریڈٹ کارڈ کے استعمال سے ڈرانا نہیں ہے بلکہ میرا مقصد صرف اتنا ہے کہ لوگوں کو اس طرف متوجہ کروں کہ وہ امت مسلمہ کی ایسی تربیت کریں جس سے امت اپنے ذہن کی صحیح رہنمائی کر سکے۔ ایسی تربیت جو عقل کو اپیل کرتی ہے نہ کہ جذبات کو، ایسی تربیت جو ذمہ داری کا احساس دلاتی ہے اور اسے بخل اور فضول خرچی سے بچا کر درمیانی راستہ اختیار کرنے کی تلقین کرتی ہے۔

کریڈٹ کارڈ کی تعریف: یہ دو لفظوں سے مرکب ہے: "کارڈ" اور "کریڈٹ"

یہ کارڈ پلاسٹک کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جس کی چند عالمی متعین فنی خصوصیات ہیں۔ یہ اپنے جاری کرنے والے مختلف اداروں کے درمیان قدر مشترک کے طور پر ہوتا ہے۔ یہ خصوصیات اس بات کی ضمانت ہوتی ہیں کہ کارڈ پوری طرح محفوظ رہے گا، نہ اس کی جعلی کاپی تیار کی جائے گی اور نہ

اس کی تفصیلات کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی جاسکتی ہے۔

اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ اگلے حصہ پر مندرجہ ذیل تفصیلات ہوتی ہیں:

نام اور جاری کرنے والے ادارے کا مونوگرام، اس عالمی ادارہ کا نام اور مونوگرام جس کے اصول وضوابط کا کارڈ پابند ہو جیسے ویزا یا امریکن ایکسپریس وغیرہ، کارڈ کا نمبر جو عرفی طور پر سولہ ہندسوں سے مرکب ہوتا ہے۔ صاحب کارڈ کا نام، مدت کارختم ہونے کی تاریخ۔

اس کے پچھلے حصہ پر مندرجہ ذیل تفصیلات ہوتی ہیں:

ایک ایسا مقناطیسی ٹیپ ہوتا ہے جس میں صاحب کارڈ کی تمام مخصوص تفصیلات محفوظ ہوتی ہیں، اس کے استعمال کی متعین حد مذکور ہوتی ہے۔ صاحب کارڈ کے دستخط کے لئے مخصوص ٹیپ ہوتا ہے، صاحب کارڈ کے دستخط کے لئے مخصوص ٹیپ پر کارڈ کا نمبر چھپا ہوتا ہے۔ ایک ایسی علامت ہوتی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ صاحب کارڈ کارڈ کو استعمال کر کے فوری طور پر ان کیش مشینوں سے جن کی علامت بعینہ وہی ہو جو اس کارڈ کی ہے، اپنی مطلوبہ رقم نکال سکتا ہے، کارڈ جاری کرنے والے بینک کی مخصوص قانونی ہدایت ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کارڈ بینک کی ملکیت ہے اور ملنے پر جاری کرنے والے ادارہ کو اسے لوٹانا ضروری ہے۔

جہاں تک کہ ائتمان (کریڈٹ) کا تعلق ہے تو اس کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''فإن أمن بعضكم بعضاً فليؤد الذى اؤتمن أمانته''۔

شیخ ابن عاشور کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے ایک شخص دوسرے شخص کی امانت پر بھروسہ کرے (التحریر والتنویر ۳/ ۱۲۳)۔

اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ نے کریڈٹ کارڈ کی تعریف یہ کی ہے:

'' یہ ایک ایسی دستاویز ہے جسے کارڈ جاری کرنے والا (بینک) اصلی یا اعتباری شخص (کارڈ ہولڈر) کو آپس میں طے شدہ ایک معاہدہ کی بنیاد پر حوالہ کرتا ہے، یہ دستاویز کارڈ ہولڈر کو فوراً قیمت ادا کئے بغیر ان تاجروں سے سامان کی خریداری یا خدمات حاصل کرنے پر قادر بناتی

ہے جو اس دستاویز پر اعتماد کرتے ہیں، اس لئے کہ قیمت کی ادائیگی بینک کی ذمہ داری ہو جاتی ہے، اس صورت میں قیمت کی ادائیگی بینک کے اکاؤنٹ سے ہوتی ہے، پھر بینک وہ رقم کارڈ ہولڈر سے ایک متعین مدت میں وصول کرلیتا ہے، کچھ بینک ایسے ہیں جو مطالبہ کی متعینہ مدت گذر نے جانے کے بعد غیر ادا کردہ مجموعی بیلنس پر سود عائد کرتے ہیں اور کچھ سود عائد نہیں کرتے، (مجلۃ المجمع شمارہ ۱۲ ج ۳/ ۶۷۸)۔

جدہ فقہ اکیڈمی نے اس قرارداد سے پہلے اسی سے ملتا جلتا ایک فیصلہ کیا تھا جس میں یہ اضافہ تھا: "اس دستاویز کی ایک قسم وہ ہے جس کے ذریعہ بینکوں سے نقد روپے نکالے جاسکتے ہیں۔

یہ کارڈ تاجر کو یہ اعتماد فراہم کرتا ہے کہ اس کے واسطہ سے اس نے جو کچھ بھی صاحب کارڈ سے فروخت کیا ہے اس کی قیمت کی ادائیگی ہوجائے گی۔ یہ تعریف مناطقہ کی تعبیر کے مطابق اس کارڈ کی تمام اقسام کو محیط نہیں ہے۔ کیونکہ عقد کارڈ جاری کرنے والے اداروں کے اپنے تصور کے اعتبار سے شرائط میں مختلف ہوتا رہتا ہے، اسی وجہ سے کارڈ کی مختلف اقسام کے درمیان بھی فرق واقع ہوجاتا ہے۔

اس کی تعریف اس وقت واضح ہوجائے گی جب اس کارڈ کا استعمال کرنے والے مختلف فریقوں کا ذکر کیا جائے گا اور ان میں سے ہر فریق کے حقوق فرائض نیز اس سلسلہ میں شرعی احکام منضبط کئے جائیں گے۔

مذکورہ کارڈ استعمال کرنے والے متعدد فریق

۱ – مرکزی ادارہ

یہ وہ ادارہ ہے جو اس کارڈ کے جاری کرنے والے تمام اداروں کے درمیان مشترک حدود میں اس کارڈ کے ذریعہ لین دین کا طریقہ وضع کرتا ہے۔ سالانہ زر اشتراک ادا کر کے کوئی بھی خواہش مند بینک اس میں شامل ہوسکتا ہے، پہلے یہ رقم تین ماہ پر ادا کی جاتی تھی، لیکن یہ اب

ہر مہینے ادا کرنی ہوتی ہے۔اس ادارہ کی سب سے بڑی آمدنی وہ چندے ہیں جو کمپنیوں اور بینکوں کی طرف سے اسے دیئے جاتے ہیں۔اس ادارہ کا مقصد نفع کمانا نہیں بلکہ صرف اپنے اخراجات پورے کرنا ہے، اس کا ایک مقصد ترقی کے لئے مالی ذرائع پیدا کرنا، ہر نئی ٹکنالوجی کو منظر عام پر لانا، سروس فراہمی کے ذمہ داروں اور سپروائزروں کو تربیت دینے اور انہیں فنی وسائل سے متعارف کرانے کے لئے سیمینار منعقد کرنا ہے۔

۲-بینک

یہ وہ مالی ادارہ ہے جس کی شراکت مذکورہ مرکزی ادارہ ''ویزا''،''امریکن ایکسپریس''، ''ماسٹر کارڈ'' وغیرہ میں ہوتی ہے اور یہ اپنے گاہک کو وہ کارڈ دیتا ہے جس کے ذریعہ وہ ان لوگوں سے معاملہ کر کے اپنی ضرورت پوری کرسکتا ہے جو اسے تسلیم کرتے ہوں۔

اس کارڈ کے سپرد کرنے کا نتیجہ

صاحب کارڈ اگر اسے استعمال کر کے خریداری کرتا ہے یا دوسری خدمتیں حاصل کرتا ہے یا نقد رقم نکالتا ہے تو ان تمام رقوم کی ادائیگی بینک کی ذمہ داری ہوجاتی ہے، کیونکہ اس کے پاس اس بینک کا کریڈٹ کارڈ ہے۔کارڈ کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں جن کی تفصیل آگے آئے گی۔

۳-تاجر بینک

یہ بینک ان تاجروں، ہوٹلوں اور سروس کمپنیوں کا دائرہ وسیع کرنے کی جد وجہد کرتا ہے جو اس کارڈ کے ذریعہ معاملات کو قبول کرتے ہیں۔

یہ کارڈ کا استعمال کرنے والوں کو ایسی الیکٹرانک مشین دیتا ہے جس سے ضرورت کے وقت کارڈ کی تفصیلات معلوم کی جاسکتی ہیں اور اسے جاری کرنے والے بینک سے رابطہ کیا جاسکتا ہے، اسی طرح یہ کارڈ ہولڈر کے دستخط کردہ کاغذات کو جن میں اس کے ذمہ عائد رقوم کا اندراج ہوتا ہے، قبول کرتا ہے۔

۴-کارڈ ہولڈر

وہ شخص جو کارڈ جاری کرنے والے بینک کو کارڈ جاری کرنے کی درخواست دیتا ہے، اگر بینک اتفاق کرتا ہے تو اس نوع کا کارڈ جاری کردیتا ہے جس کے متعلق دونوں کے درمیان معاہدہ ہوتا ہے۔ یہ کارڈ ہولڈر ہی اصل محور ہے۔ یہ نظام بنا ہی اسی لئے ہے کہ اس کے لئے خرچ کرنے کا کام آسان بنایا جائے۔

۵-خرچ کا دائرہ

یہ کارڈ اپنے حامل کو ان تجارتی مراکز سے سامان کی خریداری کا موقع فراہم کرتا ہے جو اسے رقم کی ادائیگی کا وسیلہ تسلیم کرتے ہیں نیز اس کے ذریعہ ہوائی جہازوں کے ٹکٹ اور اسی طرح وسائل نقل وحمل کی خریداری کی بھی اجازت ہوتی ہے۔ اس کے ذریعہ ہوٹل اور ریستوران میں قیام کرنے والا ہوٹل کا بل بھی ادا کرسکتا ہے۔

کارڈ ہولڈر اس کارڈ کا استعمال کر کے کارڈ جاری کرنے والے بینک سے یا صرف اس سے مربوط الیکٹرانک مشینوں سے یا پھر متعدد بینکوں سے جن میں سے ایک کارڈ جاری کرنے والا بینک بھی ہے، رقم بھی نکال سکتا ہے۔ اس کی صراحت کارڈ میں ہوتی ہے۔

مذکورہ کارڈ کے استعمال کا طریقہ

کارڈ ہولڈر یہ کارڈ اس فریق کو پیش کرتا ہے جس سے اس کا معاملہ ہوتا ہے تا کہ اس کے ذریعہ مطلوبہ رقم کی ادائیگی ہوسکے، فریق معاملہ کوئی بھی ہوسکتا ہے، ہوٹل، ایئرلائنز، ریستوران وغیرہ۔

رقم کا مستحق فریق بطور احتیاط کارڈ کی چیکنگ کرتا ہے کہ اس کی مدت کار کیا ہے، اس کے حامل کی شناخت کیا ہے اور یہ کہ جو رقم اس پر عائد ہوتی ہے وہ کارڈ میں موجود مقدار سے متجاوز تو نہیں ہے۔ اگر متجاوز ہے تو وہ تاجر بینک سے رابطہ کرتا ہے، تا کہ اگر وہ چاہے تو اجازت دے اور

بصورت تجاوز معاملہ ہو جائے اور اگر وہ اجازت نہیں دیتا ہے تو معاملہ نہیں ہوتا ، پھر وہ کارڈ ہولڈر کو ایک فارم دیتا ہے جس کی تین کاپیاں ہوتی ہیں، ان میں اس کے ذمہ عائد رقم کا عدد اور الفاظ میں اندراج ہوتا ہے۔ کارڈ ہولڈر اس پر دستخط کرتا ہے اور اس کی ایک کاپی لے لیتا ہے اور ایک کاپی تاجر اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔

پھر تاجر تیسری کاپی لے کر تجارتی بینک جاتا ہے اگر وہ کارڈ کے اس نظام میں تجارتی بینک کے واسطہ سے شامل ہوتا ہے ورنہ وہ براہ راست کارڈ جاری کرنے والے بینک کے پاس جاتا ہے، بل پیش کرتے ہی اس کی رقم کی ادائیگی ہوجاتی ہے اور اس کی قیمت سے ایک متعین تناسب جو عموماً چار فیصد سے زیادہ نہیں ہوتا ، وضع کرلیا جاتا ہے، پھر تجارتی بینک کارڈ جاری کرنے والے بینک سے وہ رقم حاصل کرلیتا ہے جو اس نے تاجر کو دی ہوتی ہے پھر وہ دونوں اس وضع کردہ رقم کو آپس میں اپنے درمیان طے شدہ تناسب سے تقسیم کرلیتے ہیں۔

اس کارڈ کے ذریعہ صاحب کارڈ نقد رقم بھی لے سکتا ہے، اگر اس کے کارڈ کو یہ خصوصیت حاصل ہو، چنانچہ اس کے لئے وہ یا تو کارڈ جاری کرنے والے بینک میں جائے گا یا پھر اس کی شاخ میں جائے گا تاکہ وہ مطلوبہ رقم نکال سکے یا پھر بینک کی الکٹرانک مشین سے نکال لے گا۔

رقم نکالنے اور کارڈ استعمال کرنے کی تمام شرائط کارڈ کے پچھلے حصہ میں درج ہوتی ہیں۔

کارڈ کی قسمیں

کارڈ ہولڈر اپنا کارڈ خدمات پیش کرنے والے کو چیک کرنے کے لئے دیتا ہے پھر جب وہ اس کارڈ کو ادائیگی کا وسیلہ تسلیم کرلیتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ کارڈ کی نوعیت دیکھ لے، اس لئے کہ کارڈ کی مختلف انواع رائج ہیں۔ یہ نوعیت صاحب کارڈ کی بینک میں جمع شدہ پونجی سے متعلق ہوتی ہے جو یا تو اس کے لین دین کے لئے کافی ہوتی ہے یا کافی نہیں ہوتی ہے، لیکن اس کی خریداری کے بدلہ جو رقم بینک ادا کرتا ہے اس کی واپسی ہر مہینہ کے آخر میں اس پر لازم ہوتی ہے اور بینک اس کو باخبر کردیتا ہے کہ اس نے کتنا خرچ کیا ہے، پھر اسے اختیار

ہوتا ہے کہ چاہے تو رقم یکمشت جمع کرے یا پھر تاخیر کی صورت میں اس پر یومیہ سود ادا کرے جو قرض کی رقم کی ادائیگی کے لحاظ سے کم ہوتا رہے گا۔

پہلی قسم۔ڈیبٹ کارڈ

یہ کارڈ ہولڈر کو اس وقت ملتا ہے جب وہ مالی ادارہ میں اتنا مال جمع کر دیتا ہے جتنا اس کارڈ کے ذریعہ اسے خرچ کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس قسم کے کارڈ کا استعمال روایتی بینکوں میں بہت کم ہوتا ہے اگرچہ اسلامی اداروں میں اس کا چلن بہت عام ہے۔ یہ اس لئے کہ مختلف طرح کے کارڈ کو رواج دینے کا مقصد یہ ہے کہ صارفین کے لئے قرض لینا آسان بنا دیا جائے جس سے وہ زیادہ سے زیادہ خرچ کریں اور دوسری طرف قرض دینے والے کو تاخیر کی صورت میں مزید رقم وصول کرنے کا موقع فراہم ہو جائے نیز اس لئے بھی تا کہ دنیا کا خرچ اس کی پیداوار سے بڑھ جائے اور بالآخر وہ پوری طرح مالی اور تجارتی اداروں کے پاس گروی رکھ دی جائے۔

ڈیبٹ کارڈ، جاری کرنے والے فریق اور اس کے حامل کے درمیان تعلق کی نوعیت

یہ تعلق عقد وکالہ کا ہے، چنانچہ صاحب کارڈ بینک کو اس کا وکیل بناتا ہے کہ جیسے ہی کوئی اس کے سامنے اس کے خریدے گئے سامان یا اس کی حاصل کردہ خدمت کے بدلہ میں اس کی طرف سے دستخط شدہ دستاویز پیش کرے وہ اس کو قیمت کی ادائیگی کر دے، قیمت کی یہ ادائیگی بینک اپنے پاس موجود کارڈ ہولڈر کے بیلنس سے کرتا ہے۔

کارڈ جاری کرنے والے بینک اور کارڈ ہولڈر سے سامان فروخت کرنے والے یا اس کو سروس فراہم کرنے والے تاجر کے درمیان تعلق کی نوعیت

تاجر یا خدمات پیش کرنے والا کارڈ جاری کرنے والے ادارہ کو اس رقم کا ضامن سمجھتے ہیں جو صاحب کارڈ پر عائد ہوتی ہے۔

لہذا یہ عقد کفالہ ہے۔یعنی تاجر کو اطمینان ہوتا ہے کہ بینک اس کی مطلوبہ رقم ادا کرے گا اور وہی اس کا ذمہ دار ہے۔

اسی طرح بینک کارڈ ہولڈر کی طرف سے محال علیہ (ذمہ دار) قرار پاتا ہے، یعنی اس صورت معاملہ کے تین فریق ہوئے (۱) صرف قرض دینے والا یعنی تاجر یا خدمت پیش کرنے والا (۲) قرض دینے والا اور مقروض یعنی کارڈ ہولڈر جو کہ تاجر یا خدمت پیش کرنے والے کا مقروض ہے اور درحقیقت وہ کارڈ جاری کرنے والے ادارہ کو قرض دینے والا ہے، کیونکہ اس نے اپنے اوپر عائد رقم اپنے اکاؤنٹ میں جمع کر رکھی ہے۔(۳) صرف مقروض یعنی کہ وہ بینک جس نے کارڈ جاری کیا ہے، کیونکہ یہ اپنے پاس کارڈ ہولڈر کی جمع شدہ رقم کی وجہ سے اس کا مقروض ہے۔

جب ہم نے ان تعلقات کی چھان بین کی اور انہیں فقہ اسلامی کے معروف عقود کی صورتوں پر منطبق کرنا چاہا تو ہمیں معلوم ہوا کہ کارڈ جاری کرنے والے بینک سے کارڈ ہولڈر کے تعلق پر غور کیا جائے گا تو کارڈ ہولڈر کو قارض مانا جائے گا، ہم نے یہ بھی پایا کہ رقم جمع کرنے کی شرطوں کے مطابق بینک پر لازم ہوگا کہ وہ ان دونوں کے درمیان منضبط دستاویزات کی روشنی میں کارڈ ہولڈر کو اس کے بیلنس سے مطلوبہ رقم ادا کرے۔ ایسی صورت میں ہم کارڈ جاری کرنے والے فریق کو بیلنس سے ادائیگی کا وکیل قرار دیں گے، اسے محالہ علیہ بھی قرار دے سکتے ہیں۔

چونکہ کبھی کبھی کارڈ ہولڈر کے ذمہ عائد قرض بینک میں اس کی جمع کردہ کرنسی کے علاوہ کسی دوسری کرنسی میں ہوتے ہیں، مثلاً اس صورت میں جب خریداری کا عمل بیلنس کی کرنسی کی بجائے کسی اور کرنسی میں ہوا ہو، لہذا اس کو امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد کے مسلک کے مطابق حوالہ قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ ان ائمہ کرام کی شرائط کے مطابق حوالہ میں اتحادِ جنس ضروری ہے۔ جہاں تک حنفیہ کا تعلق ہے تو اگرچہ یہ درہم سے دینار اور دینار سے درہم کے حوالہ کی اجازت دیتے ہیں (ایک کرنسی کا دوسری کرنسی سے تبادلہ بھی اسی کے مثل ہے) لیکن وہ یہ شرط

بھی عائد کرتے ہیں کہ تبادلہ کے شرائط کی رعایت ضروری ہے۔ چنانچہ محال اور محال علیہ قبضہ سے پہلے الگ نہیں ہوں گے۔ یہ شرط درحقیقت یہاں متحقق نہیں رہی ہے۔

لہٰذا ان تعلقات کو وکالہ قرار دینے سے معاملہ درست قرار پائے گا، ایسی صورت میں کارڈ جاری کرنے والا فریق قرض دینے والے یعنی تاجر کو از روئے وکالہ قرض ادا کرے گا اور کارڈ ہولڈر کے ذمہ تبادلہ کے وقت کے حساب سے اس رقم کا اندراج کردے گا جو کارڈ ہولڈر نے اپنے بیلنس سے کی ہے، کیونکہ وکیل کو یہ حق ہے کہ اپنے مؤکل کی طرف سے تبادلہ کرے جیسے کہ اسے یہ حق حاصل ہے کہ از روئے وکالہ وہ مطلوبہ رقم کی ادائیگی کرے۔

تجارتی بینک، کارڈ جاری کرنے والے بینک اور تاجر کے درمیان تعلق کی نوعیت

ابھی جو صورت ہم نے ذکر کی ہے وہ اس وقت پیش آتی ہے جب تاجر براہ راست کارڈ جاری کرنے والے بینک میں جائے اور ایسا بہت کم ہوتا ہے، کیونکہ معاملات کی اکثر صورتوں میں قارض اس تجارتی بینک سے رجوع کرتا ہے جو کارڈ جاری کرنے والے ادارہ سے بڑھ کر خاص طور سے بڑے شہروں میں بروکر کا کردار ادا کرتا ہے۔

یہی صورت اس وقت بھی پیش آتی ہے جب کارڈ کا استعمال ملکی حدود سے باہر نکل کر کیا جاتا ہے، چنانچہ جب کارڈ ہولڈر ہندوستان کے کسی شہر یا کسی بھی ملک میں ٹھہرتا ہے، مثال کے طور پر وہ لندن یا واشنگٹن کے کسی ہوٹل میں قیام کرتا ہے اور مثلاً وہ VISA کارڈ ہوٹل میں دکھاتا ہے، تو اگر ہوٹل والا Visa کے ساتھ معاملہ کرتا ہے تو اسے یقیناً قبول کرلے گا بشرطیکہ وہ کارڈ درست ہو، پھر وہ اس شہر کے بینک سے جس نے اس کارڈ کو جاری کیا ہے مثلاً نئی دہلی سے رابطہ کرے گا اور وہ اس سے اتنی رقم وصول کرے گا جتنی صاحب کارڈ نے خرچ کی ہے۔ واؤچر پر لکھی ہوئی رقم اور تاجر کو ملی رقم میں جو فرق ہوتا ہے، وہ ان بینکوں کے درمیان تقسیم ہوجاتا ہے جو اس عمل کو انجام دیتے ہیں۔

تاجر یا خدمات پیش کرنے والا جب اپنے ملک یا شہر کے اپنے بینک سے رجوع کرتا ہے تو اس بنا پر کہ پوری دنیا کے لوگ اس نظام میں مشترک ہیں اور اس کے استعمال کے راستے میں جو رکاوٹیں تھیں وہ ختم ہوگئیں۔ لہٰذا عام طور پر اب یہ اطمینان ہوگیا ہے کہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے اس نظام پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ اس میں کسی طرح کے تردد کی گنجائش نہیں رہ گئی۔ چنانچہ کفالہ واضح طور پر معاملہ کی ایک بنیاد بن چکا ہے۔ چنانچہ تاجر بینک کارڈ جاری کرنے والے بینک ہی کی طرح ہے، سبھی ایک دوسرے سے مربوط طریقہ پر صاحب کارڈ پر عائد ہونے والے مطالبات کی ادائیگی کے ذمہ دار ہیں اور وکالہ کی بنیاد پر کارڈ ہولڈر کے مال سے ادائیگی کے بعد ذمہ داری ختم ہوجاتی ہے۔

دوسری قسم- کریڈٹ کارڈ

یہ کارڈ شکل وہیئت اور قیمت کی ادائیگی کے ذریعہ کی حیثیت سے قبول کئے جانے میں سابقہ کارڈ سے مختلف نہیں ہے، کیونکہ سامان یا خدمت پیش کرنے والا یہ نہیں دیکھتا کہ یہ کارڈ ہے یا وہ کارڈ، اس لئے کہ وہ محض دستخط شدہ واؤچر کارڈ جاری کرنے والے بینک یا تاجر بینک کو پیش کر کے اتنی رقم وصول کرلیتا ہے جتنی صاحب کارڈ پر عائد ہوتی ہے۔

لیکن ان دونوں قسم کے کارڈ کے درمیان فرق معاملہ کے متعدد فریقوں کے باہمی تعلق کی تعیین میں ظاہر ہوتا ہے۔

اس کارڈ کا استعمال صاحب کارڈ اور اس کے جاری کرنے والے بینک کے درمیان مندرجہ ذیل طریقہ پر ہوتا ہے:

صاحب کارڈ جب بھی اپنا کارڈ اسے تسلیم کرنے والے کو دکھائے گا تو اس کی مدتِ کار معلوم ہوجانے کے بعد وہ سامان اور خدمات حاصل کرسکے گا۔ اس کے ذریعہ تاجر یا خدمت پیش کرنے والے اور بینک کے درمیان قارض اور مقروض کا تعلق پیدا ہوجاتا ہے اور واؤچر پر دستخط کرنے کے بعد صاحب کارڈ اور تاجر کے درمیان کوئی تعلق نہیں رہ جاتا ہے اور جب تاجر بینک کو

واؤچر دے کر اپنی رقم لے لیتا ہے تو بینک اور صاحب کارڈ کے درمیان یہ تعلق پیدا ہوتا ہے کہ کارڈ جاری کرنے والا بینک کارڈ ہولڈر کو مطلوبہ رقم بطور قرض دیتا ہے۔

بینک بطور قارض ہر مہینہ کے اخیر میں صاحب کارڈ کو اس رقم کی فہرست بھیجتا ہے جو اس نے اس کی طرف سے ادا کی ہوتی ہے اور اسے ایک مہینہ یا چالیس دن کی مہلت دے کر اس سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے اوپر عائد ہونے والی مطلوبہ رقم جمع کردے۔ یہ بات کارڈ جاری کئے جانے کے وقت ہی سے دونوں کو معلوم رہتی ہے اور صاحب کارڈ پر کسی قسم کی اضافی رقم کے ادا کرنے کا بوجھ نہیں ہوتا ہے، اگر صاحب کارڈ رقم جمع کردیتا ہے تو مطالبہ ختم ہوجاتا ہے اور کارڈ پھر متعینہ مدت کے لئے کارآمد ہوجاتا ہے اور اگر رقم ادا نہیں کرتا ہے تو بینک اس سے کارڈ واپس لے لیتا ہے اور اس پر عائد ہونے والی رقم کا مطالبہ کرتا ہے۔ اگر ضرورت پڑتی ہے تو تقاضے کے خرچے بھی اس کے ذمہ عائد کردیتا ہے۔

اس عام نظریہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ معاملہ درست رہتا ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ نے ایک فیصلہ کیا ہے جس کی رو سے اس طور پر کارڈ کے ذریعہ کیا جانے والا معاملہ درست ہے (مجلۃ المجمع شمارہ ۱۲ ج ۶۷۷/۳)۔

لیکن جب ہم اس کارڈ کے طریقۂ استعمال پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تاجر معاملہ کی رقم سے اپنے لئے ایک متعین شرح وضع کرلیتا ہے جو بعض بینکوں کے نزدیک پانچ فیصد تک پہنچتا ہے، اس سلسلہ میں دو پہلوؤں سے غور کرنے کی ضررت ہے:

اول: مطلوبہ رقم سے اس مقدار کی کٹوتی کا حکم کیا ہوگا، بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

دوم: اس وضع کردہ رقم کو کون برداشت کرے گا؟

مجھے اکیڈمی کے اس فیصلہ کو قبول کرنے میں تحفظ رہا ہے، کیونکہ میرے نزدیک اس معاملہ میں کھلا ہوا ربا ہے۔

تیسری قسم: قرض کی قسط وار ادائیگی کا کارڈ

پوری دنیامیں یہ کارڈ سب سے زیادہ رائج ہے،تقریباً اسّی فیصد معاملات اسی کارڈ سے ہوتے ہیں، اس کے اندر مندرجہ بالا کارڈ کی صرف ایک صفت پائی جاتی ہے، وہ یہ کہ صاحب کارڈ کو ہر مہینہ کے اخیر میں معلوم ہوتا ہے کہ خریداری اور حصول خدمت کے عوض اس پر کتنی رقم عائد ہوتی ہے، پھر اس سے ادائیگی کا مطالبہ ہوتا ہے، یک مشت ہو یا قسط وار اور اس کے دستخط کردہ واؤچر کی رقم میں اضافی سود بھی قیمت اور وقت کے لحاظ سے بڑھا دیا جاتا ہے، پھر صاحب کارڈ کو اختیار رہتا ہے کہ اگر رقم فی الفور جمع کرے گا تو اس صورت میں واؤچر میں درج رقم سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور اگر تاخیر سے جمع کرے گا تو اس صورت میں متعینہ رقم پر یومیہ سود عائد کر دیا جائے گا، جب تک کہ رقم کی مکمل ادائیگی نہ ہو جائے۔

اس قسم کو اکثر معاصر فقہاء نے حرام قرار دیا ہے، لیکن بعض فقہاء نے اس صورت کو اس حرمت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جب صاحب کارڈ یہ التزام کرے کہ وہ مطلوبہ رقم یکمشت اور وقت پر جمع کرے گا، کیونکہ وہ اس عزم سے شرط کو ساقط کر دینے والا ہوا اور شرط ساقط ہونے پر معاملہ درست ہوتا ہے، اس لئے کہ جس بنیاد پر یہ صورت معاملہ حرام قرار پاتی ہے وہ ہے تاخیر سے رقم کی ادائیگی میں سود کا عائد کیا جانا جو یہاں متحقق نہیں ہوتی۔

لیکن میری رائے اس کے برعکس ہے۔ میرے خیال میں چونکہ اس صورت میں کارڈ ہولڈر کو عقد کے وقت ہی معلوم رہتا ہے کہ تاخیر کی صورت میں اس کو اضافی سود ادا کرنا ہوگا، کیونکہ یہاں ثمن میں سود کی شرط ہے، اس لئے یہ حرام ہے۔

اسی طرح صاحب کارڈ کے التزام کا معاملہ غیر معلوم ہے، کیونکہ مستقبل میں وہ اسے پورا کر پائے یا نہ کر پائے، یہ معلوم نہیں، اس لئے کہ مطالبہ کے وقت فی الفور رقم کی ادائیگی اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب اس کے پاس اتنی رقم مہیا ہو اور وہ حتمی صورت میں اتنی رقم کا مالک نہیں ہے، کیونکہ رقم ابھی غیر موجود ہے۔

کارڈ کا مالک

کارڈ بینک کی ملکیت ہے، لہذا جب چاہے بینک اسے واپس لے سکتا ہے، لیکن یہ معروف ہے کہ بینک کارڈ اسی صورت میں واپس لیتا ہے جب اسے معلوم ہوجائے کہ صاحب کارڈ اس کی شرائط پوری نہیں کر رہا ہے۔

لہذا جب کارڈ بینک کی ملکیت ہے تو صاحب کارڈ کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ کارڈ غائب ہوجانے یا چوری ہوجانے پر اس کی اطلاع بینک یا اس کے متعین کردہ نمائندہ کو کرے، اگر ایسا نہ کرنے کی صورت میں کارڈ کا غلط استعمال ہوتا ہے تو اس کا ذمہ دار صاحب کارڈ ہوگا اور اس کا اثر تاجر پر اس کی رقم کی ادائیگی میں نہیں پڑے گا بشرطیکہ کارڈ کو چیک کرنے میں اس سے کوتاہی نہ ہوئی ہو۔

بینک میں رائج مختلف کارڈ کا شرعی حکم

محمد ابرار خاں ندوی ☆

تجارت وصنعت کسی ملک وقوم کی اقتصادیات کے لئے ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہے، موجودہ دور سائنس وٹکنالوجی کے اعتبار سے اب تک کا سب سے ترقی یافتہ دور ہے، انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں انقلاب انگیز حد تک تبدیلی رونما ہوئی ہے، ذرائع مواصلات کی ترقی نے حیرت انگیز حد تک زمینی وزمانی فاصلوں کو بہت کم کردیا ہے، جس سے انسانی زندگی کے مسائل ومعاملات زمانہ قدیم کے مسائل ومعاملات سے کافی حد تک مختلف ہو گئے ہیں، معاملات کا طریقہ کار بدل گیا ہے، بینک کے جدید نظام نے ایسے طریقہ کار وضع کئے ہیں کہ تجارت و صنعت کے لئے دور دراز مقامات کے سفر کی ضرورت باقی نہیں رہی، اور نہ ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ رقم کی منتقلی کا مسئلہ ہے، کہ پیسہ لے کر جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے، اس کے لئے بینک نے مختلف قسم کے کارڈ جاری کئے ہیں، مثلاً اے ٹی ایم کارڈ، ڈیبٹ کارڈ، کریڈٹ کارڈ، ان کارڈ کے ذریعہ خرید وفروخت کے بعد قیمت کا لین دین بھی کیا جاتا ہے، اور بقدر ضرورت کسی بھی شہر میں اے ٹی ایم کی مدد سے بینک سے رقم بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔

سائنسی اعتبار سے جتنا ترقی یافتہ وایڈوانس دور ہے، اخلاقی لحاظ سے اتنا ہی پست وبدترین دور ہے، جس میں بدعہدی فریب کاری، دھوکہ بازی، رشوت ستانی، خیانت، غصب وچوری وڈاکہ زنی عام ہے، ٹرینوں وبسوں مین مسافروں وتجار کو لوٹنے کے واقعات بکثرت پیش

☆ استاذ جامعۃ الہدایہ جے پور راجستھان۔

آتے رہتے ہیں، مال کے ساتھ قیمتی جان تک سے محروم ہونا پڑتا ہے، اور ہر جگہ لوٹ مار و چوری کرنے والوں کا پورا نیٹ ورک قائم ہے، ایسے پرخطر دور میں سرمایہ دار و اصحاب تجارت چاہتے ہیں کہ ان کا سرمایہ ایک جگہ سے دوسری جگہ محفوظ طریقہ پر اور جلد پہنچ جائے، اسی لئے ان کارڈ کا چلن بہت تیزی کے ساتھ عام ہوگیا ہے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ''ایک جگہ سے دوسری جگہ رقم کی منتقلی محفوظ طریقہ پر'' اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ کہ ان کارڈ کے ذریعہ رقم کی منتقلی میں راستہ کے خطرات کے تحفظ کا فائدہ مل رہا ہے یہ کس چیز کا عوض ہے؟ آئندہ سطروں میں اس کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔

اے ٹی ایم کارڈ کا حکم

یہ کارڈ بینک اپنے کھاتہ داروں کو جاری کرتا ہے، اور اس کارڈ کے ذریعہ آدمی بینک میں اپنی جمع شدہ رقم کو کسی بھی شہر میں موجود اے ٹی ایم مشین سے حاصل کرسکتا ہے، اور یہ کارڈ رقم کو اتنا محفوظ بنادیتا ہے کہ اگر یہ غائب بھی ہوجائے، تب بھی کوئی اس کارڈ کے ذریعہ دوسرے کی رقم بینک سے نہیں نکال سکتا، اس لئے کہ اس کارڈ میں جو نمبرات درج ہیں، ان کے علاوہ کچھ نمبرات وہ ہوتے ہیں جو صاحب کارڈ اپنے ذہن میں فرض کرتا ہے اور پیسہ نکالنے کے لئے کارڈ میں درج نمبرات کے ساتھ مفروضہ نمبرات بھی ڈائل کرنا ہوتا ہے، جو کارڈ کے مالک کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں، الا یہ کہ وہ خود کسی کو بتادے، نیز اس کارڈ کے بنوانے کی کوئی فیس بھی نہیں دینی پڑتی ہے۔

اے ٹی ایم کارڈ بینک میں جمع مال کا وثیقہ ہے، اور جہاں تک محفوظ طریقہ پر رقم کی منتقلی کا سوال ہے تو اس سلسلہ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر وعبد اللہ بن عباسؓ کے عمل پر قیاس کرسکتے ہیں، کہ عبد اللہ بن زبیر مکہ میں تاجروں سے پیسہ لے لیا کرتے تھے اور بصرہ وکوفہ میں واپس کرنے کا وثیقہ لکھ دیا کرتے تھے۔

فقہ حنفی کے رمز شناس علامہ سرخسی نقل فرماتے ہیں:

''عن عطاءؒ أن ابن الزبیرؓ کان یأخذ بمکۃ الورق من التجار فیکتب لھم إلی البصرۃ و إلی الکوفۃ فیأخذون أجود من ورقھم، قال عطاء: فسألت ابن عباسؓ عن أخذھم أجود من ورقھم، فقال: لا بأس بذلک مالم یکن شرطا'' (مبسوط ۱۴/ ۳۷)۔

(حضرت عطاءؒ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ مکہ میں تاجروں سے ورق (چاندی کا سکہ) لے لیا کرتے تھے اور بصرہ وکوفہ میں ادائیگی کے لئے تحریر فرمادیتے تھے، تو وہ وہاں اس سے بہتر چاندی کے سکے وصول کرلیتے تھے، عطاء کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے اپنی ورق سے بہتر ورق لینے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: اگر شرط نہ ہو تو کوئی حرج نہیں)۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کا عمل وحضرت عبداللہ بن عباس کا عمل وفتوی حجت ہے کہ وہ مکہ میں قرض لے کر بصرہ وکوفہ میں ادائیگی کی تحریر لکھ دیتے اور وہ تاجر وہاں اپنا پیسہ وصول کرلیتے تھے۔

اور جہاں تک اس کا سوال ہے کہ کسی کو قرض اس شرط کے ساتھ دینا کہ وہ فلاں شہر میں اس کا یا اس کے کسی دوست کو دے دے گا تو یہ مکروہ ہے، اور ''کل قرض جر نفعا فھو ربا'' (المبسوط ۱۴/ ۳۷) کے تحت داخل ہے، کہ وہ راستہ کے خطرات سے حفاظت کا فائدہ اٹھا رہا ہے اسی کو فقہ کی اصطلاح میں سفتجہ کہتے ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی تحریر فرماتے ہیں:

''قال فی الدرر کرہ السفتجۃ: وصورتہ أن یدفع إلی تاجر مبلغا قرضا لیدفعہ إلی صدیقہ فی بلد آخر لیستفید سقوط بہ خطر الطریق'' (ردالمحتار ۴/ ۱۷۴)۔

(درر میں ہے کہ سفتجہ مکروہ ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ کسی تاجر کو معینہ رقم بطور قرض دے، تاکہ وہ دوسرے شہر میں موجود اس کے دوست کو یہ رقم دے دے، اور یہ اس کے ذریعہ راستہ کے خطرات سے حفاظت کا فائدہ اٹھائے)۔

اور اگر قرض میں دوسرے شہر میں واپس کرنے کی شرط نہ ہو تو جائز ودرست ہے۔

علامہ سرخسی اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

''والسفاتج التی تتعامله الناس علی هذا إن کان أقرضه بغیر شرط وکتب له سفتجة بذلک فلا بأس به'' (مبسوط ۱۴/ ۳۷)۔

(اور وہ سفاتج جس پر لوگ معاملہ کرتے ہیں اس کا حکم یہی ہے (مکروہ ہے)، اگر وہ اس کو بلاشرط قرض دے اور اس کے لئے اس کا سفتجہ لکھ دے تو کوئی حرج نہیں)۔

نیز علامہ ابن عابدین شامیؒ نے ''خانیہ'' کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ قرض کی واپسی دوسرے شہر میں مشروط نہ ہو، مطلقاً قرض دے پھر چاہے دوسرے کسی شہر یا مقام میں اسے لوٹا دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

''وقال فی الخانیة وتکره السفتجة إلا أن یستقرض مطلقاً ویوفی بعد ذلک فی بلد آخر من غیر شرط'' (ردالمحتار ۴/ ۱۷۴)۔

(خانیہ میں ہے کہ سفتجہ مکروہ ہے، البتہ مطلق قرض لے اور پھر اسے بلاشرط کسی دوسرے شہر میں واپس کردے تو مکروہ نہیں ہے)۔

اے ٹی ایم نظام میں بھی رقم کی منتقلی مشروط نہیں ہوتی ہے بلکہ اختیاری ہوتی ہے، دوسری چیز یہ ہے کہ فقہاء نے قرض کی دوسرے مقام میں مشروط ادائیگی کو مکروہ قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ سرخسی نے صراحت کی ہے:

''وإن شرط فی القرض ذلک فهو مکروه، لأنه یسقط بذلک خطر الطریق عن نفسه فهو قرض جر منفعة'' (مبسوط ۱۴/ ۳۷)۔

(اور اگر قرض میں یہ شرط لگا دے تو مکروہ ہے، اس لئے کہ وہ اس کے ذریعہ اپنے آپ سے راستہ کے خطرہ کو ساقط کررہا ہے اور یہ ایسا قرض ہے جس میں فائدہ حاصل ہورہا ہے)۔

اور عبداللہ بن زبیرؓ کے عمل کی بابت یہ تاویل کی ہے کہ وہ غیر مشروط تھا، تو فقہاء کی یہ

تاویل اور مشروط وغیر مشروط کی تقسیم اجتہادی وقیاسی ہے، اور یہ ربا النسیئہ ورباء الفضل دونوں میں سے کسی کے تحت نہیں آتا ہے۔

لہذا اے ٹی ایم کارڈ کو "کل قرض جر نفعا فھو ربا" پر قیاس نہیں کر سکتے، نیز اگر مشروط وغیر مشروط کی تفصیل کو تسلیم کرلیا جائے تو اے ٹی ایم کارڈ میں دوسرے شہر میں رقم کی منتقلی مشروط نہ ہونے کی وجہ سے اس سے استفادہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

نیز آج کل چوری وڈکیتی کرنے والوں کا گروہ ٹرینوں، بسوں، ریلوے اسٹیشن و پبلک مقامات اور بازاروں میں ہر جگہ بڑے ہی منظم انداز میں سرگرم ہے، اور ان جرائم پیشہ افراد کو کوئی سزا بھی نہیں مل پاتی ہے ایسے پرخطر وغیر محفوظ حالات میں پیسہ کی ایک جگہ سے دوسری جگہ بحفاظت منتقلی کے لئے بینک کا واسطہ عام انسانی ضرورت بن گیا ہے، تو اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اے ٹی ایم نظام میں ایک جگہ سے دوسری جگہ رقم کی منتقلی مشروط ہوتی ہے اور یہ سفتجہ ہی کی طرح ہے تو بھی "الضرورات تبيح المحظورات"، "الحرج مدفوع" اور "المشقة تجلب التيسير" کے مدنظر جائز قرار پائے گا۔

علامہ ابن بازؒ سابق مفتی اعظم حکومت سعودی عرب کا فتوی ہے:

"إذا دعت الضرورة إلى التحويل عن طريق البنوک الربوية فلا حرج في ذلک إن شاء الله تعالى لقوله سبحانه وتعالى: وقد فصل لكم ما حرم عليكم إلا ما اضطررتم إليه، ولا شک أن التحويل عن طريقتها من الضرورات العامة في هذا العصر" (فتاوی اسلامیہ ۲/۲۶۵)۔

(سودی بینکوں کے ذریعہ رقم منتقل کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، ان شاء اللہ، اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ تم پر جو چیز حرام کی گئی ہے اسے تفصیل سے بیان کردیا ہے مگر وہ جس کے استعمال کرنے پر تم مجبور رہو، اور بلاشبہ بینک کے ذریعہ رقم کی منتقلی اس دور میں عام ضرورت ہے)۔

ڈیبٹ کارڈ

یہ کارڈ بھی بینک اپنے کھاتہ داروں کو جاری کرتا ہے، اور اس کے استعمال کا کسی طرح کوئی معاوضہ نہیں دینا پڑتا ہے، البتہ کارڈ بنوانے کی فیس دینی پڑتی ہے، اس کارڈ کے ذریعہ بھی آدمی صرف اپنی جمع کردہ رقم ہی استعمال کرسکتا ہے، اس سے زیادہ نہیں۔

البتہ اس کارڈ کے ذریعہ آدمی تین قسم کے فائدے حاصل کرسکتا ہے، آئندہ سطروں میں وہ فوائد اور ان کا شرعی حکم بیان کیا جائے گا:

خرید وفروخت کے بعد قیمت کی ادائیگی

اس کارڈ کے ذریعہ ملک کے کسی بھی شہر میں وہاں کے مارکیٹ کی ان دوکانوں سے خرید وفروخت کرسکتے ہیں، جہاں اس کارڈ کو استعمال کرنے کے لئے مشینوں کی سہولت ہے، کارڈ میں درج نمبرات مشین میں ڈائیل کر کے سامان کی قیمت کے بقدر پیسہ صاحب کارڈ کے بینک کھاتہ سے دوکاندار کے کھاتہ میں منتقل ہو جاتا ہے۔

یہ کارڈ بینک میں جمع رقم کی رسید یا وثیقہ ہے اور اس کارڈ کے ذریعہ بینک کے توسط سے سامان کی قیمت دوکاندار کو پہنچ رہی ہے، تو بینک کی حیثیت وکیل کی ہے، البتہ سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ بینک کس کا وکیل ہے؟ تو بینک صاحب کارڈ یعنی مشتری اور صاحب دوکان یعنی بائع کا بھی وکیل ہوسکتا ہے، بینک کو قیمت کی وصولی کے لئے صاحب دوکان کا وکیل مان سکتے ہیں۔

ملک العلماء علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

''ویجوز التوکیل بقبض الدین لأن المؤکل قد لا یقدر علی الإستیفاء بنفسه ، فیحتاج إلی التفویض إلی غیره'' (بدائع الصنائع ۶/۲۳)(دین پر قبضہ کرنے کے لئے وکیل بنانا درست ہے، اس لئے کہ بسا اوقات مؤکل خود دین کو وصول نہیں کرسکتا ہے تو دوسرے کے سپرد کرنے کی ضرورت ہوگی)۔

خریدار یعنی ڈیبٹ کارڈ کے مالک کا بھی وکیل مان سکتے ہیں اور یہی زیادہ بہتر و درست معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ بینک سے کارڈ کا حصول گویا بینک سے ایک طرح کا یہ معاملہ طے کرلیا گیا ہے کہ اس کارڈ سے خرید وفروخت کرنے کی صورت میں قیمت کی ادائیگی بینک کرے گا، یعنی بینک قیمت ادا کرنے کا وکیل ہوگا۔

''وتجوز الوكالة بقضاء الدين لأنه يملك القضاء بنفسه وقد لا يتهيأ له القضاء بنفسه فيحتاج إلى التفويض إلى غيره'' (بدائع الصنائع ۶/۲۳) (دین کی ادائیگی کا وکیل بنانا درست ہے حالانکہ وہ خود بھی ادا کرسکتا ہے، لیکن ادا کرنے کا اسے موقع نہیں ہوتا تو اسے دوسرے کے حوالہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے)۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اسے حوالہ مان لیا جائے اور حوالہ یہ ہے کہ مقروض اپنے قرض کی ادائیگی کا ذمہ کسی تیسرے شخص کے سپرد کردے، خواہ تیسرے شخص کے پاس اس کا پیسہ پہلے سے ہو یا نہ ہو: ''الحوالة لغة: النقل، و شرعاً: نقل دين من ذمة المحيل إلى ذمة المحال عليه'' (اللباب فی شرح الکتاب ۲/۱۶۰)۔

علامہ اکمل الدین بابرتی نے حوالہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''وفي اصطلاح الفقهاء تحويل الدين من ذمة الأصيل إلى ذمة المحتال عليه على سبيل التوثيق به'' (شرح العنایہ علی الہدایہ مع الفتح ۷/۲۳۸)۔

(فقہاء کی اصطلاح میں حوالہ نام ہے دین کا اصیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ میں منتقل کرنا اس پر اعتماد کرتے ہوئے)۔

حوالہ کے درست ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ صاحب دین، مقروض اور دین ادا کرنے کا ذمہ جس کے سپرد کیا جارہا ہے، وہ تینوں اس پر راضی ہوں۔

بدائع الصنائع میں اس کی تفصیل اس طرح ہے:

''ارکان حوالہ ایجاب وقبول ہیں، ایجاب محیل کی جانب سے اور قبول محال علیہ ومحال

کی طرف سے ہوگا، ایجاب یہ ہے کہ محیل کہے کہ میں نے آپ کو اس طور پر فلاں کے حوالہ کیا، اور محال علیہ ومحال کی جانب سے قبول یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کہے کہ میں راضی ہوں یا میں نے قبول کیا، ان کی طرف سے ایسی چیز پیش آئے جو قبولیت ورضامندی پر دلالت کرے، یہ شرائط ہمارے اصحاب (علماء حنفیہ) کے یہاں ہیں'' (بدائع الصنائع ۱۵/۶)۔

اور یہاں صاحب کارڈ، بینک اور دوکاندار تینوں اس پر راضی ہیں کہ کارڈ سے خرید وفروخت کرنے کی صورت میں قیمت کی ادائیگی بینک کے واسطہ سے ہوگی یعنی قیمت بینک ادا کرے گا، لہذا ڈیبٹ کارڈ سے خرید فروخت کا معاملہ کرنا درست ہوگا۔

ضرورت پر رقم نکالنا

کارڈ بینک میں جمع رقم کی رسید وسند ہے، بلکہ یہ چیک کی مانند ہے، لہذا اس کارڈ کا استعمال کرنا اور ضرورت کے وقت اے ٹی ایم مشین سے روپیہ نکالنا درست ہے، اور جہاں تک رقم کی منتقلی کا مسئلہ ہے تو اس کے جواز کے لئے وہی دلائل وشواہد ہیں، جو اے ٹی ایم کارڈ سے رقم نکالنے کے سلسلہ میں ہیں۔

نیز اس جمع رقم کو بینک کے پاس امانت مان لیں تو اس کے جواز میں کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی، اس لئے کہ کسی کو امانت ایک جگہ دے کر دوسری جگہ حاصل کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

علامہ میدانی ''سفتجہ'' پر بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''**فلو دفعه إليه أمانة لم يكره ولم يفسد**'' (اللباب فی شرح الکتاب ۱۶۲/۲) (اگر اسے بطور امانت دے تو نہ مکروہ ہے نہ باطل)۔

دوسرے کے کھاتہ میں منتقل کرنا

بینک میں جمع شدہ رقم کو ڈیبٹ کارڈ کے مالک کا انٹرنیٹ کے ذریعہ اپنے کھاتہ سے

دوسرے کے اکاؤنٹ میں منتقل کرنا درست ہے، بینک صاحب کارڈ کا وکیل ہے وہ مؤکل کے کہنے پر اس کی رقم دوسرے کے کھاتہ میں ٹرانسفر کر رہا ہے۔

خانیہ میں ہے:

"قال المؤكل خذ هذا الألف يا فلان وادفعه إلى فلان فأيهما قضى جاز قياسا واستحسانا" (خانیۃ مع الہندیۃ ۴۶۹/۵) (مؤکل کہے کہ اے فلاں یہ ایک ہزار لو اور فلاں کو دے دو، تو ان میں سے کوئی بھی دے دے تو قیاسا و اجتہاد دونوں طرح سے جائز ہے)۔

اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ کی فیس کا حکم

اے ٹی ایم کارڈ و ڈیبٹ کارڈ بنانے وجاری کرنے کی بینک فیس لے تو اس فیس کا لینا و دینا جائز ہے، کہ یہ کارڈ بنانے اور اس کو جاری کرنے کی اجرت ہے، اور عمل کی اجرت درست ہے۔

نیز اس کو منی آرڈر پر قیاس کر سکتے ہیں کہ اس کے ذریعہ رقم کی منتقلی ہوتی ہے اور ڈاکخانہ اس پر فیس لیتا ہے اور علماء نے اس کے جواز کا فتوی دی ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

"منی آرڈر مرکب ہے دو معاملوں سے: ایک قرض جو اصل رقم سے متعلق ہے، دوسرے اجارہ جو فارم کے لکھنے اور روانہ کرنے پر بنام فیس دی جاتی ہے، اور دونوں معاملے جائز ہیں، پس دونوں کا مجموعہ بھی جائز ہے، اور چونکہ اس میں ابتلاء عام ہے اس لئے یہ تاویل کر کے جواز کا فتوی مناسب ہے" (امداد الفتاوی ۱۴۶/۳)۔

نیز عصر حاضر کے معروف فقیہ مفتی تقی عثمانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

"بینک اپنی جن خدمات پر اجرت وصول کرتا ہے، مثلاً لاکرز، لیٹرز آف کریڈٹ، بینک ڈرافٹ، بیع وشراء کی دلالی وغیرہ ان کی اجرت لینا جائز ہے، البتہ سود کا کاروبار ناجائز ہے" (ہمارا معاشی نظام/۱۱۵)۔

کریڈٹ کارڈ

بینک دو طرح کے لوگوں کو کریڈٹ کارڈ جاری کرتا ہے:

۱-بینک میں جس کا پیسہ جمع ہے، البتہ وہ اپنی جمع شدہ رقم سے زائد کا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

۲-بینک میں جس کا پیسہ جمع نہیں ہے بینک اس کے حالات معلوم کر کے اس کی مالی حیثیت متعین کرتا ہے، کہ اس کی ماہانہ یا سالانہ آمدنی کتنی ہے، اسی اعتبار سے کارڈ جاری کرتا ہے، اس کارڈ سے تین طرح کے فوائد حاصل ہوتے ہیں:

۱-خرید وفروخت کے بعد قیمت کی ادائیگی

۲-ضرورت پر رقم کا حصول

۳-اپنے کھاتہ سے دوسرے کے کھاتہ میں رقم کی منتقلی

کریڈٹ کارڈ کی حیثیت

جن لوگوں کا پیسہ پہلے سے بینک میں موجود ہے، وہ کریڈٹ کارڈ کو استعمال کرتے ہیں تو وہ اپنے ہی پیسے سے استفادہ کرتے ہیں، لیکن جن کا پیسہ بینک میں جمع نہیں ہے، یا اگر جمع ہے مگر جمع شدہ رقم سے زائد کا فائدہ حاصل کرتے ہیں تو ان کے حق میں کریڈٹ کارڈ بینک کی جانب سے قرض دینے کا وعدہ ہے، اور کارڈ کا استعمال صاحب کارڈ کا بینک سے قرض لینا ہے، اور کارڈ جاری کرنا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ بینک اس کو قرض دینے کی کفالت لے رہا ہے، اور خرید و فروخت کی صورت میں بینک کے ذریعہ قیمت کی ادائیگی کے وقت بینک کی حیثیت مقرض کے ساتھ صاحب کارڈ کے نائب کی بھی ہوتی ہے۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

"لأن الكفالة في حق المطلوب استقراض وهو طلب القرض من الكفيل، واللكفيل بأداء المال مقرض من المطلوب ونائب عنه في الأداء إلى

الطالب" (بدائع الصنائع ۶/ ۱۵-۱۶) (اس لئے کہ کفالہ مطلوب (مقروض) کے حق میں کفیل سے قرض طلب کرنا ہے، اور کفیل مال کی ادائیگی کے سلسلہ میں مطلوب کی طرف سے قرض دینے والا ہے اور طالب (قرض دہندہ) کو رقم دینے میں مدیون کا نائب ہے)۔

خریداری کی صورت میں مزید رقم کا مطالبہ سود ہے

کریڈٹ کارڈ سے خریداری کرنے کی صورت میں ہر ماہ بینک کی جانب سے تفصیل فراہم کی جاتی ہے، اور مطلوبہ رقم پندرہ دن یا ایک ماہ کے اندر جمع کرنا ضروری ہوتی ہے، اور وقت مقررہ پر ادا نہ کرنے کی صورت میں یومیہ شرح کے حساب سے مزید رقم ادا کرنی ہوتی ہے، جس کو آئندہ اصل رقم کے ساتھ جمع کرنا ہوتا ہے، تو قرض یا کسی بھی معاملہ کے اندر اس طرح کی شرط ناجائز ہے، اور یہ زائد رقم سود ہے جو کہ حرام ہے، زمانہ جاہلیت میں اس طرح کا معاملہ رائج تھا، اسے شریعت اسلامیہ نے ناجائز وممنوع قرار دیا ہے۔

"ثم إذا حل الدين طالبوا المديون برأس المال، فإن تعذر عليه الأداء زادوا في الحق والأجل فهذا هو الرباء الذي كانوا في الجاهلية يتعاملون به" (تفسیر کبیر ۷/ ۹۱) (پھر جب دین کی مدت پوری ہوجاتی تو وہ مدیون سے اصل رقم کا مطالبہ کرتے اور اگر اس کے لئے ادا کرنا مشکل ہوتا تو اصل رقم اور مدت دونوں میں اضافہ کردیتے تو یہ وہ سود ہے جس کا زمانہ جاہلیت میں ان کے درمیان رواج تھا)۔

یہ ربا النسیہ ہے، مولانا عبدالحئی فرنگی محلی نے بھی قرض دے کر متعینہ مدت میں واپس نہ کرنے پر مزید رقم لینے کو حرام قرار دیا ہے، ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

سوال: زید نے عمر سے ایک روپیہ قرض لیا اور ادائے قرض کی مدت مقرر ہوئی اور دونوں میں یہ قرار ہوا کہ مدت گذرنے کے بعد ایک روپیہ کے عوض میں ایک روپیہ اور مدت کے عوض میں چار آنے زائد دیئے جائیں گے یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: حرام ہے، کفایہ میں ہے: "إن الشرع حرم ربا النسيئة وليس فيه إلا مقابلة المال بالأجل فلأن يكون مقابلة المال بالأجل حقيقة حراماً أولى" (شریعت نے ربوانسیہ کو حرام کردیا ہے، حالانکہ اس میں صرف مال کا مقابلہ مدت سے ہے، لہذا مال کا مقابلہ مدت سے مطلقاً حرام ہوا" (مجموعہ فتاوی جلد دوم)۔

کریڈٹ کارڈ سے تجارت اور موجودہ حالات

موجودہ دور جہاں ملکوں وقوموں کے عروج وزوال میں اقتصادیات کا اہم رول ہے، جو قومیں تجارت وصنعت کے میدان میں آگے ہیں، وہ تعلیم میں بھی آگے ہیں، اور جو قومیں تجارت وصنعت میں پچھڑے پن کا شکار ہیں، اس قوم کے افراد مال کی قلت کی بناپر اعلی دنیاوی مفید تعلیم سے محروم رہتے ہیں، اور انہیں غربت وافلاس کی وجہ سے اپنی خلقی دماغی قوت کے استعمال کا موقع نہیں ملتا، بلکہ وہ ملک وقوم جو اقتصادیات کے میدان پیچھے ہے، ترقی یافتہ ومالدار ممالک وسرمایہ دار قوموں کے دست نگر ومقروض ہوتے ہیں، اور اپنے نظام حکومت ونظام تعلیم میں قرض دینے والے ممالک کی ایسی شرائط قبول کرنے پر مجبور ہیں جو خود اس ملک کے لئے اور اس کے باشندوں کے لئے سم قاتل ہے، خصوصا مسلمانوں کی دینی فکر اور اسلامی فکر ونظر پر بندش لگانے کی شرط ہوتی ہے۔

ایسے حالات میں مسلمانوں کو جدید وسائل تجارت سے روکنا پہلے سے اقتصادی بدحالی میں مبتلا ملت پر مزید افلاس وغربت کا نشتر چبھونا ہے، کہ "كاد الفقر أن يكون كفرا" کا عملی مظہر غریب ومفلوک الحال مسلم ممالک ہیں جہاں عیسائی مشنریاں تعلیم وطبی خدمت کے نام پر اور مالی امداد کے ذریعہ ان کے ایمان وعقیدہ کا سودا کررہی ہیں، بلکہ قادیانی تو اس کے لئے اتنا زائد مال صرف کررہے ہیں کہ اس کا مقابلہ کرنا دشوار ہے۔

اس لئے وہ مسلمان جن کی تجارت بہت چھوٹی سطح پر ہے انہیں کریڈٹ کارڈ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کہ یہ بلاضرورت سود دینا ہے، اور وہ مسلمان جن کی تجارت بڑے سطح

پر ہے، اوران کا کاروبار بہت پھیلا ہوا ہے، ان کا شمار بڑے تجار میں ہوتا ہے ان کے لئے کریڈٹ کارڈ کا استعمال ضرورت ہے، اور یہ "الضرورات تبیح المحظورات" کےتحت درست ہوگا، اور جس طرح علماء نے ضرورت کے وقت بینک میں پیسہ جمع کرنے کی اجازت دی ہے اور بینک جو سود دیتا ہے اس کو لے کر بلانیت ثواب رفاہی کاموں میں صرف کرنے کا حکم دیا ہے، حالانکہ بینک سودی کاروبار کرتا ہے اور صاحب رقم کو جو سود دیتا ہے وہ صرف پانچ فیصد، چھ فیصد ہے جبکہ وہ اس رقم پر اس سے کہیں زیادہ سود کماتا ہے اور یہ "تعاون علی الاثم و العدوان" ہے، لیکن فقہاء نے پیسہ کی حفاظت کے لئے بینک میں پیسہ جمع کرنے کی اجازت ضرورۃ دی ہے، اسی طرح یہاں تجارت کے اندر کریڈٹ کارڈ کا استعمال آج ایک انسانی ضرورت بن چکا ہے۔

نیز فقہاء نے ضرورت کے وقت بغرض علاج ستر کھولنے، جان بچانے کے لئے مردار وخنزیر کا گوشت کھانے، لقمہ حلق میں اٹک جائے اور پانی موجود نہ ہوتو لقمہ نگلنے کے لئے شراب پینے، حلال دواء سے علاج ممکن نہ ہوتو حرام چیزوں سے علاج کرانے، اور مجبوراجان بچانے کے لئے صرف زبان سے کلمہ کفر کہنے اور اپنا حق بلا رشوت نہ ملے تو رشوت دینے، ضیاع دین کے خطرہ کے پیش نظر تعلیم قرآن، امامت واذان کی اجرت لینے کی اجازت دی ہے۔

تو یہاں ملت کو اقتصادی بدحالی سے بچانے کے لئے ضرورۃً کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ خرید وفروخت کی اجازت دینا نہایت ضروری ہے، ورنہ امت، مالی بدحالی، جہالت، "و کاد الفقر أن یکون کفراً" فرمان نبوی کے مطابق عیسائیت و قادنیت کے ناپاک عزائم و مذموم مقاصد کا شکار ہوجائے گی۔

مطلوبہ رقم کے ساتھ مزید رقم کا حکم

کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ بینک سے نقد رقم حاصل کرنا درست ہے، اگر پہلے سے اس کی رقم وہاں موجود ہے تو کریڈٹ کارڈ کی حیثیت جمع مال کی سند ورسید کی ہے، بلکہ بینک ڈرافٹ

اور چیک کے طرح ہے، اور وہ اپنی ہی رقم حاصل کر رہا ہے، اور اگر پہلے سے رقم جمع نہیں ہے تو بینک سے قرض لے رہا ہے، اور یہ کارڈ بینک کی جانب سے قرض دینے کا تحریری وعدہ ہے، اور اگر وہ اپنے کھاتہ سے رقم دوسرے کے کھاتہ میں منتقل کرتا ہے تو گویا کہ وہ بینک سے قرض لے کر بینک کے ذریعہ دوسرے کو رقم حوالہ کر رہا ہے دونوں صورتیں جائز ہیں۔

لیکن جب یہ رقم جمع کرے گا تو اس رقم کے ساتھ مزید معینہ رقم بھی بینک کو دینی ہوتی ہے، تو یہ مزید رقم جو بینک لیتا ہے وہ بینک کے اس عمل کی اجرت ہے جو کہ ہر ماہ وہ صاحب کارڈ کو جو تفصیل فراہم کرتا رہتا ہے یعنی کارڈ کی تجدید، رقم کا اس کے اکاؤنٹ سے دوسرے اکاؤنٹ میں منتقلی و دیگر تفصیلات جو ہر ماہ کے اخیر میں صاحب کارڈ کو فراہم کی جاتی ہے یہ اس عمل کی اجرت ہے۔

علامہ ابن باز کا فتوی ہے:

"أما تحويل النقود من بنک لآخر ولو بمقابل زائد يأخذها البنک الربوی المحول فجائز، لأن الزيادہ التی يأخذها البنک أجرة له مقابل عملية التحويل" (فتاوی اسلامیہ ۲/۲۷۱) (ایک بینک سے دوسرے بینک رقم کی منتقلی پر منتقل کرنے والا سودی بینک جو زائد رقم لیتا ہے وہ جائز ہے، اس لئے جو زائد رقم بینک لیتا ہے وہ منتقل کرنے کے عمل کی اجرت ہے)۔

نیز بینک کی حیثیت کفیل کی ہے، اور جس کی کفالت لی جائے وہ کفیل کو خوشی سے ہدیہ وہبہ دے سکتا ہے، اور اگر کفیل اجرت کی شرط لگا دے تو اجرت بھی دینا درست ہے۔

شیخ وہبہ زحیلی فرماتے ہیں:

"إن شرط الكفيل تقديم مقابل أو أجر على كفالته، وتعذر على المكفول عنه تحقيق مصلحته من طريق المحسنين المتبرعين جاز دفع الأجر للضرورة أو الحاجة العامة لما يترتب على عدم الدفع من تعطيل المصالح" (الفقہ الاسلامی

والدلتہ ۵/۱۶۱) (اگر کفیل اپنی کفالت کی اجرت یا معاوضہ کی شرط لگائے اور مکفول عنہ کے لئے احسان وتبرع کرنے والوں کے ذریعہ اپنی مصلحت کی تکمیل دشوار ہوتو ان ضرورتوں اور عام حاجتوں کے لئے اجرت دینا درست ہے، کہ اگر اجرت نہ دے تو مصالح کا بطلان لازم آتا ہو)۔

ہندوستانی بینکوں کے مختلف کارڈ

مولانا رحمت اللہ ندوی ☆

بینک کی تعریف

''بینک'' ایک ایسے تجارتی ادارہ کا نام ہے جو لوگوں کی رقمیں اپنے پاس جمع کر کے تاجروں، صنعت کاروں اور دیگر ضرورت مند افراد کو قرض فراہم کرتا ہے، آج کل روایتی بینک ان قرضوں پر سود وصول کرتے ہیں اور اپنے امانت داروں کو کم شرح پر سود دیتے ہیں اور سود کا درمیانی فرق بینکوں کا نفع ہوتا ہے (اسلام اور جدید معیشت و تجارت: ۱۱۵)۔

چونکہ آج کل اکثر و بیشتر خصوصاً غیر اسلامی ممالک میں بینکوں کا قیام سودی لین دین اور ربوی کاروبار پر ہے، اگر چہ ڈپازٹ (Deposit) کی بعض صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں، جیسا کہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی تصنیف ''اسلام اور جدید معیشت و تجارت'' سے معلوم ہوتا ہے۔

بینک کے سود سے متعلق شیخ عبد اللہ النوری اپنے مجموعہ فتاوی ''سألونی'' میں رقمطراز ہیں:

''الفائدة التي يستحصلها المصرف من المدين هي ربا، لأن القاعدة الشرعية في الإسلام تقول: كل قرض جر نفعا فهو ربا'' (سألونی ۲/۶۰۰)۔

☆ استاذ مدرسہ فلاح المسلمین تیندوہ، رائے بریلی (یوپی)۔

(جو فائدہ بینک قرض دار سے وصول کرتا ہے وہ سود ہے، اس لئے کہ قاعدہ شرعیہ (یعنی ہر وہ قرض جو باعوض نفع کا باعث ہو، سود ہے) کے تحت آتا ہے)۔

علامہ یوسف القرضاوی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''اسلام نے تجارت کی راہ سے مال فروغ دینے کو مباح رکھا ہے،......لیکن اسلام نے ہر اس شخص کا راستہ بند کر دیا ہے جو سود کے راستہ سے مال بڑھانے کی تگ و دو کرے، کیونکہ سود قلیل ہو یا کثیر بہر صورت حرام ہے، یہودیوں کے اندر یہی خرابی تھی کہ وہ سود لیتے تھے، حالانکہ انہیں اس سے روک دیا گیا تھا، سود کی حرمت کے سلسلہ میں سورۂ بقرہ کی یہ آیت ہے جو آخر میں نازل ہوئی (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور (زمانہ جاہلیت یا حرمت ربا سے پہلے کا) بچا ہوا سود چھوڑ دو......'' (سورۂ بقرہ ۲۷۸، الحلال والحرام فی الاسلام ۲۴۱)۔

علامہ موصوف نے حرمت ربا کی حکمت پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

یوں تو علماء اسلام نے تحریم ربا کی حکمت کے کئی معقول وجوہات ذکر کئے ہیں، لیکن میں امام رازیؒ کے ذکر کردہ وجوہات پر اکتفا کرتا ہوں:

۱-سود بغیر عوض انسانی مال لینے کا متقاضی ہے۔

۲-سود پر اعتماد کر لینے سے لوگوں کی کمائی رک جاتی ہے اور اس پر بھروسہ کرنے سے بے روزگاری کا رجحان بڑھے گا۔

۳-لوگوں کے باہم قرض سے جو نیکی رائج ہوتی ہے، اس کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے، چنانچہ لوگوں کو یہ اچھا نہیں لگتا کہ جتنا قرض دیا ہے اتنا ہی بغیر فائدہ وصول کئے واپس لے لیں۔

۴-اکثر وبیشتر قرض دینے والا سودی لین دین سے مالدار اور قرض لینے والا مفلس و نادار ہو جاتا ہے (تلخیص از: الحلال والحرام فی الاسلام ۲۴۲، ۲۴۳)۔

اس موضوع پر ہندو پاک کے بہت سے علماء نے گفتگو کی ہے اور تحریریں چھوڑی ہیں، ہم ان سے استفادہ کر سکتے ہیں (دیکھئے: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۶۱/۶، جدید فقہی مسائل ۸۸/۴، موجودہ زمانہ کے مسائل کا شرعی حل ۴۷/۳ وغیرہ)۔

موجودہ دور میں بینک اور اس کی پیدا کردہ سہولیات نے ناگزیر صورتحال اختیار کر لی ہیں، اور انسانی زندگی میں اس نے جز لاینفک کا درجہ حاصل کرلیا ہے، اس ابتلاء عام سے کنارہ کشی دشواریات اور بہت مشکل کام ہے، فسادات اور بلوہ، نیز لوٹ مار کے واقعات نے بینک میں رقم جمع کرنے پر مجبور کر دیا ہے، اس لحاظ سے یہ ضروریات زندگی میں داخل ہو چکا ہے، دوسری طرف اسلامی غیر سودی بینکوں کا ہندوستان جیسے ملک میں وجود بھی نہیں ہے، جن میں آدمی کھاتے کھلوائے اور بلاسودی قرض لے، مزید برآں یہ کہ ذرائع مواصلات کی غیر معمولی ترقی اور تیز رفتاری نے ایسی صورت حال بنا رکھی ہے کہ بینکوں کو رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ چلنے، تجارت کو فروغ دینے اور انسان کو تجارتی کارواں کے دوش بدوش لے کر چلانے، نیز رقوم کو محفوظ طریقہ سے ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچانے اور اسی طرح ایک کے کھاتہ سے دوسرے کھاتہ میں سرمایہ منتقل کرنے کے لئے کچھ نئے طریقے سوچنے اور ایجاد کرنے پڑے، انہیں ایجادات میں سے بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ بھی ہیں، جو اس وقت ہمارا موضوع بحث ہیں۔

ان کارڈوں کی قسموں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حیثیت سند اور سرٹیفکٹ، یا دستاویز یا وثیقہ کی ہے، جس طرح بینک میں کھاتہ ہونے کی صورت میں کہیں سے بھی، جو اس بینک کی برانچ ہو، آدمی ڈرافٹ بنوا کر بھیج دیتا ہے اور وہاں کھاتہ دار اسے دکھا کر رقم اپنے کھاتہ میں منتقل کرالیتا ہے، یا نقد رقم کی صورت میں نکال لیتا ہے، وہی شکل یہاں بھی پائی جارہی ہے، اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ میں چونکہ کوئی سودی لین دین نہیں پایا جاتا، اس لئے ان سے استفادہ میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی ہے، اس کو حوالہ اور ہنڈی پر قیاس کیا جاسکتا ہے، کیونکہ جزئیات میں یکسانیت ہے، علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

''سفتجہ مکروہ ہے، اور سفتجہ کہتے ہیں راستہ کا خطرہ ختم کرنے کے لئے قرض دینا، گویا کہ متوقع خطرہ کو مستقرض کے حوالہ کر دیا، لہذا یہ بھی حوالہ کے مفہوم میں ہوگا، اس سلسلہ میں فقہاء کا

کہنا ہے جب منفعت مشروط اور متعارف نہ ہوتو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے"۔

آگے اس کی صورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس کی صورت یہ ہوگی کہ کسی تاجر کو مال بطور قرض دے، تاکہ وہ اس کے دوست کے حوالہ کردے یہ قرض ہوگا امانت نہیں، تاکہ وہ راستہ کا خطرہ ختم کرنے میں اس سے مستفید ہوسکے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی صورت یہ ہوگی کہ کسی آدمی کو قرض دے، تاکہ قرض خواہ اسے اس شہر میں ادا کرے جس کے اندر مقرض ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہے تاکہ وہ اس سے خطرۂ راہ ختم کرنے میں فائدہ اٹھا سکے۔

الفتاوی الصغری وغیرہ میں ہے کہ اگر سفتجہ قرض میں مشروط ہے تو حرام ہے اور اس شرط کے ساتھ قرض فاسد ہے ورنہ جائز۔

الواقعات میں شرط کی شکل یہ ہے:

ایک آدمی دوسرے آدمی کو مال بطور قرض دیتا ہے اس شرط پر کہ وہ اسے کوئی تحریر دے دے فلاں شہر کے لئے تو ایسا کرنا جائز نہ ہوگا۔ ہاں اگر قرض بلاشرط دے اور اس پر وہ ازخود تحریر دے دے تو درست ہے۔

اسی طرح اگر یہ کہے کہ مجھے فلاں جگہ کے لئے سفتجہ لکھ دو اس شرط پر کہ میں تمہیں وہاں ادا کردوں گا، تو اس میں کوئی خیر نہیں ہے (ایسا کرنا درست نہیں ہے)" (ردالمحتار ۵/ ۳۵۰)۔

کریڈٹ کارڈ کا استعمال درست نہ ہوگا، کیونکہ اس کا استعمال کرنے والا نقد رقم نکالنے یا کسی کے کھاتہ میں منتقل کرنے کے لئے جو رقم نکالتا ہے اس کے ساتھ مزید رقم کی ادائیگی بھی لازم ہوتی ہے جو بلاعوض ہونے کی وجہ سے سود ہے، اگر یہ شرط نہ ہو بلکہ کارڈ جاری کرانے یا اس کی تجدید کرانے کے لئے صرف فیس دینی پڑے، تو دیگر فیسوں کی طرح اس کا بھی حکم ہونا چاہئے۔

یعنی جس طرح مدارس وکالجز میں داخلہ فیس، پاسپورٹ کے لئے فارم فیس، ڈاک خانہ میں منی آرڈر یا رجسٹری فیس، اسی طرح ڈرافٹ بنوانے کی فیس یا آثار قدیمہ، چڑیا گھر اور میوزیم

دیکھنے کے لئے ٹکٹ یا فیس دی جاتی ہے، اسی طرح اس کی حیثیت بھی ایک فیس کی ہوگی، لیکن جب جائز حق کے حصول کے لئے فقہاء نے رشوت دینے کی اجازت دی ہے اور ضرورت پڑنے پر سودی قرض لینا جائز قرار دیا ہے، تو اگر بضرورت بقدر ضرورت اس فیس کی ادائیگی کر کے اپنا حق لینا چاہتا ہے تو اس کی بھی گنجائش ہونی چاہئے۔

خلاصہ بحث

آج کل اکثر بیشتر بینکوں کا نظام انٹرسٹ (سود) پر قائم ہے، اور سود کی حرمت نصوص قطعیہ اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے، سود لینے اور دینے کا حکم حرمت کے اعتبار سے یکساں ہے، البتہ فقہاء کے یہاں ضرورت ومجبوری کے وقت جس طرح جائز حق کے حصول اور مضرت کے دفع کے لئے رشوت دینے کی اجازت ہے، اسی طرح سودی قرض بقدر ضرورت لینے کی گنجائش ہے۔

باب الحوالہ میں جو حیثیت سفتجہ (ہنڈی) کی ہے، اسی پر زیر بحث مسئلہ کو قیاس کیا جاسکتا ہے، بلکہ بینک کے جاری کردہ کارڈ کی حیثیت تو سند (سرٹیفکٹ) یا وثیقہ کی ہے، اور اس کارڈ کو فیس سے حاصل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ قرض کے طور پر لی ہوئی رقم کے ساتھ مزید کی ادائیگی نہ کرنی پڑے، ورنہ یہ سود ہوگا اور ایسا کرنا حرام قرار پائے گا۔

اس کارڈ سے خرید وفروخت خواہ نقد کی صورت میں ہو یا ادھار کر سکتے ہیں، کیونکہ ربا کا خطرہ نہیں ہے، اسی طرح اپنے کھاتہ سے دوسرے کے کھاتہ میں رقم منتقل بھی کی جاسکتی ہے۔ البتہ کریڈٹ کارڈ چونکہ ربا پر مشتمل ہے لہذا اس کی اجازت نہ ہوگی۔

خلاصۂ جوابات

۱- اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ درست ہے، کیونکہ کوئی ایسی شرعی وجہ سمجھ میں نہیں آتی جو عدم جواز پر دلیل ہو۔

۲-ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ جائز اور اس کے ذریعہ خرید وفروخت بھی نافذ ہوگی۔

۳-اگر ان دونوں قسموں کے کارڈ کے لئے کچھ رقم بطور فیس ادا کرنی پڑتے تو کوئی مضائقہ نہیں، اس فیس کا حکم عام فیسوں کی طرح ہوگا، مثلاً دینی وعصری درسگاہوں میں داخلہ فیس، پاسپورٹ فارم فیس وغیرہ۔

۴-(الف، ب، ج) کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے کے لئے اگر صرف فیس کی ادائیگی کرنی پڑتی اور قرض بلاسود ملتا تو اس کا استعمال درست ہوتا، لیکن چونکہ قرض کے طور پر لی گئی رقم کے ساتھ مزید رقم دینی پڑتی ہے، جو سود ہے، اس لئے اس کارڈ کا حاصل کرنا درست نہیں، کیونکہ وہ حرام چیز کے حصول کا ذریعہ ہے، لیکن اگر ضرورت پڑ جائے تو اس وقت حاصل کرنے کی گنجائش ہونی چاہئے، کیونکہ اس صورت میں سود دینے والا گنہگار نہیں ہوتا ہے۔

مزید یہ کہ اس کارڈ کے ذریعہ ادھار خرید وفروخت بھی درست ہونا چاہئے۔

بینک سے جاری ہونے والے کارڈز کے فقہی احکام

مفتی سید باقر ارشد ☆

حق جل مجدہ کا ارشادِ گرامی ہے:

"یرید اللہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر" (سورۂ بقرہ)

(اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتے ہیں، تنگی نہیں)

چونکہ اللہ انسانی زندگی میں آسانی چاہتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ انسان سہولتوں کے "جائز حدود" میں رہ کر فائدہ اٹھائے، وہ نہیں چاہتے ہیں کہ انسان زندگی گذارنے میں "تنگی" اور "عسر" کا سامنا کرے۔ اسی لحاظ سے شریعت نے انسان کو ایک حد تک اختیار دیا ہے کہ وہ دنیاوی معاملات میں زمانہ و وقت کے پیش نظر "شرعی حدود" میں رہ کر اپنے معاملات کا حل تلاش کریں۔

انسان کی یہ فطرت بھی ہے کہ وہ آسانی اور سہولت کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ مشقت، تکلیف وصعوبتوں سے دور بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ انسان کی اسی فطرت اور اس کی طبع میں جدید سے جدید تر کی جستجو نے آج بہت سی ایسی سہولیات مہیا کر دی ہیں، بہت سی ایسی ایجادات ہماری نظروں کے سامنے آ گئیں ہیں جو ہماری فطرت کو اور ہماری عجلت پسندانہ رویوں کو آسودہ کرتی ہیں۔ انہی سہولیات و ایجادات میں ایک ایجاد یا سہولت بینک کی جانب سے جاری کردہ "کارڈز" ہیں۔

☆ بنگلور۔

کسی بھی معاملہ کے دورخ ہوتے ہیں: ایک منفی اور دوسرا مثبت، یعنی کسی بھی معاملہ کے فوائد کے ساتھ ساتھ نقصانات بھی ہوتے ہیں۔ ایک کلمہ گومومن مسلمان کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ نقصانات اور منفیات سے گریز کرتے ہوئے، ضرر رساں پہلو سے احتراز کرتے ہوئے ''شرعی حدود'' میں رہ کر فائدہ مند پہلو سے استفادہ کرے۔

بینک سے جاری کردہ کارڈز خصوصاً کریڈٹ کارڈ کے استعمال میں جہاں فوائد ہیں، وہیں نقصانات بھی ہیں۔ مگر بفرمان خداوندی:

''یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر'' (سورہ بقرہ)۔

فرمان رسول اللہ ﷺ:

''بشروا ولا تنفروا یسروا ولا تعسروا'' (الحدیث) (تم خوشخبری کی تعلیم دینا، نفرت کی باتیں نہ کرنا، آسانی کرنا، دشواری اور تنگی نہ پیش کرنا)۔

''أحب الدین إلی الله الحنیفیة السمحة'' (الحدیث) (اللہ کے نزدیک محبوب ترین دین، دین حنیف ہے جو سہل ہے)۔

جائز حدود میں رہ کر شرعی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی پالیسیوں یا سہولتوں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

کیونکہ فی زمانہ جہاں انسان کمپیوٹرائزڈ دور میں آ گیا ہے، ہر کام میں عجلت، ہر معاملہ میں سہولت اور آسانی چاہ رہا ہے، آج کے عجلت وسہولت پسند انسان کے لئے خرید فروخت یا کاروباری سہولتوں کے لئے کریڈٹ کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ ایک نعمت تصور کی جارہی ہے، کیونکہ ان کے استعمال اور ان کی مراعات سے فائدہ اٹھانے میں سہولت مہیا ہوتی ہیں، لین دین کے سلسلہ میں، کاروباری مسائل میں ان کارڈز کی بدولت کافی سہولت وآسانی ہو رہی ہے۔

اس لئے علماء کرام وارباب افتاء کے لئے یہ لازمی ہو گیا ہے کہ اس کارڈ کا شرعی جائزہ لیں اور عوام کی رہنمائی فرمائیں۔

۱-اے ٹی ایم کارڈ

یہ کارڈ حقیقت میں ''اے ٹی ایم'' نظام سے روپیہ نکالنے میں آپ کی مدد کرتا ہے، آپ کو بینک میں جا کر بجائے لائن میں کھڑے ہونے، یا متعلقہ بینک ہی میں جا کر دن کے اوقات میں روپیہ نکالنے کی زحمت نہ ہوگی، اس سے آپ بچ جاتے ہیں، اگر آپ کے پاس اے ٹی ایم کارڈ ہے تو آپ کہیں بھی، کبھی بھی، چاہے دن ہو یا رات، آپ اے ٹی ایم سے جو جگہ جگہ نصب کی گئی ہیں، اپنے اکاؤنٹ سے روپیہ نکال سکتے ہیں، اس میں کسی قسم کا سود یا ماہانہ فیس کی ادائیگی نہیں کرنی پڑتی۔

اے ٹی ایم کارڈ کا حکم

اے ٹی ایم سے استفادہ کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ ایک سہولت ہے کہ آدمی کہیں بھی اپنی رقم حسب ضرورت بینک کے اے ٹی ایم سے اس کارڈ کے ذریعہ نکال سکے، ہاں بینک میں اکاؤنٹ کے لئے جس طرح سے سود کے لین دین سے احتراز لازمی ہے، اسی طرح اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ میں بھی اس کا خیال رکھا جائے، فی الجملہ جس طرح سے سودی لین دین میں ملوث ہوئے بغیر بینک کی خدمات سے استفادہ کیا جا سکتا ہے، اسی طرح سودی لین دین سے بچتے ہوئے اے ٹی ایم سروس سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

۲-ڈیبٹ کارڈ

ڈیبٹ کارڈ بھی اے ٹی ایم جیسا ہی ہے، مگر اس میں ایک اضافہ ہے کہ آپ اس کارڈ کے ذریعہ خرید و فروخت بھی کر سکتے ہیں، یہ کارڈ خرید و فروخت کے معاملہ میں ''کریڈٹ کارڈ'' کا ایک متبادل ہے، جس میں آپ کو بغیر کسی سودی لین دین کے سہولیات مہیا کی گئی ہیں، مگر اس میں کنزیومر پروٹیکشن (Consumer Protection) نہیں ہے اور نہ ہی وارنٹی کو بڑھایا جا سکتا

ہے، جب کہ یہ سہولتیں کریڈٹ کارڈ میں مہیا ہیں۔ نیز ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ آپ اتنے ہی روپیوں کی خریداری کرسکتے ہیں، جتنے کہ آپ کے اس کارڈ (یعنی اکاؤنٹ) میں ہیں، بالعکس کریڈٹ کارڈ میں اکاؤنٹ سے زیادہ کی خریداری بھی کرسکتے ہیں، ڈیبٹ کارڈ کو ڈیبٹ کم اے ٹی ایم کارڈ (Debit Cum ATM Card) بھی کہا جاتا ہے۔

ڈیبٹ کارڈ کا حکم

ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ کرنے میں کوئی قباحت نہیں اور اس کے ذریعہ خرید و فروخت بھی جائز ہے، درحقیقت یہ کریڈٹ کارڈ کا متبادل ہے، اس میں سودی لین دین کے بغیر خرید و فروخت کی سہولیات مہیا کی گئی ہیں۔

۳-فیس کی حیثیت

اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح کی فیس کارڈ کے اجراء یا تجدید کی یا سالانہ خدمات کا عوض ہوتی ہے، یہ جائز ہے، یہ بحیثیت وکیل بینک جو خدمات انجام دیتا ہے اس کی اجرت شمار کی جاسکتی ہے۔

سوال نمبر چار اور اس کی دفعات کے جواب سے پہلے کریڈٹ کارڈ کے سلسلہ میں کچھ تفصیلات ذکر کی جارہی ہیں:

کریڈٹ کارڈ کی بنیادوں کا شرعی جائزہ

کریڈٹ کے معنی قرض کے ہیں، کریڈٹ کارڈ کے معنی قرض لینے کا کارڈ یا قرض لینے کی سہولت فراہم کرنے والا کارڈ، اب یہاں پر اس کارڈ کی شرعی حیثیت متعین کی جائے کہ اس کی سہولتوں سے استفادہ جائز ہے یا ناجائز؟۔

کریڈٹ کارڈ معاملہ قرض، وکالت اور کفالت کو شامل ہے

کریڈٹ کارڈ قرض لینے یا دینے کے معاملہ کا نام ہے، اس کارڈ کے رکھنے والے کو بینک قرض دیتا ہے اور اس کارڈ کا رکھنے والا (کارڈ ہولڈر) قرض لیتا ہے، یا قرضہ پر خرید و فروخت اس کارڈ کے ذریعہ سے کرتا ہے، اور تاجر کو بینک بعد میں کارڈ ہولڈر کے بل کی ادائیگی کر دیتا ہے، اس اعتبار سے یہاں قرض، وکالت اور کفالت تینوں معاملوں کو یہ کارڈ شامل ہے۔

قرض کا معاملہ یوں ہے کہ کارڈ ہولڈر بینک سے اس کارڈ کی جانب سے فراہم کردہ سہولت کے مطابق قرض لیتا ہے اور بعد میں اس کو ادا کرتا ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں "قرض" کی تعریف عند الاحناف یہ ہے:

"قرض یعنی کوئی شخص کسی کی ضرورت پر اپنا مال اس وعدہ پر دیتا ہے کہ اس کو ویسا ہی واپس کرے گا" (التعریفات الفقہیہ، الرسالۃ الرابعہ من مجموعۃ قواعد الفقہ، رد المحتار علی الدر المختار)۔

بینک سے جو قرض دیا جاتا ہے، اس کریڈٹ کارڈ کے توسط سے وہ رننگ اکاؤنٹ (Running Account) ہوتا ہے یعنی کارڈ ہولڈر حسب ضابطہ مقررہ رقم ایک سال تک یا ایک سال کے اندر اندر خریداری کرتا ہے یا رقم حاصل کر لیتا ہے، پھر وہ اس ایک سال کے اندر اندر ہی مقررہ مدت میں اس رقم کو بینک میں جمع کرا دیتا ہے، تو ایسی صورت میں وہ دوبارہ ایک سال تک اسی مقرر رقم کی خریداری کر سکتا ہے، یہاں پر سودی لین دین سے بچتے ہوئے قرض کا معاملہ کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے، کیونکہ قرض کے لین دین میں اگر سودی معاملہ کا دخل نہیں ہے، تو ایسی صورت میں قرض جائز ہے۔

بینک کارڈ ہولڈر کا وکیل ہوتا ہے اور کفیل بھی

کریڈٹ کارڈ کو قرض کے بعد وکالت کا معاملہ بھی شامل ہے، چنانچہ حنفیہ کے نزدیک وکالت کی تعریف یہ ہے:

''هي عبارة عن إقامة الإنسان غيره مقام نفسه في تصرف جائز معلوم''
(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵/ ۴۷، مطبع المکتبۃ الحقانیۃ پاکستان، بحوالہ بدائع الصنائع وتکملہ فتح القدیر، ردالمحتار وتبیین الحقائق)، شرعی اعتبار سے معلوم وجائز تصرف میں کسی کو اپنی ذات کا قائم مقام بنانے کو وکالت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

وکالت اس طرح ہے کہ اگر کارڈ ہولڈر کسی تاجر کے پاس کوئی خریداری کرتا ہے اور اس تاجر کو اپنا کارڈ دکھا کر کہتا ہے کہ وہ اس کی خریدی ہوئی اشیاء کی قیمت بینک سے وصول کر لے تو یہاں بینک اس کارڈ ہولڈر کا وکیل ہوا کہ وہ اس کے تمام قیمت یا بلوں کی وصولیابی اور ان کی ادائیگی کا پابند ہوتا ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ جائز تصرف میں کسی شخص کو اپنا قائم مقام یا نائب بنانے کو وکالت کہتے ہیں، اس اعتبار سے کریڈٹ کارڈ کے معاملہ میں قرض کی رقم بینک کے قبضہ میں ہوتی ہے اور وہ کارڈ ہولڈر کے وکیل کی حیثیت سے اس کے تمام بلوں کی ادائیگی کرتا ہے۔

بالعکس وہ تاجر حضرات کا بھی وکیل بن کر کارڈ ہولڈر سے رقم وصول کرتا ہے، اس لحاظ سے بینک کارڈ ہولڈر اور تاجر دونوں کا وکیل ہوتا ہے، یہ صورت جائز ہے، اس کے جواز میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

کریڈٹ کارڈ کے معاملہ میں کفالت کی تشریح یوں ہے کہ بینک تاجر حضرات کو ان تمام خریداریوں کے بلوں کی ادائیگی کا پابند ہوتا ہے جو کارڈ ہولڈر کرتے ہیں، یعنی کارڈ ہولڈر کسی تاجر کے پاس کوئی سامان خریدتا ہے اور اس کی بل کی ادائیگی اور اس کا اماؤنٹ وہ بینک سے وصول کرنے کو کہتا ہے، اس طرح بینک کی حیثیت کارڈ ہولڈر کے لئے مالی کفیل کی ہوتی ہے۔

اور شرعی اصطلاح میں کفالت کی تعریف یہ ہے:

''هي ضم ذمة إلى ذمة في حق المطالبة'' (تحفۃ الفقہاء کتاب الوکالۃ وکذا فی فتح القدیر ۶/ ۲۸۳، مطبع المکتبۃ الرشیدیہ پاکستان) (ایک شخص کا اپنی ذمہ داری کو دوسرے شخص کی ذمہ داری سے

مطالبہ کی حد تک مربوط کردینا)۔

قرض اگر صحیح ہے تو کفالت بھی صحیح ہوتی ہے، بینک کارڈ ہولڈر کے اخراجات کی ادائیگی اس کا مالی کفیل بن کر کرتا ہے، اس کا ایسا کرنا شرعی اعتبار سے جائز ہے، اور تاجر اپنے بلوں کی ادائیگی کا مطالبہ یہاں کارڈ ہولڈر سے نہیں بلکہ بینک سے کرنے کا پابند ہوتا ہے اور یہ صورت بھی جائز ہے۔

لیکن کریڈٹ کارڈ کے معاملہ میں ایک سوال یہاں یہ اٹھتا ہے کہ کارڈ ہولڈر کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ واجب الاداء رقم کا کم از کم پانچ فیصد ہر ماہ بینک کو ادا کرے، اور بقیہ رقم سہولت کے مطابق ادا کرسکتا ہے، لیکن اس کے لئے بھی بینک ایک مدت تک مہلت دیتا ہے، اگر اس کے اندر اس کی ادائیگی کردی گئی تو اس صورت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا، ہاں اگر ادائیگی میں تاخیر ہوجائے تو ایسی صورت میں سود کے ساتھ اس رقم کو ادا کرنا ہوگا۔ وہ عموماً ایک فیصد سے ۵ فیصد تک ہوتا ہے۔ یہ زیادہ رقم شرعی اعتبا سے سود ہے اور سود کا لینا دینا دونوں حرام ہے، اس لئے کارڈ ہولڈر ایسے سود کے معاملہ سے بچنے کے لئے وقت مقررہ پر واجب الاداء رقم ادا کردے، کیونکہ مال قرض میں مشروط اضافہ سود کے مشابہ ہے، ہاں یہ اس وقت ہے جب قرض کے معاملہ میں اضافہ کی شرط رکھی گئی ہو، کیونکہ سود یا ربا اس اضافہ کو کہتے ہیں کہ جس کی معاملہ میں شرط رکھی گئی ہو۔

حدیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''خیار کم أحاسنکم قضاء'' (نیل الاوطار، کتاب القرض) (لوگوں میں بہترین وہ ہیں جو قرض کی ادائیگی میں سب سے اچھے ہیں)۔

اس اعتبار سے از خود قرض ادا کرنے والا اپنی جانب سے کچھ اضافہ کرسکتا ہے، مگر قرض دیتے وقت اس طرح کی کوئی شرط لگانا کہ قرض کو واپس کرتے وقت کچھ اضافہ کے ساتھ دینا ہوگا، یہ ناجائز ہے، اور ایک بات یہ بھی ہے کہ اضافہ کمیت میں نہ ہو بلکہ خاصیت میں ہو، اس کی تفصیل یہ ہے کہ سو روپئے لے تو سو روپئے ہی واپس کرے، ہاں قرض لیتے وقت نوٹ خراب ہوں تو یہ

قرض کی ادائیگی کرتے ہوئے اچھے نوٹ دے سکتا ہے۔

اس تفصیل کے بعد یہاں کریڈٹ کارڈ کے معاملہ میں یہ شرط پہلے ہی رکھ دی جاتی ہے کہ قرض کی تاخیر کی صورت میں کچھ فزوں رقم دی جائے، لہذا ایسی رقم کا دینا یا لینا جائز نہیں۔

البتہ اس شرط سے کریڈٹ کارڈ کا سارا معاملہ غلط یا ناجائز نہیں ہوجاتا، بلکہ حنفیہ کے نزدیک قرض کے ساتھ اگر کوئی ناجائز شرط لگادی جائے، تو ایسی صورت میں قرض کا معاملہ تو صحیح ہوگا، لیکن شرط باطل ہوجائے گی، اس لحاظ سے ایسی شرط لگادینے کی بنیاد پر کریڈٹ کارڈ کا معاملہ باطل نہیں ہوجاتا، بلکہ وہ معاملہ صحیح ہوگا اور ناجائز شرط جو لگائی جائے گی وہ باطل ہوجائے گی، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے:

''جس مال کا مبادلہ مال سے ہو وہ شرط فاسد سے فاسد ہوجاتا ہے، جیسے بیع وغیرہ، اور جس مبادلہ مال کا مال سے نہیں وہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا، جیسے قرض وغیرہ۔ اس لئے کہ شرط فاسدہ سود سے متعلق ہیں اور سود معاوضات مالیہ سے ہے، نہ کہ اس کے غیر سے تو وہاں صرف شرط ہی باطل ہوگی'' (ردالمحتار علی الدر المختار ۷/۲۹۷)۔

نیز ردالمحتار میں ہے کہ:

''(والقرض) کاقرضک هذه المائة بشرط أن تخدمني سنة، وفي البزازية: و تعليق القرض حرام و الشرط لا يلزم'' (ردالمحتار علی الدر المختار ۷/۵۰۹ مطبع مکتبہ زکریا دیوبند) (مقرض نے کہا کہ میں نے تجھ کو ایک ہزار قرض دیا، اس شرط پر کہ تو ایک سال میری خدمت کرے تو اس شرط سے قرض باطل نہیں ہوتا، بزازیہ میں ہے کہ قرض کی تعلیق حرام ہے اور شرط لازم نہیں ہوتی)۔

کریڈٹ کارڈ کی فیس

کارڈ کے اجراء کے لئے بینک جو فیس کارڈ ہولڈر سے لیتا ہے وہ جائز ہے، اسی طرح اس کارڈ کی سالانہ فیس اور اس کے رینیول (تجدید) کی فیس بھی جائز ہے، اس قسم کی رقم یا فیس

سروس چارج (اجرت) یا خدمات کے عوض کی حیثیت سے لی جاتی ہیں، اس کا قرض سے یا قرض کی رقم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، لہذا اس قسم کی فیس یا رقم جائز ہے، اس کی ادائیگی میں کوئی قباحت نہیں۔

نیز بلوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں بینک تاجروں سے زیادہ سے زیادہ ۵ فیصد کمیشن وصول کرتا ہے، یہ بھی بینک کی سروس چارج یا خدمات کا عوض ہے، یہ رقم یا کمیشن بھی جائز ہے، کیونکہ بینک کارڈ ہولڈر اور تاجر کا وکیل ہوتا ہے اور وکیل کا اجرت لینا جائز ہے۔ جیسا کہ الفقہ الاسلامی وادلتہ میں لکھا ہے کہ: "تصح الوكالة بأجر" حسب ضابطہ بینک اپنی کوئی سالانہ فیس کارڈ کے استعمال کی یا اپنی خدمات کی اجرت کے طور پر کچھ رقم لیتا ہے اور وہ پہلے ہی سے طے پا چکی ہو، ایسی صورت میں یہ فیس اجرت میں شمار ہوگی اور جائز ہوگی، جیسا کہ الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے (دیکھئے: ۵/ ۴۷، ۴/ ۱۵۱ طبع پاکستان)۔

۴- الف: کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے اور اس کے استعمال کرنے کے لئے ادا کردہ فیس جائز ہے۔

ب- اس کارڈ کے ذریعہ حاصل کردہ رقم کے ساتھ مزید جو رقم ادا کرنی ہوتی ہے وہ اگر سالانہ فیس یا تجدید کی فیس ہو تو وہ جائز، اور تاجر بطور کمیشن ادا کرے تو وہ بھی جائز ہوگی، ہاں اگر تاخیر کی صورت میں افزودہ رقم کی ادائیگی ہو تو ایسی رقم کا دینا یا لینا حرام ہے۔

ج- واجب الادا رقم کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے جو رقم ادا کرنی ہوتی ہے، وہ رقم سود کو شامل ہے اس لئے کارڈ ہولڈر کے لئے لازمی ہے کہ اس طرح کی تاخیر سے گریز کرے تا کہ وہ سود کی ادائیگی سے بچ سکے۔

معاملہ میں اس بات کا شامل ہونا کہ مقررہ مدت پر ادا نہ کرنے کی صورت میں اصل رقم سے زائد ادا کرنی ہوگی، یہ باطل شرط ہے، معاملہ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، یعنی قرض کا معاملہ صحیح و درست ہے اور شرط باطل ہے۔

فی الجملہ ربا سے بچتے ہوئے کریڈٹ کارڈ کی سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ خریداری جب کی جائے تو فوراً رقم جمع کردی جائے، تاکہ سود سے بچا جائے، اور اس کارڈ کے ذریعہ کیش روپیہ نہ لیا جائے، یعنی روپیہ کی صورت میں قرض نہ لیا جائے۔

بینکوں سے جاری مختلف کارڈ کے استعمال میں قابل غور پہلو

مولانا محی الدین غازی ☆

بنیادی طور سے ان کارڈ کی دو قسمیں ہیں:

ایک وہ کارڈ جس کے ذریعہ بینک رقم جمع کرنے اور نکالنے کی آسان شکل پیش کرتا ہے، اس میں سہولت کا ایک پہلو یہ بھی رہتا ہے کہ فرد بینک کے اوقات کا پابند نہیں رہتا ہے۔

نیز بینک کے پیش نظر (انسانی وسائل) سے زیادہ مشینی وسائل پر انحصار بھی ہوتا ہے، چھوٹی رقموں کے ٹرانزکشن کے لئے مہنگے انسانی وسائل کو مصروف نہیں کرنا پڑتا ہے۔

چنانچہ جن بینکوں میں اے ٹی ایم کارڈ یا ڈیبٹ کارڈ کی سہولت ہے، وہاں کھاتے دار متعین حد سے کم رقم کاؤنٹر سے نہیں لے سکتا، بلکہ کارڈ ہی استعمال کرنا ہوگا۔

دوسرا کارڈ وہ ہے جس کا مقصد سہولیات کے نام پر آسان شرحوں اور سہل طریقہ حصول سے سودی قرضوں کو رواج دینا ہے۔

کریڈٹ کارڈ اور ویزا کارڈ اسی نوع کے کارڈ ہیں۔

کریڈٹ کارڈ استعمال کرنے والوں کو قدم قدم پر سودی قرضوں اور اصل رقم سے زائد رقم کی ادائیگی درپیش ہوتی ہے، جو مختلف ناموں سے لی جاتی ہے۔

کریڈٹ کارڈ صارفیت کے رجحان کو بھی تقویت دیتا ہے، جیب میں موجود رقم سے زیادہ کی خریداری کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔

☆ اسلامی اکیڈمی، جماعت اسلامی ہند، نئی دہلی۔

ہر دو قسم کے کارڈ کے مابین اس فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

۱- اے ٹی ایم کارڈ کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، یہ بینک میں رقم جمع کرنے اور اپنی مرضی سے نکالنے کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اس میں اگر قباحت ہے تو اس پہلو سے کہ بینکنگ کا پورا نظام ہی مبنی بر سود ہے، مگر جن امور کے پیش نظر بینک کی سہولت سے استفادہ کی جو گنجائش ہے، اس میں یہ کارڈ بھی شامل ہے۔

۲- ڈیبٹ کارڈ کے استعمال میں بھی کوئی شرعی مانع نہیں ہے، اس کارڈ سے خرید و فروخت بھی جائز ہے، کیونکہ کھاتے میں رقم موجود ہوتی ہے اور دوکاندار کے سامنے ہی وہ اس کے کھاتے میں منتقل ہو جاتی ہے۔

اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء سعودیہ عربیہ کا فتویٰ بھی یہی ہے:

''إذا كان الأمر كما ذكر فإنه لا مانع من استخدام البطاقة المذكورة إذا كان المشتري لديه رصيد يغطي المبلغ المطلوب'' (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء ۱۳/ ۵۴۷)۔

صورت مذکورہ میں جبکہ مشتری کے کھاتہ میں مطلوبہ ادائیگی رقم موجود ہو، مذکورہ کارڈ کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳- مذکورہ دونوں کارڈ کے حصول کے لئے ادا کردہ فیس بھی جائز ہے، یہ اجر علی الوکالۃ کے تحت مندرج ہوگی۔

حالانکہ اللجنۃ الدائمۃ ریاض کے مطابق اس فیس کا لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ ان کے نزدیک یہ عقد الکفالۃ ہے (۱۳/ ۵۲۲)۔

لیکن کارڈ اور اس سے وابستہ مشینری وغیرہ پر آنے والے خرچ کو پورا کرنے کے لئے ایسی کسی فیس میں مضائقہ معلوم نہیں ہوتا۔

نوٹ: ایک جگہ اے ٹی ایم کارڈ کے ذریعہ رقم جمع کر کے دوسرے مقام پر نکالنے سے

بعض بینکوں میں اجرۃ التحویل کے طور پر رقم دینا پڑتی ہے، اس رقم کی نوعیت وہی ہوجاتی ہے جو ڈرافٹ بناتے وقت دینا ہوتی ہے۔

بظاہر اس رقم میں بھی مضائقہ نظر نہیں آتا۔

۴-کریڈٹ کارڈ

کریڈٹ کارڈ کا مسئلہ فی الواقع بہت پیچیدہ ہے۔

مجمع الفقہ الاسلامی ساتویں اور آٹھویں دومتواتر سمیناروں میں غوروفکر اور بحث ومباحثہ کے باوجود حتمی فیصلہ تک نہیں پہنچ سکا (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵۱۹۸، ڈاکٹر وہبہ زحیلی)۔

الف- کریڈٹ کارڈ کے محض استعمال کے سلسلہ میں راقم کے سامنے دو فتاوی (موقف) ہیں۔

اللجنۃ الدائمۃ کا موقف ہے:

"البطاقة الفضية أو الذهبية على الشرط المذكور بطاقة ربوية لا يجوز إصدارها ولا العمل بها لاشتمالها على قرض جر نفعاً، وهذا ربا محرم، والتعامل بها من التعاون على الإثم والعدوان" (۵۲۶/۱۳)۔

مذکورہ شرط کے ساتھ یہ کارڈ سودی کارڈ ہے، اسے ایشو کرانا اور استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ نفع اندوز قرض پر مشتمل ہے جو حرام سود ہے، اسے استعمال کرنے کا مطلب اثم وعدوان کے ساتھ تعاون ہے۔

دکتور عبدالستار ابوغدہ کا موقف ہے:

"کارڈ بردار اگر ان احتیاطی تقاضوں کو پورا کرلیتا ہے کہ جو اس حرام شرط کے عمل درآمد ہونے کو روک سکیں، تو اس کارڈ کے استعمال اور اس کے اتفاق نامہ پر دستخط، باوجود اس شرط کے مضائقہ سے خالی ہے، کیونکہ شرعاً وہ شرط الغاء کی حالت میں ہے، وہ اس کو غلط بھی سمجھتا ہے، اور اس کے اثر کو دور کرنے پر عامل بھی ہے۔

اس کی شرعی دلیل نبی ﷺ کا صحیحین میں حضرت بریرہؓ کے سلسلے میں حضرت عائشہؓ سے کہنا ہے کہ انہیں لے لو اور ان کے ساتھ ولاء کی شرط رکھ دو، ولاء تو آزاد کرنے والے ہی کو حاصل ہوتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے: انہیں خرید لو اور آزاد کردو اور انکے ساتھ ولاء کو مشروط کردو......'' (بحوث فی المعاملات والأ سالیب المصرفیۃ الاسلامیہ ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ)۔

بہرصورت کریڈٹ کارڈ رکھنا اور اس کے ذریعہ خریداری کرنا خواہ سود کی فاضل رقم دینے کی نوبت نہ آتی ہو، کراہت سے خالی نہیں ہے، اس لئے کہ اس کو ایشو کراتے ہوئے مبنی برسود کی شرط قبول کرنا ہوتی ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ سود کی رقم لازم ہوجانے کا احتمال واندیشہ لگا رہتا ہے۔

اس نوعیت کے کارڈ کے حصول کے لئے جو فیس دی جاتی ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ب- زائد رقم ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں اور دونوں عملاً رائج ہیں۔

ا- زائد رقم کی ادائیگی بصورت تاخیر: اس رقم کے سود اور حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، اللجنۃ الدائمۃ کا فتوی ہے:

''إذا كان الواقع كما ذكر من الاتفاق على أن المقترض إن وفى بسداد القرض عند الأجل لا يغرم شيئاً، وإن تأخر دفع زيادة عليه من مقدار المبلغ فهو عقد ربوى مدخول فيه على ربا الفضل وهو تلك الزيادة وربا النسأ وهو التأخير'' (۱۳/ ۵۴۳)، مذکورہ صورت سودی معاملہ ہے، جس میں ربا الفضل بھی ہے اور ربا النسیئہ بھی ہے۔

بیت التمویل الکویتی کے مستشار شرعی بدر المتولی عبدالباسط کے مطابق بھی:

''لا يجوز وضع شرط جزئى فى الالتزام بدفع مبالغ نقدية (فلا

فالالتزام بعمل تعاقدی) ولکن یمکن إلغاء صلاحیة بطاقة الفیزا فی حالة عدم سداده أو تکرار عملیة انکشاف رصیده" (الفتاوی الشرعیة فی المسائل الاقتصادیہ ۳۶۲)۔

(شرط خیراتی کا رکھنا درست نہیں ہے، اگر وہ نقد رقم کی ادائیگی کی صورت میں ہو، تاہم کارڈ کو کینسل کیا جا سکتا ہے)۔

مجمع الفقہ الاسلامی نے بھی گیارہویں سمینار میں فیصلہ کیا کہ مماطلت یا تاخیر کے سبب مدین پر کوئی اضافی رقم عائد نہیں کی جا سکتی ہے۔

شیخ مصطفیٰ احمد زرقاء کو اس سے اختلاف ہے، مگر وہ بھی اس کا اختیار قضاء کو دیتے ہیں کہ وہ کیس کے لحاظ سے جرمانہ عائد کرے (مجلۃ ابحاث الاقتصاد الاسلامی العدد الثانی ۲/۹۷)۔

۲-دوکاندار کے کھاتہ میں رقم تحویل کرنے پر فاضل رقم کی ادائیگی:

اس رقم کا تعلق تاخیر سے ادائیگی سے نہیں ہے، بلکہ جب بھی کارڈ بردار کوئی خریداری کرے اور بینک اس کے بدلے اس کی جانب سے رقم دوکاندار کو ادا کرے وہ زائد رقم لے۔

اس سلسلہ میں بیت التمویل الکویتی کے استشار شرعی مذکور کا فتوی حسب ذیل ہے:

"یجوز أخذ أجرة عن الخدمات المقدمة لصاحب بطاقة فیزا التمویل ومنها القیام بالدفع من حسابه المشتمل علی رصید علی أساس أجر الوکالة بالدفع، أما فی حالة انکشاف رصیده وقیامنا بالدفع عنه فلا یؤخذ منه عمولة لأنه قرض حسن" (الفتاوی الشرعیة فی المسائل الاقتصادیہ ۳۶۱)۔

(کارڈ بردار کو دی جانے والی سروس کی اجرت لینا جائز ہے، اسی میں اس کے کھاتہ جس میں رقم موجود ہو اجر الوکالة بالدفع کی بنیاد پر ادائیگی بھی شامل ہے، البتہ اگر کھاتا خالی ہو اور اس کی جانب سے رقم ادا کی جائے تو فیس نہیں لی جائے گی، کیونکہ یہ قرض حسن ہے)۔

راقم کا خیال ہے کہ اس کی تعریف کی حاجت نہیں ہے، دونوں صورتوں کا ایک ہی حکم ہونا چاہئے، راقم کے نزدیک اس رقم کا لینا جائز ہے۔

نوٹ: کریڈٹ کارڈ سے خریداری کی صورت میں رقم ادا کرتے ہوئے بینک دوکاندار سے بھی مخصوص کمیشن لیتے ہیں، سوالنامے میں اس کا تذکرہ نہیں ہے، اس کی تفصیلات کے لئے دیکھیں: (بحوث فی المعاملات والأسالیب المصرفیۃ الاسلامیہ- ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ)۔

ماہرین شریعت کے یہاں اس سلسلہ میں دو موقف پائے جاتے ہیں، ایک یہ کہ یہ رقم از قبیل سود ہے اور اسے لینا جائز نہیں ہے، دوم یہ کہ یہ خریدار کے ذریعہ لی گئی چیز کی رقم خریدار سے دوکاندار کو دلانے کی اجرت ہے (اجرۃ تحصیل الدین) اور شریعت میں اس کی گنجائش موجود ہے۔

پہلی رائے کے حاملین اپنی رائے کی بنیاد پر کریڈٹ کارڈ کے استعمال کو ناجائز ٹھہراتے ہیں، کیونکہ بینک کے اس ناجائز رقم کو لینے کا دروازہ کارڈ بردار ہی کے ذریعہ کھلتا ہے۔

نوٹ ۲: بیرون ملک سفر کی صورت میں کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ دوسرے ملک میں جو رقم دوسرے بینک سے نکالی جاتی ہے، اس پر زائد رقم واپس ادا کرنی ہوتی ہے، اس زائد رقم کو دونوں بینک (کارڈ ایشو کرنے والا اور رقم نقد دینے والا) باہم تقسیم کرتے ہیں، سوالنامے میں اس رقم کا بھی ذکر نہیں ہے۔

"شرکۃ الراجحی المصرفیۃ للاستثمار" اس رقم کو لینا غلط سمجھتا ہے اور اس کے پاس جو رقم آتی ہے وہ دوبارہ کارڈ بردار کے کھاتہ میں جمع کر دیتا ہے۔

بیت التمویل الکویتی: اس رقم کو اجرۃ الوکالۃ علی التحویل کی مد میں رکھ کر جائز قرار دیتا ہے۔

تفصیلات کے لئے ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ کی کتاب مذکور ملاحظہ کی جائے۔

بینک کے مختلف کارڈ اور ان کا شرعی حکم

مفتی اقبال احمد قاسمی ☆

موجودہ دور بینک کی ترقیات کا دور ہے، ہر شہر اور ہر ملک کا انسان اپنے کاروباری معاملات میں بینک سے وابستگی کی ضرورت محسوس کر رہا ہے، اگر چہ یہ مسائل موجودہ دور کے پیداوار ہیں، لیکن قرآن وسنت کے بیان کردہ اصولوں سے اور فقہاء امت کی تشریحات وتفصیلات سے ان مسائل کا شرعی حکم تلاش کرنا ممکن ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ناجائز معاملات کے ساتھ آج بہت سے جائز معاملات بھی بینکوں کے ساتھ وابستہ ہو چکے ہیں، مثلاً ''کرنٹ اکاؤنٹ''جس میں انسان نہ سود لیتا ہے نہ دیتا ہے،صرف اپنی رقم بینک میں محفوظ کرنے کی غرض سے بینک میں جمع کر دیتا ہے اور حسب منشا کم وبیش جب چاہے نکال سکتا ہے، ایسے کھاتہ کھولنے کی جمہور فقہاء نے اجازت دی ہے، جیسا کہ مولانا تقی عثمانی نے سودی بینک کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھوانے کے جواز کو اپنے مقالہ میں مدلل طور پر لکھا ہے، جو فقہی مقالات (۳/ ۳۴-۳۴) میں موجود ہے، اسی طرح بینک کے لاکرز (Lockers) سسٹم کو جائز کہا گیا ہے، جیسا کہ مولانا تقی عثمانی نے اپنے مذکورہ مقالہ میں لکھا ہے: ''جہاں تک لاکرز کا تعلق ہے اس کے اندر کوئی شبہ نہیں کہ وہ شخص لاکرز کو بینک سے کرایہ پر حاصل کرتا ہے اور دونوں کے درمیان کرایہ داری کا معاملہ طے ہوتا ہے اور کرایہ داری کے معاہدہ کے بعد وہ لاکرز بینک کے پاس ہی بطور امانت موجود رہتا ہے، لہذا اس پر امانت کے احکام نافذ ہوں گے۔

☆ مدرسہ اشاعت العلوم کانپور۔

اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ

آج کل کی بے اطمینانی کے ماحول میں کثیر رقم ساتھ لے کر چلنے میں جوخطرات ہیں، ان سے بچتے ہوئے رقوم سے استفادہ اور اس کی منتقلی، نیز کاروبار کے لئے بینک نے جوطریقے ایجاد کئے ہیں، وہ قدیم زمانہ کہ ہنڈی کے طریقہ کار کے مشابہ ہے، یعنی جس طرح ہنڈی (سفتجہ) ایک قسم کا قرض ہے جس سے قرض دینے والا راستہ کے تمام خطرات سے بچنے کا فائدہ اٹھاتا ہے۔

''وهى قرض استفاد به المقرض سقوط خطر الطريق''(ہدایہ)۔

اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ کے مقاصد میں بھی یہ فائدہ ملحوظ ہے۔

لیکن خود سفتجہ (ہنڈی) کے عقدہ کو حل کرنے میں فقہاء مختلف الرائے نظر آتے ہیں، مولانا عبدالحئی فرنگی محلی لکھتے ہیں:

''أى عقد يحسب هى فيأخذ حكمه، قلت إنها حوالة وأنت تعلم أن الحوالة قد تكون بمعنى الوكالة وقد تكون أن يحتال للدائن وقد يحتال بغير الدائن ولا رواية أن الوكيل والمحتال عليه حرام عليه الأجرة والأخذ من المؤكل والمحيل إن عمل فيه عملا فلا بأس فيه إن شاء الله تعالى'' (حاشیہ شرح وقایہ ۱۹/۳) (اس کو کس عقد میں شامل کیا جائے، میں کہتا ہوں کہ یہ حوالہ ہے اور یہ معروف بات ہے کہ حوالہ کبھی وکالت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور حوالہ کبھی دائن کے لئے ہوتا ہے کبھی بغیر قرض دار ی کے لئے حوالہ ہوتا ہے، اور کوئی ایسی روایت نہیں ملتی کہ وکیل اور محتال علیہ پر موکل اور محیل سے اگر اس نے کچھ کام کیا ہے تو اجرت لینا حرام ہو، بلکہ کام کی بنا پر اجرت لینے میں کوئی حرج نہ ہوگا، انشاء اللہ تعالی)۔

امام بیہقی نے حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی رائے نقل کی ہے کہ سفاتج (ہنڈی) کے ذریعہ رقم بھیجنے میں وہ کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ لوگوں کو مکہ میں رقم دیتے تھے اور اس کے بارے میں مصعب بن زید کو عراق میں لکھتے تھے کہ اتنی رقم دے دی جائے،

لوگ ان سے وہاں وصول کرتے تھے (سنن بیہقی کتاب البیوع باب فی السفاتج ۵/۳۵۲)۔

عام طور سے فقہائے حنفیہ اس لئے اس کو مکروہ تحریمی لکھتے ہیں، کہ اس میں کٹوتی وغیرہ کی شرط ہوتی تھی، اگر قرض کی ادائیگی میں اجرت کی شرط نہ لگائی جائے تو یہ جائز ہے، جیسا کہ حوالہ میں ہوتا ہے، لیکن بعض فقہاء حنفیہ اجرت یا نفع لے کر بھی اصل حقدار تک رقم پہنچا دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، اس کے برعکس بعض حنفیہ مطلقاً ہنڈی کے معاملہ کو مکروہ لکھتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے:

''ویکرہ السفاتج وھی قرض استفاد بہ المقرض سقوط خطر الطریق وھذا نوع نفع، وقد نھی رسول اللہ عن قرض جر نفعا'' (ہدایہ) (سفتجہ مکروہ ہے، یہ اس قرض کا نام ہے جس سے قرض دینے والا راستہ کے تمام خطرات سے بچنے کا فائدہ اٹھاتا ہے اور قرض سے اس طرح نفع اٹھانے کو حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے)۔

جبکہ اس قول پر مولانا عبدالحیٔ سخت نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تعطلت الأمور وکسدت التجارات وانقلبت الأحوال من الیسر إلی العسر فلا یضاق علی الناس، ولا یفتن بالفتنة بمجرد التاویل والتعبیر، فیجب أن لا یسمع قول قائل بلا وجه فاصل و نص ناطق'' (حاشیہ ہدایہ شرح وقایہ) (اگر ہنڈی کے سلسلہ کے معاملات کو ناجائز کہا جائے تو) بہت سے تجارتی معاملات معطل ہو کر رہ جائیں گے اور آسان صورت دشواری میں تبدیل ہو جائے گی، لہذا لوگوں پر تنگی نہیں ڈالی جاسکتی اور محض تاویل وتعبیر کی بنا پر لوگوں کو آزمائش میں نہیں ڈالا جاسکتا، اس لئے بغیر نص صریح اور فیصلہ کن رائے کے کسی کا قول نہیں سنا جاسکتا)۔

نیز ہنڈی کے معاملہ میں اجرت کے جواز کی بھی وکالت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جب کوئی رقم محیل محتال علیہ کے حوالہ کرے کہ اس کو فلاں جگہ پہنچا دو، میں اس کے پہنچانے اور حساب کتاب کی اتنی اجرت دوں گا، تو اس میں کون سا شرعی مانع ہے کہ اس کے عدم جواز کا حکم لگایا جائے اور کوئی ایسی روایت نہیں ہے کہ وکیل اور محتال علیہ کو موکل سے یا محیل سے

اجرت لینا حرام ہو، جبکہ اس نے اس میں کچھ عمل بھی کیا ہو، اس لئے میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے، خاص طور پر اس زمانہ میں'' (حاشیہ شرح وقایہ ۳/۱۱۹)۔

حنفی فقہاء میں قاضی خاں (متوفی ۵۹۲ھ) نے درمیان کی رائے دی ہے فرماتے ہیں:

''رجل أقرض رجلا علی أن یکتب له بذلک إلی بلد کذا لا یجوز، وإن أقرض بغیر شرط و کتب له بذلک إلی بلد آخر سفتجة جاز'' (قاضی خاں ۳/۴۷۷) (ایک شخص نے اس شرط پر قرض دیا کہ وہ فلاں شہر میں میرے لئے یہ لکھ دے تو یہ جائز نہیں اور اگر بغیر شرط وہ قرض دے اور پھر قرض لینے والا اس کے لئے ہنڈی لکھ دے، تو یہ جائز ہے)۔

مذکورہ عبارات سے جس طرح ہنڈی کا مسئلہ حوالہ کی ایک قسم کی حیثیت سے جواز کے دائرہ میں لایا جاتا ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے اے ٹی ایم اور ڈیبٹ کارڈ کا مسئلہ بھی حوالہ کی ایک جدید شکل ہے، اور کوئی شرعی قباحت اس کے عنصر میں نہیں پائی جاتی، اس لئے یہ بھی جائز قرار پائے گا۔

رقم جمع کر کے کارڈ حاصل کرنے والا شخص محتال، جس بینک میں رقم جمع کی ہے وہ محیل، جہاں جہاں یہ کارڈ مؤثر ہے وہ جگہیں محتال علیہ اور جتنی رقم میں معاملہ ہوا وہ محتال بہ اور یہ معاملہ حوالہ کہلائے گا۔

۳۔فیس کی حیثیت

مذکورہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوا کہ اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ کے جواز میں کوئی شبہ نہیں، نیز ان دونوں قسموں کے کارڈ کے حصول کے لئے جو رقم بطور فیس کے دینی پڑے، تو وہ بھی بعض فقہاء کے نزدیک حد جواز میں ہے، خصوصاً علامہ عبد الحئی کی تصریحات کی بنا پر اس کی گنجائش ہے۔

کریڈٹ کارڈ کا مسئلہ

کریڈٹ کارڈ کا مسئلہ مذکورہ دونوں کارڈوں سے مختلف ہے، کیونکہ انہیں اپنی ہی جمع کردہ رقم سے استفادہ ہوتا ہے، البتہ بینک ان رقموں کی ادائیگی اپنے علاوہ دوسروں کے بھی حوالہ رکھتا ہے، جبکہ کریڈٹ کارڈ میں اپنی جمع کردہ رقم سے استفادہ کے بجائے اپنی حیثیت دکھا کر قرض یا ادھار مال حاصل کرنے کی رعایت حاصل ہوتی ہے، اس لئے اس معاملہ میں بینک کی حیثیت کفیل کی ہوتی ہے اور کریڈت کارڈ حاصل کرنے اور استعمال کرنے کے لئے جو فیس ادا کرنی پڑتی ہے، اس کی حیثیت کفالت یا ضمانت پر اجرت کے لین دین کی ہے۔

چونکہ فقہ اسلامی میں کفالت کو عقد تبرع شمار کیا جاتا ہے نہ کہ عقود معاوضہ، اس لئے کفیل بننے کی اجرت لینا ناجائز ہے، لیکن ساتھ ہی فقہاء کی تصریحات کے مطابق اگر کفیل کو اس کفالت کی بنا پر کچھ عمل بھی کرنا پڑے، مثلاً اس کے بارے میں اس کو لکھنا پڑھنا پڑتا ہے اور دوسرے دفتری امور بھی انجام دینے ہوتے ہیں، یا مثلاً کفالت کے سلسلہ میں اس کو مضمون لہ (جس کے لئے ضمانت لی گئی ہے) اور مضمون عنہ (جس کی طرف سے ضمانت لی ہے) سے ذاتی طور پر خط و کتابت کے ذریعہ رابطہ کرنا پڑتا ہے تو اس قسم کے دفتری امور کو تبرعاً انجام دینا ضروری نہیں، بلکہ کفیل کے لئے مکفول لہ سے یا مکفول عنہ سے ان تمام امور کے انجام دینے پر اجرت مثل کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔

آج کل جو بینک کسی کی ضمانت لیتا ہے تو وہ صرف زبانی ضمانت نہیں ہوتی، بلکہ اس ضمانت اور معاملہ میں بہت سے دفتری امور بھی انجام دیئے جاتے ہیں، مثلاً خط و کتابت کرنا، کاغذات وصول کرنا، پھر ان کو سپرد کرنا، رقم وصول کرنا پھر اس کو بھیجنا وغیرہ اور ان کاموں کے لئے اسے ملازمین، عملہ، دفتر عمارت اور دوسری اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے، اب بینک جو یہ تمام امور انجام دے رہا ہے، یہ صرف مفت انجام دے اس کے لئے واجب نہیں ہے، چنانچہ ان امور کے لئے بینک کو حق ہے کہ وہ اپنے گاہکوں سے مناسب اجرت وصول کرے۔

خلاصہ یہ کہ کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے پر جو فیس لی دی جاتی ہے اس کی شرعاً گنجائش ہے۔

اب اس کے بعد بینک کا اپنے گاہک سے کارڈ کے ذریعہ حاصل کردہ رقم پر مزید رقم بڑھا کر لینا صریح سود ہے، اسی طرح خرید کردہ اشیاء کی قیمت جو بینک نے ادا کی، بینک اس قیمت سے زائد قیمت جو وقت پر رقم جمع نہ کرپانے کی شکل میں اپنے گاہک سے وصول کرتا ہے یہ بھی سود ہے اور ایسا معاملہ طے کرنا بھی جائز نہیں ہے، البتہ اگر تاخیر سے قیمت دینے پر رقم کے اضافہ کی شرط نہ ہو اور گاہک وقت پر نہ دے، ٹال مٹول سے کام لے جس کی وجہ سے بینک کو گاہک سے اپنی رقم وصول کرنے میں کچھ صرفہ کرنا پڑے تو اصل رقم کے علاوہ وہ خرچ بھی گاہک (کریڈٹ کارڈ لینے والے) سے وصول کرسکتا ہے، جیسا کہ کفایت المفتی میں ہے:

مطالبات مالیہ میں جبکہ مدیون باوجود قدرت کے ادائے حق میں اس قدر دیر اور تساہل کرے کہ دائن کے نالش کئے بغیر وصول حق کی امید نہ رہے اور مجبوری وہ نالش کرے تو اس صورت میں اسے جائز ہے کہ اپنا واقعی اور جائز خرچ بھی مدیون سے لے لے، فقہاء نے تمرد خصم کی صورت میں اجرت احضار وغیرہ اس کے ذمہ ڈالی ہے (جامع الفتاویٰ ۳/۶ ۲۳۶، کفایت المفتی ۸/ ۱۲۳)۔

غرض یہ کہ کریڈٹ کارڈ سے استفادہ بینک سے سودی معاملہ کرنے پر مبنی ہے، اس لئے شرعاً اس کی اجازت بغیر مجبوری کے حالات کے درست نہیں۔

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کا شرعی حکم

مولانا محمد اعظم ندوی ☆

معاشی نظام کی حیرت انگیز ترقی اس دور کے فقہاء سے دور بینی اور وسعت معلومات کی متقاضی ہے، زمانہ ماقبل میں بھی فقہاء کرام کے سامنے نت نئے مسائل کھڑے ہوتے رہے ہیں، اور انہوں نے تمام مسائل کا شرعی حل پیش بھی کیا ہے، اور اس میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، لیکن موجودہ معاشی نظام جو بالکلیہ الکٹرانک سسٹم اور تکنیکی آلات سے مربوط ہے، کا وجود ہمارے ان فقہاء کے دور میں نہیں تھا، بلکہ عقود و معاملات میں عموماً ان کے دور میں غیر انسان کی شمولیت نہیں تھی، لیکن آج دو معاملہ کرنے والے اشخاص کے درمیان مشین واسطہ کا کام دے رہی ہے، اس لئے احکام کی تطبیق میں بہت ژرف نگاہی اور دوراندیشی کی ضرورت ہے۔

سب سے پہلے (BARTER) کا نظام رائج تھا کہ اشیاء کے ذریعہ اشیاء کا تبادلہ ہوتا تھا، اس کے بعد صرف نقدین (سونا، چاندی) آپسی تبادلہ کا ذریعہ قرار دیئے گئے، پھر اس کی جگہ ''اوراق مالیہ'' کرنسی نے لے لی، اب موجودہ اقتصادی نظام میں کرنسی کی جگہ لین دین میں چک (Bank Cheque)، بونڈ (Bond) اور (Promissory Note) اور کارڈس وغیرہ استعمال ہونے لگے، اگرچہ ان کی حیثیت وہ نہیں جو اب کرنسی کی ہے، لیکن کرنسی کی حیثیت بھی ابتداء اس سے زیادہ کچھ نہ تھی اور اسے صرف تبادلہ کا ظاہری ذریعہ سمجھا جاتا تھا، یعنی وہ قرض کی دستاویز کی حیثیت رکھتی تھی، لیکن آہستہ آہستہ اس کا چلن اتنا عام ہوگیا کہ اسے ثمن اصطلاحی یا

☆ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، یوپی۔

ثمن عرفی کی حیثیت حاصل ہوگئی اور اس پر ماہرین معاشیات وفقہاء سب نے اتفاق کرلیا۔

لیکن ظاہر ہے کہ یہ چک اور کارڈ وغیرہ ''ثمن'' نہیں بلکہ قرض کی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں، جب بینکنگ نظام شروع ہوا تو فقہاء کے سامنے یہ مسئلہ درپیش تھا کہ اس میں بینک کی شرعی حیثیت کیا ہے اور کھاتہ دار (اکاؤنٹ ہولڈر) کی شرعی حیثیت کیا ہے، بعض فقہاء نے بینک کو ودیع (Depositary) اکاؤنٹ ہولڈر کو مودع (Depositor) اور جمع کردہ رقم کو ودیعت و امانت (Deposite) قرار دیا، اور یہی اس کی ظاہری شکل سے معلوم ہوتا ہے، لیکن چونکہ بینک اس میں تصرف کرتا ہے اور اس نے اس کا ضمان (Risk) لیا ہے، اس لئے اس کی حیثیت امانت کے بجائے قرض کی ہوجاتی ہے، اسی لئے زیادہ بہتر یہی ہے کہ بینک کو قرض دار (Loaned) کھاتہ دار کو قرض خواہ (Creditor Loanor) اور جمع کردہ رقم کو قرض (Loan) قرار دیا جائے، زیادہ فقہاء کی یہی رائے ہے، دمشق کے مشہور فقیہ و اسکالر ڈاکٹر وہبہ مصطفیٰ زحیلی لکھتے ہیں:

''یہ بات قابل غور ہے کہ سیونگ اکاؤنٹ اور کرنٹ اکاؤنٹ وغیرہ میں رقم ڈپازٹ کرانے پر قرض کا حکم منطبق ہونا چاہئے، اس لئے ڈیپازیٹر کو بینک جو انٹرسٹ دیتا ہے وہ اس کے لئے حلال نہیں بعض مفتیان کرام کے دعوی کے مطابق یہ محض ودیعت و امانت نہیں، اس لئے کہ اگر یہ صرف امانت ہوتو بینک والوں کے لئے اسے استعمال کرنے اور انویسٹ منٹ کی اجازت نہ ہوتی، اس لئے کہ ودیع کا کام صرف ودیعت کی حفاظت کرنا ہوتا ہے، اس میں تصرف کرنا نہیں، لیکن ڈپازیٹر نے جب ودیعت میں تصرف کی اجازت دے دی تو اس کی حیثیت قرض کی ہوگئی، اس لئے کہ عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۴۸۷)۔

یہ بات مسلم ہوگئی کہ بینک گویا اپنے کھاتہ داروں سے قرض لیتا ہے اور بینک چونکہ صرف کسی ایک آدمی کا مقروض نہیں کہ وہ اسے بالمشافہ ادا کردے بلکہ سیکڑوں اور ہزاروں لوگوں کا وہ مقروض ہے، اور قرض وصول کرنے اور ادا کرنے کے لئے پرائیوٹ بینک کے سرمایہ کاروں

اور سرکاری بینک میں سرکار نے قرض کی وصولیابی اور ادائیگی کے لئے اپنے سیکڑوں وکیل(Cashier) بنا رکھے ہیں اورقرض کی وصولیابی اور ادائیگی دونوں کے لئے وکیل بنانا درست ہے، علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

''دین پر قبضہ کے لئے وکیل بنانا جائز ہے، اس لئے کہ وکیل بنانے والا کبھی خود سے وصول نہیں کرپاتا ،تو دوسرے کوتفویض کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جیسے خرید وفروخت اورتمام تصرفات کا وکیل، اسی طرح دین ادا کرنے کے لئے وکالت جائز ہے، اس لئے کہ وہ خود سے ادا کرسکتا ہے، کبھی جب اس کے لئے خود سے ادا کرنا میسر نہ آئے تو اسے دوسرے سے ادا کرانے کی ضرورت ہوتی ہے'' (بدائع الصنائع ۶/۲۲، ۲۳)۔

اور ظاہر ہے کہ جب قرض خواہوں کی تعداد زیادہ ہےتو وکلاء ان میں سے ہر شخص کو پہچان کرقرض ادا نہیں کرسکتے بلکہ اس کے لئے ایک منضبط نظام کی ضرورت تھی جس کے ذریعہ سے تقسیم دین کافریضہ بسہولت انجام دیا جاسکے، اس کام کے لئے بینک نے اپنے قرض خواہوں کے لئے قرض کے دستاویزات جاری کئے ہیں تاکہ ثبوت رہے۔

اے ٹی ایم کارڈ

یہ دستاویز کبھی پاس بک کی شکل میں ہوتی ہے جس کے ذریعہ کوپن حاصل کیا جاتا ہے اورکوپن کے ذریعہ رقم حاصل کی جاتی ہے، اور کبھی کارڈ کی شکل میں ہوتی ہے جس کے ذریعہ مزید سہولت فراہم کی جاتی ہے، اور وہ یہ کہ شہر کے مختلف مقامات پر بوتھ بنادیئے گئے ہیں جہاں ایک کمپیوٹر مشین فٹ کی گئی ہے جسے (Automatic Teller Machine) کہتے ہیں، اس کے ذریعہ سے ایک محدود مقدار میں رقم جمع بھی کی جاسکتی ہے اورنکالی بھی جاسکتی ہے، اس کے لئے پہلے اپنا خفیہ نمبر Password ٹائپ کیا جاتا ہے اورمطلوبہ رقم اس پرٹائپ کردی جاتی ہے، اس طرح وہ رقم اس کمپیوٹر کے ذریعہ سے حاصل کی جاتی ہے، اور ساتھ ہی حساب کی ایک سلپ بھی

برآمد ہوتی ہے کہ کل کتنی رقم تھی، اور اس میں سے کتنی نکالی گئی، کتنی باقی ہے، اور سود کتنا ہوا ہے، سارا حساب اس پر درج ہوتا ہے، گو یہاں بادی النظر میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بینک کھاتہ دار کے درمیان واسطہ کسی آدمی کے بجائے ایک مشین ہے، لیکن اصلا یہاں ایک انسان ہی وکیل ہوتا ہے جو رقم مشین کے ذریعہ سے تقسیم کرتا ہے، اور (ATM) میں ہر وقت بینک کا ایک آدمی اس کی نگرانی کرتا رہتا ہے جس سے کوئی مسئلہ درپیش ہونے پر کھاتہ دار رجوع کرسکتا ہے۔

مذکورہ تفصیلات کو مدنظر رکھتے ہوئے اے ٹی ایم نظام سے فائدہ اٹھانے میں شرعا کوئی قباحت نہیں ہے، اس میں کھاتہ دار کو ضرر اور غرر کا بھی کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

ڈیبٹ کارڈ

چیمبرس ڈکشنری میں ڈیبٹ کارڈ کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

"Debit card: A card used by a purchaser by means of which money is directly transfered from his or her account to the relailers (Compare Credit Card)" (Chamber Dictionary p.344)

(ڈیبٹ کارڈ ایک ایسا کارڈ ہے جسے خریدار استعمال کرتا ہے اس معنی میں کہ اس کی رقم بلاواسطہ اس کے اکاؤنٹ سے دوکاندار کو ٹرانسفر کردی جائے گی) (چیمبرس ڈکشنری ر ۳۴۴)۔

مذکورہ تعریف سے معلوم ہوا کہ ڈیبٹ کارڈ سے مع ان سہولتوں کے جو اے ٹی ایم کارڈ سے حاصل کی جاتی ہیں کچھ اور سہولتیں بھی ہیں، ایک تو یہ کہ اپنے کسی متعلق شخص کے کھاتہ میں رقم پہنچانے کے لئے جیسے کسی کو ہبہ کرنا، یا قرض دینا، یا قرض ادا کرنا وغیرہ، اس کی حیثیت چک یا بانڈ وغیرہ کی ہوگی، یہ گویا بینک کو قرض خواہ کی جانب سے رقم ادا کرنے کی اجازت ہوتی ہے، دوکاندار کو جب ڈیبٹ کارڈ دیا جاتا ہے تو وہ ایک خاص مشین میں ڈال کر دو سلپ نکالتا ہے، ایک خریدار کے حوالہ کردیتا ہے اور ایک خود رکھ لیتا ہے، اور اس سلپ کے ذریعہ وہ کھاتہ دار کے کھاتہ سے رقم حاصل کرلیتا ہے، فقہ کی اصطلاحی زبان میں اسے حوالہ کہتے ہیں، کھاتہ دار محیل ہوتا ہے، جسے

روپئے ادا کرنے ہیں وہ محتال اور بینک محال علیہ ہوتا ہے، مولانا جسٹس تقی عثمانی صاحب رقم طراز ہیں:

''یہ تمام مالی دستاویز جن کے ذریعہ لوگ آپس میں معاملہ کرتے ہیں ان کو حوالہ کا حکم دیا جائے گا، جیسے چک، بانڈ، ہنڈی اور دوسری دستاویزات وغیرہ یہ گویا قرضدار کے ذمہ جو قرض ہے اس کی سند ہیں، جس نے اس کو جاری کیا ہے وہ قرض دار ہے، جس نے اسے پہلی بار لیا وہ قرض دہندہ ہے، پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس شخص پر دوسرے کا قرض ہوتا ہے تو وہ اس دوسرے قرض خواہ کو یہ دستاویز دے دیتا ہے تو یہ گویا اپنا دین دستاویز جاری کرنے والے پر حوالہ کر دیتا ہے، اس طرح یہ محیل اور دوسرا قرض خواہ محتال اور دستاویز کو جاری کرنے والا محتال علیہ ہوگا'' (تکملۃ فتح الملہم ۱/ ۵۱۴)۔

ایک بات قابل لحاظ یہ ہے کہ حوالہ میں محیل، محتال، اور محال علیہ تینوں کی رضامندی شرط ہے، لیکن یہاں محال علیہ کی رضامندی صراحۃً نہیں پائی گئی، واقعہ یہ ہے کہ رضامندی صراحۃً نہیں پائی گئی لیکن کارڈ کو جاری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رضامندی پائی جارہی ہے اور حوالہ کے لئے ایجاب وقبول ضروری نہیں، تعاطی کے ذریعہ بھی حوالہ درست ہے، تکملہ فتح الملہم میں ہے:

''وأما تلفظ الإیجاب والقبول فلا یشترط فی الحوالة بل تنعقد الحوالة بالتعاطی کما ینعقد به البیع عندنا'' (تکملۃ فتح الملہم ۱/ ۵۱۵)۔

فیس کی شرعی حیثیت

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ڈیبٹ کارڈ کے لئے جو فیس لی جاتی ہے اس کی شرعاً گنجائش ہے یا نہیں؟

اس کا جواب دینے سے قبل یہ سمجھنا ضروری ہے کہ کارڈ بینک کی طرف سے جبراً نہیں بنوایا جاتا بلکہ کھاتہ دار کو یہ اختیار ہے کہ وہ بینک سے بھی رقم حاصل کرتا ہے اور اس نظام سے بھی،

اور اگر قرض خواہ رضامند ہو تو قرض کہیں بھی ادا کیا جا سکتا ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

''فقہاء کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ قرض دار اگر کسی دوسری جگہ قرض ادا کرے یا قرض خواہ اس سے کسی دوسرے شہر میں مطالبہ کرے تو اگر کوئی ایسی چیز ہو جس کے اٹھانے میں کوئی بار اور خرچ نہ ہو جیسے دراہم و دنانیر تو فقہاء کا اتفاق ہے کہ قرض خواہ کو قرض ایسی جگہ بھی لینا لازم ہے جہاں اس نے قرض نہیں دیا، اس لئے اس میں کوئی تکلیف اور کوئی نقصان نہیں'' (درمختار ۴/۱۷۴، الموسوعۃ الفقہیۃ ۳۳/۱۲۶)۔

اس لئے اس پر کسی کو کوئی اشکال نہیں کہ بینک دوسری جگہوں پر رقم کیوں ادا کرتا ہے، بلکہ اشکال اس پر ہے کہ فیس کیوں لیتا ہے؟ جبکہ اس فیس کے بدلہ میں بینک کوئی رقم یا کوئی مالی معاوضہ ادا نہیں کرتا، تو آخر اس فیس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ بینک اس کا کوئی مالی معاوضہ تو واقعی ادا نہیں کرتا لیکن اس اجرت کے بدلہ میں وہ منفعت پیش کرتا ہے، بینک نے ایک ایسا نظام بنا دیا ہے کہ اگر اکاؤنٹ ہولڈرز چاہیں تو اس کے ذریعہ سے دنیا کے کسی حصہ میں بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں، بلاشبہ بینک پر اس نظام کے قیام اور اس سے متعلق ملازمین کے لئے لاگت آتی ہوگی، اس لئے بینک اگر اس نظام کی سہولت فراہم کرنے کی اجرت وصول کرتا ہے تو یہ اس کی فراہم کردہ سہولیات کا بدل سمجھی جائے گی، گویا یہ قرض مع الاجارہ ہو گیا کہ بینک ایک تو مستقرض ہے اور دوسرے اجیر کہ کارڈ دے کر اس کی اجرت وصول کر رہا ہے، تو بینک اپنے قرض دہندہ سے جو فیس لیتا ہے وہ سود نہیں بلکہ اجرت ہے اور قرض دہندہ نے جو مزید فائدہ اٹھایا وہ قرض کی وجہ سے نہیں بلکہ اجارہ کی وجہ سے ہے، اس لئے یہ ''کل قرض جر نفعا فھو حرام'' کے زمرہ میں داخل نہیں ہوتا۔

جیسا کہ ۱۹۶۵ء میں مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ نے اپنے تیسرے سمینار میں یہ تجویز پیش کی:

''بینک کے بہت سے کام مثلاً جاری کھاتہ، چیک، کریڈٹ کارڈ، بل آف ایکسچینج وغیرہ

فراہم کرنا یہ سب بینک کے جائز معاملات میں سے ہے، اور ان جیسے کاموں پر جو فیس وغیرہ لی جاتی ہے، وہ ربا میں سے نہیں ہے"۔

ڈاکٹر شوقی شحاتہ لکھتے ہیں:

''بینک کو اجیر مشترک کے درجہ میں سمجھا جائے گا، اور بینک اجرت لینے کا شرعا مستحق ہے جبکہ یہ اجرت اس عمل یا خدمت کے بدلہ میں ہو جو بینک سے طلب کی جارہی ہے'' (البنوک الاسلامیہ ر ۴۳)۔

اس لئے بینک اگر اجرت اسی قدر لیتے ہیں جتنی لاگت آتی ہے تو صحیح ہے اور اگر زیادہ لیتے ہیں تو وہ زائد حصہ جائز نہیں۔

کریڈٹ کارڈ

چیمبرس ڈکشنری میں کریڈٹ کارڈ کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

"A card issued by bank, company, that authorising the holder to purchase goods or services or credit" (Champers 21st Dictionary p.317)

(ایک ایسا کارڈ جو کسی بینک یا کمپنی وغیرہ سے جاری کیا گیا ہو، اور جس کے ذریعہ کارڈ ہولڈر کو ادھار سامان وغیرہ خریدنے یا دوسری خدمات حاصل کرنے کا مجاز بنایا گیا ہو) (چیمبرس ڈکشنری ر ۳۱۷)۔

کریڈٹ کارڈ کی حیثیت مذکورہ دونوں کارڈ سے بالکل مختلف ہے، بلکہ ڈیبٹ کارڈ کے بالکل برعکس ہے جیسا کہ تعریف میں بھی صراحت کی گئی ہے، ڈیبٹ کارڈ کی شکل میں بینک مقروض اور کھاتہ دار قرض خواہ ہے جبکہ کریڈٹ کارڈ کی شکل میں بینک قرض خواہ ہوتا ہے اور چونکہ اس کارڈ کے ذریعہ سے جو بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، اس پر کسی نہ کسی شکل میں زیادتی عقد میں مشروط ہے، اس لئے اس کا حکم وہی ہوگا جو ربا النسیئۃ کا ہے، ربا النسیئۃ کی تعریف یہ ہے کہ:

''وهو القرض المشروط فيه الأجل وزيادة مال على المستقرض''
(احکام القرآن ۱/ ۵۵۷)(وہ قرض جس میں اجل کی شرط ہو اور قرض لینے والے پر اضافہ کے ساتھ واپس کرنا مشروط ہو)۔

اس کارڈ کے ذریعہ سے اگر رقم نکالی گئی ہے، یا دوسرے کھاتہ میں منتقل کی گئی ہے تو اس رقم کے ساتھ مزید ایک رقم کی ادائیگی لازم ہوجاتی ہے، یہ مزید رقم کی ادائیگی کالازم ہونا سود ہے۔

اور خرید وفروخت کرنے کے بعد مقررہ مدت تک ادا نہ کرنے پر جو مزید رقم دینی پڑتی ہے وہ بھی اس سے مختلف نہیں، اس لئے کہ زیادتی کی شرط صلب عقد میں پائی جارہی ہے، قرض لینے والا ضروری نہیں کہ اس مدت میں ادا ہی کردے، ہوسکتا ہے اس نے پورا مال تجارت میں لگا دیا ہو، یا خرچ کردیا ہو اور اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو تو اس مقررہ مدت میں ادا کرنا ایک مشکل کام ہے، اس لئے گویا یہ بھی زیادتی کی شرط کے ساتھ ہی قرض دینا ہوا، ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے جو شکل نقل کی ہے وہ عین کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ خرید وفروخت کے بعد مزید رقم ادا کرنے کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''ربا النسیئۃ: زمانہ جاہلیت میں ایک شخص اپنے بھائی کو قرض دیتا تھا، جب قرض ادا کرنے کا وقت آتا تھا تو وہ اس سے کہتا تھا، یا تو تم ابھی ادا کردو یا بعد میں ادا کرو اور بڑھا کردو، یا تو فوراً ادا کردیتا تھا یا اس مال میں کچھ بڑھا کردیتا تھا، اس میں مقروض پر زبردستی اور ضرر رسانی ہے، علامہ ابن القیم الجوزیہؒ نے اسی کو ''الربا الجاہلی'' فرمایا ہے'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۶۸۱)۔

فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث والافتاء میں ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں یہ فتوی دیا گیا ہے۔

''وضع الفائدة على الدين بعد العجز عن التسديد هو من الربا الصريح ربا الجاهلية وهو محرم قطعا'' (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث والافتاء ۱۳/ ۳۷۴)(وقت پر ادا نہ کرنے کی صورت میں دین پر فائدہ لینا ربا صریح ہے یعنی ربا الجاہلیۃ اور یہ قطعاً حرام ہے)۔

عبدالمجید صبح صراحتہ نے کریڈٹ کارڈ کی حرمت کے بارے میں اپنی کتاب (الربا وسائل اخری ر ۳) پر صراحت کی ہے:

''امریکہ میں تعامل کا ایک طریقہ یہ ہے جسے وہ Credit Card کہتے ہیں کہ بینک ڈپازیٹر کو یہ کارڈ دیتے ہیں تا کہ اس کی ضمانت پر وہ تجارتی مقامات سے جو چاہے خریدے، اس کا ضامن بینک ہوگا، بینک وہ قیمت بائع کو اس ڈپازیٹر کی جانب سے دے دے گا، جو اس کارڈ کا حامل ہے اور جس نے اس بات پر دستخط کی ہے کہ اگر وہ وقت پر یہ رقم بینک کو ادا نہیں کرے گا تو لازماً مرکب یا غیر مرکب فائدہ بینک کو ادا کرے گا، اور یہ معلوم ہے کہ اسلام نے سود لینے والے اور دینے والے اور لکھنے والے اور گواہی دینے والے سب پر لعنت کی ہے''۔

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ کریڈٹ کارڈ لینا، اس کے ذریعہ رقم حاصل کرنا اور اس کے ذریعہ خرید وفروخت کرنے وغیرہ کا وہی حکم ہوگا جو ربا النسیئۃ کا ہے، جو Loan کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے۔

مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں سوالات کے جوابات اس طرح ہیں:

۱- اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ جائز ہے۔

۲- ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ اور اس کے ذریعہ خرید وفروخت میں بھی شرعاً کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی ہے۔

۳- ان دونوں قسموں کے کارڈ کے حصول کے لئے فیس دینا جائز ہے۔

۴- الف، ب، ج: کریڈٹ کارڈ سے فائدہ اٹھانا چونکہ نفع کے ساتھ مشروط ہے، اس لئے اس کو لینا اس کے لئے فیس دینا، اس کے ذریعہ رقم نکالنا، اس کے ذریعہ خرید وفروخت کرنا سب ناجائز ہے اور ربا النسیئۃ کے حکم میں ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

مختصر مقالات:

بینک میں مروج مختلف کارڈ-شرعی پہلو

مولانا خورشید احمد اعظمی ☆

حیرت انگیز ایجادات اور ذرائع مواصلات کی برق رفتار ترقی کا اثر انسانی ضروریات، تقاضے اور معاملات پر ہونا ایک فطری بات ہے، ہر چیز اپنے ماحول اور جوار سے متاثر ہوتی ہے، چنانچہ معیشت وتجارت پر بھی ان کا اثر ہے، ایجاب وقبول، مجلس، قبضہ وتصرف اور تسلیم و ادا کی صورتیں تجدد پذیر ہوچکی ہیں، آج انسان ہزاروں میل دور بیٹھے انسان سے راہ چلتے اس طرح معاملات اور گفتگو کرتا ہے، جیسے اس کے سامنے بیٹھا ہو۔

تجارت ومعیشت کے تعلق سے بینکی معاملات بھی ناگزیر ہوچکے ہیں، بینک میں حفاظت کی غرض سے مال رکھنا، بینک کے ذریعہ رقم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا اور بینک کے ذریعہ ثمن کی ادائیگی وغیرہ سہولیات وتحفظات نے بینکی معاملات کو تجارت ومعیشت کا ایک جز لاینفک بنادیا ہے، جبکہ عام طور سے بینکوں کا مدار سودی لین دین پر ہوتا ہے، جو اسلامی شریعت میں ممنوع اور حرام ہے، اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور جائز کیا ہے، اور سود کو حرام کیا ہے، سودی لین دین اور اس سے متعلق بہت ساری چیزیں گناہ اور معصیت ہیں، کتاب وسنت میں اس پر بڑی وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

اس لئے کسی مسلمان کے لئے بہت ہی نازک اور حساس مرحلہ ہوتا ہے کہ وہ وقت کے تقاضے اور سہولیات سے استفادہ بھی کرے اور ارتکاب محرمات اور اس کے اثرات قبیحہ

☆ استاذ جامعہ تعلیم الدین مئو، یوپی۔

سے محفوظ بھی رہے۔

بینک کے اکثر معاملات سودی لین دین پر مشتمل ہوتے ہیں، اس لئے "لا تعاونوا علی الإثم والعدوان" کے امتثال میں حتی الوسع اس کے استعمال سے بچنا چاہئے، مگر دورِ حاضر میں تجارت ومعیشت کا دائرہ کافی وسیع ہو چکا ہے، خرید وفروخت مبیع پر قبضہ اور ادائیگی ثمن کی نئی نئی شکلیں رائج ہو چکی ہیں، بدامنی عام ہوگئی ہے، کچھ ایسے مراحل بھی آتے ہیں کہ بینک کا سہارا لئے بغیر چارہ کار نہیں، اس لئے بدرجہ مجبوری بوقت حاجت بینک کے ساتھ معاملات کی اجازت دی جاتی ہے، اور بینک کی فراہم کردہ سہولیات سے شریعت کا لحاظ کرتے ہوئے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

بینک کی طرف سے جو سہولیات فراہم ہیں، ان میں کچھ کارڈ کا جاری کرنا ہے، جن سے کھاتہ دار متعدد فوائد حاصل کرتا ہے، مثلاً:

اے ٹی ایم کارڈ

یہ کارڈ بینک اپنے کھاتہ داروں کو اس غرض سے جاری کرتا ہے کہ وہ اپنے شہر یا ملک یا کسی دوسری جگہ کہیں بھی موجود اے ٹی ایم نظام سے اپنی ضرورت کے بقدر رقم بصورت نقد حاصل کرسکیں۔

اس کارڈ کے ذریعہ آدمی اپنی جمع کردہ رقم ہی سے استفادہ کرتا ہے، اور اس کو حاصل کرسکتا ہے، اس کے لئے الگ سے کوئی معاوضہ کسی عنوان سے ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

سوال یہ ہے کہ ATM کارڈ سے استفادہ کا کیا حکم ہے؟ اس کارڈ کے ذریعہ استفادہ درست ہے یا نہیں؟

اس موضوع پر تفصیل کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کھاتہ دار کے ذریعہ بینک میں جمع کردہ رقم کی حیثیت واضح اور متعین کی جائے۔

ظاہر ہے کہ کھاتہ دار بینک میں جو رقم جمع کرتا ہے، وہ بینک کو اس رقم کا مالک نہیں بناتا، اور نہ ہی وہ بینک اس رقم کا کوئی معاوضہ لیتا ہے، بلکہ بلا معاوضہ وہ رقم بینک میں رکھتا ہے، اور اس طرح بلا تملیک و بلا معاوضہ کسی کو رقم دینے کی تین صورتیں نظر آتی ہیں:

۱- پہلی صورت یہ ہے کہ رقم جس کو دی گئی ہے، اس کو اس میں تصرف کا حق نہ ہو، صرف حفاظت کی غرض سے اس کے پاس رکھی گئی ہو اس کو ودیعت کہتے ہیں:

''اور ودیعت رکھنا غیر کو اپنے مال کی حفاظت پر مسلط کرنا ہے، اور ودیعت وہ شئی ہے جو امین کے پاس چھوڑ دی جائے، اور وہ امانت ہے، لہٰذا ضائع ہوجانے پر اس کا ضمان نہیں ہے''
(کنز الدقائق مع شرحہ البحر الرائق ۷/ ۲۶۴)۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو تصرف کا حق ہو، اور اس تصرف سے جو منفعت حاصل ہو اس میں رقم دینے والے اور لینے والے دونوں کا حصہ ہو، یہ صورت مضاربت کہلاتی ہے:

''ایک کی طرف سے مال دوسری کی طرف سے عمل اور محنت ہو تو اس کے نفع میں شرکت مضاربت کہلاتی ہے، چنانچہ اگر کسی ایک ہی کے لئے تمام نفع مشروط ہو تو پھر مضاربت نہیں کہلائے گی'' (البحر الرائق ۷/ ۴۴۸)۔

۳- تیسری صورت یہ ہے کہ رقم کسی کو دی گئی اور اسے تصرف کا حق حاصل ہو اور اس تصرف سے جو نفع حاصل ہو اس کا مستحق صرف رقم لینے والا ہو، اور رقم دینے والا صرف اپنے اصل مال کا حق دار ہو تو اس کو قرض کہتے ہیں:

''اور لغت میں قرض وہ شئی ہے جس کو لینے کے لئے دو، اور شرعی اصطلاح میں وہ مثلی شئی جسے واپس لینے کے لئے کسی کو دیا جائے'' (الدر المختار مع رد المحتار ۷/ ۳۸۸)۔

اس تفصیل کے بعد ہم اگر بینک میں رقم رکھنے والے کی غرض اور اس کے مقصد کا لحاظ کریں کہ وہ صرف اس لئے بینک میں رقم رکھتا ہے کہ اس کی رقم، بینک میں محفوظ بھی رہے اور بینک اس کی رقم کا ضامن بھی ہو، رقم ہر حال میں اسے واپس ملے، نیز اس رقم کے ساتھ بینک کے

معاملہ پر بھی نظر رکھیں کہ وہ اسے تصرف میں لاتا ہے، اور نفع میں صاحب رقم کو شریک نہیں کرتا تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ صاحب رقم بینک میں اپنی رقم بطور امانت یا ودیعت نہیں رکھتا، اور نہ بطور مضاربت وہ بینک کا شریک ہوتا ہے، بلکہ اس کی رقم بینک میں بطور قرض ہے، جسے اس نے اس لئے بینک کو دے رکھا ہے کہ بینک میں اس کی رقم کی حفاظت بھی ہوگی، اور وہ حسب ضرورت بینک سے اسے حاصل بھی کر لے گا۔

لہذا معلوم ہوا کہ بینک میں کھاتہ دار کی رقم قرض ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ ''كل قرض جر نفعا فهو حرام، أى إذا كان مشروطا'' (شامی ۳۹۵/۷) (ہر وہ قرض جو مشروط بالنفع ہو حرام ہے) لہذا ایسی صورت میں جبکہ بینک کو قرض دیا گیا اور قرض کی واپسی میں کسی نفع کا معاہدہ نہیں ہے تو یہ قرض دینا اور لینا درست ہوگا، البتہ قرض لینے والا اپنی خوشی سے اصل رقم کے ساتھ مزید کوئی نفع فراہم کرتا ہے تو وہ جائز ہوگا۔

''وإن لم يكن النفع مشروطاً فى القرض فعلى قول الكرخى لا بأس'' (شامی ۳۹۵/۷) (یعنی اگر نفع مشروط نہ ہو قرض میں تو امام کرخیؒ کے قول کے مطابق کوئی حرج نہیں)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے:

''قال استقرض رسول الله ﷺ سنا فاعطاه سنا خيرا من سنه وقال خياركم أحاسنكم قضاء'' (سنن ترمذی کتاب البیوع ۱۳۱۶) (رسول اللہ ﷺ نے ایک متعینہ عمر کا اونٹ بطور قرض لیا، اور واپسی میں اس سے بہتر اور اچھا اونٹ ادا کیا، اور فرمایا: تم میں کے بہتر وہ ہیں جو ادائیگی میں زیادہ اچھے ہوں)۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اے ٹی ایم کارڈ کے ذریعہ حاصل ہونے والے کچھ دوسرے منافع، مثلاً رقم کسی اور شہر کے بینک میں جمع ہو، اور بینک اسے کسی دوسرے شہر میں واپسی رقم کی سہولت دے رہا ہے، چونکہ رقم جمع کرتے وقت اس جیسے کسی نفع کی شرط نہیں

ہوتی، اس لئے یہ معاملہ درست ہوگا، اور اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ جائز ہوگا۔

ہاں، اس جیسے منافع اگر قرض میں مشروط ہوتے تو اس پر عدم جواز یا کراہت کا حکم لگتا، جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے:

''راستہ کے خطرہ کو زائل کرنے کی شرط پر قرض دینا (جس کو چیک یا ڈرافٹ دینا کہتے ہیں) مکروہ ہے'' (الدر المختار ورد المحتار ۸/ ۱۷)۔

علامہ شامیؒ نے اس کی تفصیل میں لکھا ہے:

''الفتاوی الصغری وغیرہ میں ہے کہ اگر چیک دینا قرض میں مشروط ہوتو وہ حرام ہے، اور اس شرط پر قرض دینا فاسد ہے، ورنہ جائز ہے'' (شامی ۸/ ۱۸)۔

اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی آدمی نے کسی کو اس شرط پر مال بطور قرض دیا کہ وہ کسی دوسرے شہر میں اس کے حصول کے لئے تحریر لکھ دے تو یہ جائز نہیں، اور اگر بغیر شرط کے قرض دیا، اور قرض لینے والے نے اسے اس قسم کی تحریر دے دیا (جس کے ذریعہ دوسرے شہر میں وہ اپنی رقم واپس لے سکے) تو جائز ہے۔

البتہ کوئی شخص اگر کسی بینک میں اسی لئے رقم جمع کرتا ہے کہ اس میں ATM کارڈ کی سہولت حاصل ہے، جس کے ذریعہ وہ اپنی رقم کسی دوسری جگہ بھی وصول کرلے گا، اور اس طرح راستہ کے خطرات سے محفوظ رہے گا تو اس صورت کو فقہاء نے ناجائز لکھا ہے۔

''**قالوا إنما یحل ذلک عند عدم الشرط إذا لم یکن فیه عرف ظاهر فإن کان یعرف أن ذلک یفعل کذلک فلا**'' (شامی ۸/ ۱۸) (فقہاء کا کہنا ہے کہ عدم شرط کے وقت یہ تب جائز ہوگا جبکہ اس میں عرف ظاہر (رائج) نہ ہو، اور اگر قرض دینے والا جانتا ہے کہ وہ (قرض لینے والا) ایسا کرتا ہے تو جائز نہیں ہوگا)۔

الاشباہ والنظائر میں ''**العادة المطردة هل تنزل منزلة الشرط**'' کے تحت لکھتے ہیں:

''عادت معروفہ کیا شرط کے قائم مقام ہوتی ہے، اس کے تحت دو مسئلے ہیں جنہیں میں نے اب تک نہیں دیکھا، مگر یہ کہ ان کی تخریج ''المعروف کالمشروط'' کے قاعدہ پر ہو، اور یہ از یہ میں ہے: ''عرفاً مشروط شرعاً مشروط'' کی طرح ہے، ان دونوں میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر قرض لینے والے کی عادت اس سے زیادہ واپس کرنے کی ہو جتنا قرض لیا ہے تو کیا اس کو قرض دینا حرام ہوگا اس کی عادت کو شرط کے قائم مقام قرار دیتے ہوئے؟'' (الاشباہ والنظائر/۱۳۱)۔

اس کی شرح میں حموی رقم طراز ہیں:

''فقیہانہ نظر سے اسے حرام نہیں ہونا چاہئے، اسے احسان کا بدلہ احسان پر محمول کرتے ہوئے، اور احسان کا بدلہ احسان شرعاً مندوب ہے'' (الاشباہ والنظائر/۱۳۱)، یعنی قرض دہندہ نے قرض دے کر احسان کیا، قرض لینے والا اس احسان کے بدلہ میں اس سے عمدہ یا اس سے زیادہ واپس کرتا ہے اور ایسی اس کی عادت ہو چکی ہے تب بھی یہ درست ہوگا۔

بندہ کی ناقص رائے یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صرف اس لئے ایسے بینک میں رقم جمع کرتا ہے کہ اس میں ATM کارڈ کی سہولت موجود ہے، تو کراہت سے خالی نہیں ہوگا۔

۲-ڈیبٹ کارڈ

یہ کارڈ بھی بینک اپنے کھاتہ داروں کے لئے جاری کرتا ہے، اور اس کے استعمال کا بھی کسی طرح کا کوئی معاوضہ ادا نہیں کرنا پڑتا، سوائے اس فیس کے جو کارڈ بنوانے کے لئے دی جائے، اس کے ذریعہ بھی آدمی صرف اپنی جمع کردہ رقم ہی استعمال کرسکتا ہے، اس سے زیادہ نہیں۔

البتہ اس کارڈ کے ذریعہ آدمی تین قسم کے فائدے حاصل کرتا ہے:

۱-خرید وفروخت کے بعد قیمت کی ادائیگی

۲-ضرورت پر رقم کا نکالنا

۳-ضرورت پر رقم کا اپنے کھاتہ سے دوسرے کھاتہ میں منتقل کرنا۔

مذکورہ بالا بعض صورتوں میں بھی کھاتہ دار مقرض کو مستقرض بینک سے منفعت حاصل ہورہی ہے، اور یہ منفعت ایک ایسے کارڈ کے ذریعہ حاصل ہورہی ہے جس کی حصولیابی کے لئے کھاتہ دار بصورت فیس ایک رقم ادا کرتا ہے جو اجرت اور عوض منفعت کے قائم مقام ہوسکتی ہے، اور اس صورت میں مقرض کو مستقرض سے نفع بلاعوض نہیں ہوگا، اس لئے اس کارڈ کا استعمال اور اس کے ذریعہ استفادہ درست ہوگا۔

اس کارڈ کے ذریعہ خرید وفروخت اور ثمن کی ادائیگی درست ہوگی، کارڈ کی حصولیابی کے لئے بصورت فیس رقم جمع کر کے گویا بینک کو وکیل بنایا جارہا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے فلاں سامان خریدا ہے اس کا میرے اوپر اتنا دین ہے، تم میری طرف سے میری رقم سے اسے ادا کردو، اور اس میں بظاہر کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی۔

۳-ڈیبٹ کارڈ ہو یا اے ٹی ایم کارڈ دونوں کے حصول کے لئے فیس ادا کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، تاکہ جمع کردہ رقم (قرض) سے جو منفعت حاصل ہورہی ہے مستقرض سے وہ بلا عوض نہ رہ جائے، اس فیس کے ادا کردینے سے لازم آنے والی کراہیت ختم ہوجائے گی۔

۴-کریڈٹ کارڈ

اس کارڈ کے حامل کی رقم بینک میں موجود نہیں ہوتی، بلکہ بینک اس کارڈ کی بنیاد پر حامل کارڈ کو رقم فراہم کرتا ہے، اس کارڈ کے اجراء اور تجدید کے لئے بھی فیس دینی پڑتی ہے۔

الف-چونکہ اس کارڈ کی بنیاد پر حامل کارڈ ادھار خرید وفروخت کرتا ہے اور ادائیگی بینک کرتا ہے، یا اس کے ذریعہ رقم ایک شہر سے دوسرے شہر میں حاصل کرتا ہے اور خود راستہ کے خطرات سے محفوظ رہتا ہے، لہذا ان صورتوں میں بینک کفالت کا رول ادا کرتا ہے، اور کفالت کی کوئی اجرت نہیں ہے، مگر اس کے لئے بینک کو بہت سارے ادارتی امور انجام دینے پڑتے ہیں،

جس پر اس کے اپنے اخراجات بھی آتے ہیں، اس لئے کارڈ کے اجراءیا تجدید کے لئے مناسب اجرت یا فیس لینے یا دینے میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی۔

ب- اس کارڈ کے ذریعہ حاصل کردہ رقم کے ساتھ مزید جو رقم ادا کرنی ہوتی ہے شرعا درست نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ اس مزید رقم کا طالب خود بینک ہے جو مقرض ہے، گویا یہ قرض مشروط بالنفع ہے اور یہ زائد رقم چونکہ لازمی طور پر ادا کرنی ہوتی ہے، اس لئے ''**کل قرض جر نفعاً فهو حرام**'' کے تحت جائز نہیں۔

ج- اس کارڈ کے ذریعہ خرید کردہ اشیاء کی قیمت کے طور پر بینک نے جو رقم ادا کی بینک کو وہ رقم ادا کرنے کے ساتھ مزید جو رقم ادا کرنی ہوتی ہے، وہ بھی شرعا جائز نہیں، قرض دینا مشروط بالنفع ہے، اگر چہ شرط لغو ہو جاتی ہے، مگر بینک کے ساتھ معاملہ میں وہ شرط لغو نہیں ہوتی، اس مزید رقم کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے، چونکہ معاملہ ربا اور سود کا ہے اس لئے درست نہیں۔

البتہ مقررہ مدت کے اندر رقم ادا کر دینے میں مزید رقم نہیں دینی پڑتی، اس لئے اس حد تک مع الکراہۃ جائز ہوگا، مع الکراہۃ اس لئے کہ معاملہ درحقیقت سودی طے ہوا ہے، لیکن ''**تعليق القرض حرام والشرط لا يلزم**'' (البحر ۶/۳۱۲) کے بہ موجب مقررہ مدت کے اندر ادائیگی میں لزوم شرط لازم نہیں ہوتا، اس لئے جائز ہے۔

ہندوستان میں سرکاری وغیرسرکاری بینکوں کے کارڈ کا شرعی حکم

مولانا بدر احمد مجیبی ☆

۱-اے ٹی ایم کارڈ (ATM Card)

اس کی صورت یہ ہے کہ بینک اپنے کھاتہ داروں کو جن کی رقم اس بینک میں جمع رہتی ہے اے ٹی ایم کے نام سے کارڈ جاری کرتا ہے، کھاتہ داروں کو اس کارڈ کے ذریعہ بینک یہ آسانی دیتا ہے کہ وہ اپنے شہر، ملک یا کسی بھی جگہ اے ٹی ایم نظام سے اپنی ضرورت کے بقدر رقم نکال سکتے ہیں، یعنی اپنے شہر کے خاص بینک میں جہاں ان کا کھاتہ ہے جا کر رقم نکالنے کے بجائے وہ جس شہر میں ہوں وہاں اسی بینک کے اے ٹی ایم نظام کے ذریعہ اپنی مطلوبہ رقم نکال کر اپنی ضرورت پوری کرسکتے ہیں، اس میں سب سے بڑی آسانی یہ ہوتی ہے کہ آدمی کو ہمیشہ اپنے پاس بڑی رقم رکھنے کی ضرورت نہیں رہتی، کاروبار ہو یا کسی طرح کی خریداری کرنی ہو سفر میں بڑی رقم ساتھ رکھنے اور اس کی حفاظت کرنے سے آدمی بچ جاتا ہے، صرف ساتھ میں اے ٹی ایم کارڈ ہونا چاہئے، اس سے آدمی اپنے بینک میں موجود اپنی رقم کسی بھی شہر میں نکال سکتا ہے۔

اے ٹی ایم کارڈ بنانے کے لئے بینک فیس کی صورت میں معمولی رقم لیتا ہے، اس کے علاوہ اور کوئی معاوضہ ادا کرنا نہیں پڑتا، اس کارڈ کے ذریعہ آدمی بینک میں جمع اپنی خاص رقم ہی کو استعمال کرسکتا ہے، بینک اس کو کوئی علاحدہ سے رقم ادھار کی صورت میں نہیں دیتا ہے۔

☆ استاذ المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء، پھلواری شریف، پٹنہ۔

اس کارڈ کے استعمال میں شرعی اعتبار سے کوئی قباحت نظر نہیں آتی، اس لئے اس کا استعمال جائز اور درست ہے، اس میں سود کی کوئی شکل نہیں ہے، کیونکہ بینک میں کھاتہ دار کی اپنی رقم جمع ہے اور وہ اسی رقم کو استعمال کرتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ عام طور سے کھاتہ دار اپنے بینک کی اس خاص شاخ میں جہاں اس کا کھاتہ ہے جا کر اپنی رقم نکالتا ہے اور اے ٹی ایم کارڈ میں بینک اس کو یہ سہولت دیتا ہے کہ وہ جس شہر میں جائے اگر وہاں اس بینک کا اے ٹی ایم نظام ہے تو وہ وہاں سے بھی اپنی رقم نکال سکتا ہے۔

اس میں اے ٹی ایم کارڈ بنانے کے لئے بینک کو صرف شروع میں ایک مرتبہ فیس کی ادائیگی کرنی پڑتی ہے اور یہ کوئی زیادہ رقم نہیں ہوتی، بینک کھاتہ دار کو جو سہولت اس کے ذریعہ دیتا ہے اس کا علاحدہ سے کوئی معاوضہ نہیں لیتا بصرف یہ فیس کارڈ بنوانے کے لئے دینی ہوتی ہے، کسی بھی طرح کے کارڈ بنوانے کے لئے فیس دینا جائز اور درست ہے، کیونکہ یہ محنت کا معاوضہ ہے، جیسے پاسپورٹ بنوانے کی فیس، ویزا لینے کے لئے فیس، لائسنس بنوانے کی فیس وغیرہ، اس لئے اس کارڈ میں کوئی شرعی خرابی نہیں ہے، اس کا استعمال جائز اور درست ہے۔

۲-ڈیبٹ کارڈ (Debit Card)

یہ کارڈ بھی بینک اپنے کھاتہ داروں کو ہی جاری کرتا ہے، کارڈ بنوانے کے وقت صرف ایک معمولی فیس ادا کرنی پڑتی ہے، اس کے علاوہ اور کوئی معاوضہ اس کے استعمال کے لئے کھاتہ دار بینک کو ادا نہیں کرتا، اس کے ذریعہ بھی کھاتہ دار بینک میں اپنی جمع رقم ہی استعمال کرتے ہیں۔

جیسا کہ سوال نامہ میں مذکور ہے کہ اس کارڈ کے ذریعہ آدمی کو تین طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہیں:

الف-خرید وفروخت کے بعد قیمت کی ادائیگی، دوکاندار اس کارڈ کے واسطہ سے اپنی مطلوبہ رقم کو اپنے کھاتہ میں پہنچا دیتا ہے۔

ب-ضرورت کے وقت اس کارڈ کے ذریعہ بینک سے اپنی رقم نکالنا۔
ج-رقم کا اپنے کھاتہ سے دوسرے کے کھاتہ میں منتقل کرنا، جس کے لئے انٹرنیٹ سے مدد لی جاتی ہے۔

اس کارڈ کے استعمال میں بھی شرعی اعتبار سے کوئی قباحت نہیں ہے، اس لئے اس کا استعمال بھی جائز اور درست ہے، اس میں بھی سود کی کوئی شکل نظر نہیں آتی ہے، کیونکہ کھاتہ دار بینک میں جمع اپنی رقم کو ہی استعمال کرتا ہے، اس کارڈ کو بنوانے کے لئے فیس ادا کرنا بھی درست ہے، کیونکہ بینک اس کے ذریعہ کھاتہ دار کو جو سہولت دے رہا ہے اسی کی اجرت فیس کی صورت میں لے رہا ہے، اور یہ درست ہے۔

۳-کریڈٹ کارڈ (Credit Card)

کریڈٹ کارڈ میں اور اوپر ذکر کئے گئے اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈوں میں دو اعتبار سے نمایاں فرق ہے:

۱-پہلی چیز تو یہ ہے کہ اے ٹی ایم اور ڈیبٹ کارڈوں میں کھاتہ دار بینک میں جمع اپنی ہی رقم استعمال کرتا ہے، بینک سے ادھار نہیں لیتا ہے، اور کریڈٹ کارڈ میں کارڈ ہولڈر اس کارڈ کے ذریعہ جو رقم استعمال کرتا ہے (خواہ وہ نقد نکالنے کی صورت ہو یا کسی کے کھاتہ میں منتقل کرنے کی صورت ہو یا خریداری کی صورت ہو) وہ بینک سے ادھار ہوتی ہے جسے بعد میں بینک میں واپس کرنا ہے، اس میں اپنی جمع رقم استعمال نہیں ہوتی۔

۲-دوسری چیز یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ میں بینک سے ادھار لی گئی رقم اضافہ کے ساتھ بینک کو واپس کرنا ہوتا ہے، یہ صورت پہلے دونوں کارڈوں میں نہیں ہے۔

کریڈٹ کارڈ میں استعمال سے زائد رقم کی ادائیگی تین طرح سے لازم ہوتی ہے:
الف-اس کارڈ کو حاصل کرنے کے لئے، اس کو استعمال کرنے اور بعد میں اس کی

تجدید کرانے کے لئے بینک کو فیس کی صورت میں رقم دینی پڑتی ہے، یہ فیس جائز اور درست ہے، کیونکہ بینک جب اس کارڈ پر ادھار لینے اور اس کو استعمال کرنے کی سہولت دے رہا ہے اور اس کی اجرت فیس کی صورت میں لے رہا ہے، تو یہ اس کی محنت کا معاوضہ ہے۔

ب- کارڈ کے ذریعہ رقم نکالنے یا کسی کے کھاتے میں جمع کرنے پر اس ادھار اصل رقم کے ساتھ جو فاضل رقم بینک کو ادا کرنی پڑتی ہے وہ سراسر سود ہے، اور سود شریعت میں حرام اور ناجائز ہے، اس لئے اس فاضل رقم کی ادائیگی کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے، یہ حرام اور ناجائز ہے۔

ج- اس کارڈ کے ذریعہ خرید کردہ اشیاء کی قیمت بینک میں ایک خاص مدت یعنی پندرہ دن کے اندر جمع کرنی ہوتی ہے، اس میں تاخیر ہونے پر اس کے ساتھ مزید فاضل رقم بھی ادا کرنی پڑتی ہے، یہ بھی سود ہے البتہ متعینہ وقت پر اصل رقم ادا کردینے پر یہ زائد رقم لازم نہیں ہوتی، لیکن معاملہ میں یہ بات طے رہتی ہے کہ جب بھی متعینہ مدت سے تاخیر ہوگی تو زائد رقم دینی ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ میں سود دینا لازم ہوجاتا ہے، اس لئے اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے، اگر کوئی شخص یہ طے بھی کرلے کہ کریڈٹ کارڈ سے صرف سامان خریدے گا اور اس کی قیمت وقت پر بینک کو ادا کردے گا جس میں کوئی سود دینا لازم نہیں آتا تو بھی اس کے جواز کا فتوی دینا درج ذیل وجوہ سے درست نہیں ہوگا:

۱- ایسا کرنا بہت مشکل ہے کہ کریڈٹ کارڈ سے صرف سامان خریدا جائے، اس سے نہ رقم نکالی جائے اور نہ دوسرے کے کھاتے میں جمع کی جائے، کیونکہ جب کارڈ مل جائے گا تو آہستہ آہستہ سارے کام شروع ہوجائیں گے جن میں سود دینا لازم ہوجاتا ہے، اس لئے سداً للذریعہ اس کو حرام ہونا چاہئے۔

۲- کریڈٹ کارڈ سے صرف خریداری کی صورت میں بھی ہمیشہ وقت پر رقم ادا کرنے پر

انسان قادر نہیں ہوتا، کبھی تاخیر ہو ہی جاتی ہے اور تاخیر ہونے پر سود لازم ہو جائے گا۔

۳- یہ بات کارڈ کے مالک اور بینک کے درمیان طے شدہ ہوتی ہے کہ تاخیر ہونے پر یومیہ شرح کے حساب سے متعینہ سود دینا ہے، یہ فعل حرام پر رضامندی ہے جو شرعاً جائز نہیں ہے۔

۴- ایسی کوئی شدید ضرورت بھی نہیں پائی جارہی ہے جس میں کریڈٹ کارڈ کے استعمال کے بغیر چارہ ہی نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ کے استعمال میں شرعی اعتبار سے شدید قباحت پائی جاتی ہے اور اس میں سود دینا لازم ہو جاتا ہے اس لئے کریڈٹ کارڈ کا استعمال جائز نہیں ہے۔

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ- فقہی پہلو

مولانا محمد خالد صدیقی ☆

موجودہ دور کے صنعتی انقلاب اور گلوبلائیزیشن کی تحریک نے پوری دنیا کے ڈھانچہ کو الٹ پلٹ کرر کھ دیا ہے، اس میں بنی نوع انسان کے لئے کچھ فوائد بھی ہیں کہ دنیا ایک گاؤں کی شکل میں سمٹ کر رہ گئی ہے، خصوصاً اس چیز نے معیشت کے میدان میں تو حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے ہیں، آج پوری دنیا معیشت اور تجارت کے نقطہ نظر سے ایک میز پر یکجا نظر آتی ہے، اگر کسی شخص کے پاس قوت خرید ہو تو وہ دور افتادہ گاؤں میں بیٹھ کر ہزاروں میل دور جگہوں پر خرید و فروخت اور تجارت کرسکتا ہے۔

یہی نہیں، بلکہ سابقہ زمانہ کی طرح اسے زرخرید ساتھ رکھنے یا ساتھ رکھ کر سفر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور نہ ہی ایک شہر سے دوسرے شہر زرخرید منتقل کرنے کے لئے سابقہ صورت پر عمل کرنے اور ایک فرد کو دوسرے فرد سے نقد معاملہ کرنے کی ضرورت ہے، بس اپنا کارڈ استعمال کیجئے، پاس ورڈ دیجئے اور مطلوبہ رقم حاصل کر لیجئے، یا مطلوبہ فرد کو منتقل کر دیجئے، اس طرح کی سہولت بینک اپنے اکاؤنٹ ہولڈر کو دیا کرتا ہے، اور تھوڑی بہت تفریق کے ساتھ یہ معاملہ دنیا بھر میں رواج پا چکا ہے۔

لیکن ایک مسلمان کے لئے سب سے پہلے اللہ کی مرضیات کو دیکھنا اور اسکے آگے سرنگوں ہونا ضروری ہے، قطع نظر اس کے کہ اسے سہولت مل رہی ہے یا بظاہر دقت و پریشانی کا

☆ ناظم دار التعلیم والتربیت، نیپال۔

سامنا کرنا پڑ رہا ہے، کرنسی کے لین دین میں بھی احکام شریعت کو مدنظر رکھنا ضروری ہوگا، کیونکہ موجودہ دور کے اکثر مالی معاملات اور لین دین سود پر مبنی ہوتے ہیں، یا کم ازکم ان میں سود کا شبہ (شبہ ربوا) پایا جاتا ہے۔

روپیوں یا کسی بھی کرنسی کے لین دین میں سب سے زیادہ ربوا سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، قرآنی آیات اور حضور ﷺ کی احادیث مبارکہ میں جتنی سختی کے ساتھ اس سے روکا گیا ہے، شاید ہی اتنی سختی اور قوت کے ساتھ دیگر کسی منکرات سے روکا گیا ہوگا، اس لئے اس کا تجزیہ ضروری ہے کہ اس میں ربوا کا پہلو ہے یا نہیں؟

عام طور پر بینک سے ہونے والے لین دین کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

۱-کھاتہ دار نے اپنی رقم بینک میں جمع کی، بینک نے حسب ضرورت رقم نکالنے کے لئے کھاتہ دار کو چیک جاری کیا، اب وہ چیک کے ذریعہ متعلقہ بینک سے لین دین کرتا ہے، اگر وہ کرنٹ اکاؤنٹ ہولڈر ہے تو سودی لین دین کی بات ہی نہیں آتی، لیکن اگر وہ سیونگ اکاؤنٹ ہولڈر (بچت کھاتہ دار) ہے تو علماء نے فتوی دیا ہے کہ سود کی رقم بلانیت ثواب صدقہ کردے، اب معاملہ کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

۲-دوسری شکل یہ ہے کہ کھاتہ دار کچھ سامان گروی رکھ کر یا شخصی وجاہت (Goodwill) کی بناپر بغیر گروی رکھے کچھ رقم بطور قرض حاصل کرے، اور اس کے لئے سود کی متعین شرح ادا کرے، اس شکل پر علماء کا اجماع ہے کہ یہ ناجائز ہے۔

لیکن بینک سے جاری ہونے والے کارڈز کی تیسری ہی حیثیت نظر آتی ہے، بعض جہتوں سے اس میں ربوا نظر آتا ہے، اور بعض جہتوں سے اباحت کا پہلو جھلکتا ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کارڈ کی تینوں قسموں پر انتہائی اختصار کے ساتھ الگ الگ روشنی ڈالی جائے۔

اے ٹی ایم کارڈ

سوالنامہ میں اس کی جو تفصیل بتائی گئی ہے اس میں کہا گیا ہے کہ:

اس کے لئے الگ سے کوئی معاوضہ کسی عنوان سے ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

لیکن شاید ہر جگہ ایسا نہیں ہے، مختلف ممالک میں بینکوں کی اپنی اپنی پالیسی ہوتی ہے، جہاں بینکوں کے درمیان مسابقت زیادہ ہوتی ہے وہاں اے ٹی ایم پر کسی طرح کا معاوضہ وصول نہیں کیا جاتا، لیکن جہاں بینکوں میں مسابقت نہیں ہوتی اور بینک کے پاس مطلوبہ تعداد میں اکاؤنٹ ہولڈر ہوتے ہیں اور مطلوبہ شرح تک ان کا کاروبار چلتا ہے، لوگوں کا رجحان بھی اس بینک کی طرف زیادہ ہوتا ہے، اس صورت میں بسا اوقات ایسا بینک اے ٹی ایم کارڈ پر بھی اجرت طلب کر لیتا ہے، بھارت میں صورت حال جو بھی ہو، لیکن ہمارے ملک میں بعض بینک اے ٹی ایم کارڈ پر اجرت لیتے ہیں اور بعضوں کے نہیں لینے کی بھی مثال ملتی ہے۔

سوالنامہ میں جو تفصیل بتائی گئی ہے اس کے مطابق جو صورت حال بنتی ہے، وہ تقریباً چیک سے مشابہ ہے، کہ اکاؤنٹ ہولڈر اپنے اکاؤنٹ میں موجود رقم کے مطابق ہی نقد رقم حاصل کر سکتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ اے ٹی ایم میں کہیں سے بھی رقم حاصل کر سکتا ہے، جبکہ چیک کی صورت میں معینہ جگہ سے ہی رقم نکالنے کی گنجائش ہے۔ مگر ادھر کچھ برسوں سے بہت سارے بینکوں نے بھی یہ سہولت دی ہے کہ بذریعہ چیک اس بینک کی شاخ جہاں بھی ہو وہاں سے رقم حاصل کر لی جائے، تاہم اے ٹی ایم کارڈ کا دائرہ اور سہولت کا میدان چیک سے زیادہ وسیع اور کاروباری افراد کے لئے سودمند ہے۔

۱- اے ٹی ایم کارڈ

اے ٹی ایم نظام میں بظاہر کوئی قباحت نظر نہیں آتی، اس کو ہم ''سفتجہ'' سے مشابہ بھی نہیں کہہ سکتے، کیونکہ کھاتہ دار بینک سے کوئی قرض نہیں لیتا، بلکہ اپنی ہی جمع کردہ رقم وصول کرتا

ہے، اگر آپ کھاتہ دار کی جمع کردہ رقم کو بینک کے ذمہ قرض سمجھتے ہیں اور یہ باور کرتے ہیں کہ بینک نے خطر طریق یا اس جیسی کوئی چیز سے بچنے کے لئے وہ کارڈ ایشو کیا ہے، اس لئے وہ فقہاء کے ذکر کردہ سفتجہ سے مشابہ ہے اورنا درست ہے، تو یہ بات قرین قیاس نہیں ہوگی، کیونکہ کھاتہ دار بینک سے قرض بھی نہیں لیتا، بلکہ اپنی دی ہوئی امانت وصول کرتا ہے، یا اگر بالفرض وہ قرض ہی ہے تو یہاں کوئی فریق دوسرے سے مقابل عوض وصول نہیں کرتا۔

اگر ہم یہ بھی فرض کرلیں کہ یہ سفتجہ سے مشابہ ہے، تب بھی اس کے جواز کی جہت راجح نظر آتی ہے، معاملہ کو منقح کرنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سفتجہ کو سمجھ لیا جائے۔

سفتجہ ایسا مالی معاملہ ہے، جس میں ایک شخص دوسرے کو اس شرط پر قرض دیتا ہے کہ وہ فلاں شہر میں اس کو یا اس کے نائب کو یا اس کے کسی قرض خواہ کو وہ رقم دے دے گا۔

''هي معاملة مالية يقرض فيها إنسان قرضا لأخر في بلد ليوفيه المقترض أو نائبه أو مدينه إلى المقترض نفسه أو نائبه أو دائنه في بلد آخر معين'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۷۲۸)۔

احناف نے اسے اس شرط کے ساتھ مکروہ تحریمی لکھا ہے کہ اس سے منفعت مقصود ہو اور صلب عقد میں شرط لگائی گئی ہو، علامہ مرغینانی نے اسے یہ کہتے ہوئے مکروہ لکھا ہے کہ مقترض اپنی ذات سے راستہ کے خطرات کو دور کرتا ہے، اور یہ ایک قسم کا نفع ہے، حالانکہ اس سے روکا گیا ہے:

''نهى رسول الله ﷺ عن قرض جر نفعاً'' (ہدایہ مع الفتح ۵/ ۲۵۲)۔

یہاں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اے ٹی ایم کا معاملہ کوئی شرطیہ معاملہ نہیں ہے، بینک کھاتہ دار کو اس کے لئے مجبور نہیں کرسکتا، دوسری بات یہ ہے کہ ''خطر طریق سے انتفاع'' کا جو تصور فقہاء کے ذہنوں میں تھا آج اس کا تصور بھی نہیں ہے، کیونکہ لین دین کی جو تصویر اور کرنسی سے معاملہ کی جو صورت ماضی میں تھی آج کا دور اس سے یکسر مختلف ہے۔

مالکیہ نے ضرورت کی شرط پر اس کے جواز کا فتوی دیا ہے، حنابلہ بھی اس کے جواز کے

قائل ہیں، بشرطیکہ وہاں کوئی مقابل نہ ہو، حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم مطلقاً جواز کے قائل ہیں، کیونکہ یہاں منافع دونوں فریق کو ہے۔

اے ٹی ایم نظام پر جس زاویہ سے بھی نظر ڈالی جائے اس میں ربوا کا پہلو نظر نہیں آتا، اگر اسے ناجائز کہیں گے تو لامحالہ چیک کے ذریعہ انجام دیئے جانے والے لین دین کے معاملات کو بھی ناجائز کہنا ہوگا۔

ڈیبٹ کارڈ

اگر بعض بینکوں کے اے ٹی ایم کارڈ پر اجرت لینے کے اصول کو دیکھیں، جس کا ذکر سوالنامہ میں نہیں ہے تو اس صورت میں اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ میں کوئی بنیادی فرق نہیں رہے گا، کیونکہ کارڈ جاری کرنے کی اجرت یہاں بھی لی گئی اور وہاں بھی لی گئی، البتہ خدمات کے لحاظ سے فرق کیا جاسکتا ہے، کہ ڈیبٹ کارڈ میں نسبۃً زیادہ سہولیات ہیں اور اس میں کارڈ ہولڈر کے لئے استفادہ کا پہلو زیادہ پایا جاتا ہے۔

لیکن گفتگو کو ہم صرف اس پس منظر میں آگے بڑھا رہے ہیں کہ ڈیبٹ کارڈ پر اجرت لی جاتی ہے۔

بلاشبہ اسلام نے ربا اور شبہ ربا سے بچنے کی تاکید کی ہے، لیکن کسی بھی معاملہ میں ربا کا حکم نافذ کرنے میں اس کے دیگر پہلوؤں سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا، یہاں چند باتیں قابل غور ہیں:

۱- بینک کوئی خیراتی ادارہ نہیں ہے، اور نہ ہی اس کی بنیاد انفاق فی سبیل اللہ پر ہے، اس کی بنیاد محض تجارت اور منافع کے حصول پر ہے، اگر بینک اپنی خدمات کے عوض کچھ بھی طلب نہ کرے تو آخر اپنے اخراجات کس طرح پوری کرے؟ خصوصاً اس شکل میں جب کہ ہم ربا سے بچنے کی بھی تاکید کرتے ہیں، موجودہ صورت میں بینک کوئی قرض نہیں دے رہا ہے اور اس پر اجرت طلب نہیں کر رہا ہے بلکہ ایک اضافی خدمت انجام دے رہا ہے، اور کھاتہ داروں کو اضافی

سہولیات فراہم کر رہا ہے، کارڈ کی طباعت، اس کو محفوظ رکھنے اور اس کو ایک نظام سے مربوط کرنے پر بینک کا صرفہ ہے، بینک یہ صرفہ کس سے وصول کرے؟

۲-یہاں اعتراض اس پر ہونا چاہئے تھا کہ بینک نے بلامعاوضہ کارڈ ایشو کیا اور یہ کارڈ اس رقم کو اپنے ذمہ میں رکھنے کے عوض سے جو کہ کھاتہ دار بینک میں جمع کراتا ہے، لین دین کی صورت میں بلامقابل نفع پر شبہ کیا جانا چاہئے، نہ کہ اس صورت میں۔

۳-یہ صورت اتنی عام ہو چکی ہے کہ اس پر عموم بلوی کا اطلاق ہوسکتا ہے، نیز ضرورت بھی متقاضی ہے، اور ظاہر ہے کہ اگر معاملہ ایسا ہو تو حکم میں تخفیف برتی جاتی ہے۔

۴-بینک اپنے کھاتہ دار کو ایک چیک ایشو کرتا ہے، کھاتہ دار خاص مدت سے پہلے اس چیک کو استعمال کر لیتا ہے، یا کھاتہ دار کو زیادہ صفحات پر مشتمل چیک کی ضرورت ہوتی ہے، ایسی صورت میں بینک چیک کا بھی مخصوص معاوضہ لیتی ہے، کیا علماء کرام چیک کے اس معاوضہ کو اور بینک کے اس طرح کے لین دین کو بھی ناجائز کہتے ہیں۔

اس کم مایہ کا رجحان بینک کی اضافی خدمت، عموم بلوی، ضرورت اور عام چیک کے لین دین سے مشابہ ہونے کی وجہ سے جواز کی طرف ہے۔

کریڈٹ کارڈ:

کریڈٹ کارڈ کئی جہتوں سے ربوا کے زمرے میں آتا ہے۔

۱-کارڈ ہولڈر بینک سے جو رقم لیتا ہے، یا بینک اس کو متعینہ رقم استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے، وہ رقم اس کی اپنی نہیں ہوتی، کھاتہ دار کی محض شخصی وجاہت اور کاروباری حیثیت کی بنیاد پر وہ رقم فراہم کی جاتی ہے، اس لئے وہ ایسے قرض کے زمرہ میں آتی ہے جس سے نفع حاصل کیا جا رہا ہے، "وقد نهى رسول الله ﷺ عن قرض جر نفعاً"۔

۲-رقم نکالنے پر اسی شرح کے مطابق علاحدہ ایک مختصر رقم سروس چارج کے نام پر ادا

کرنی پڑتی ہے، اور وہ ربوا کی واضح ترین مثال ہے۔

۳- مقررہ وقت پر رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں یومیہ شرح کے حساب سے جو اضافی رقم ادا کرنی پڑتی ہے، عین ربوا ہے۔

حاصل یہ کہ یہ معاملہ ربوا سے شروع ہو کر ربوا پر ختم ہوتا ہے، اس لئے ابتداء و انتہاء ناجائز اور نادرست ہے۔

جوابات

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں سلسلہ وار جواب درج ذیل ہیں:

۱- درست ہے، اور چیک سے مشابہ ہے۔

۲- درست ہے۔

۳- درست ہے۔

۴- الف: مال کو دیکھتے ہوئے نادرست ہے۔

ج- ہر حال میں سود ہے۔

بینک کے مختلف کارڈز اور شرعی رہنمائی

ڈاکٹر ظفر الاسلام اعظمی ☆

۱- اے ٹی ایم کارڈ

چونکہ اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ بلا کسی اجرت یا کسی فیس کے ہوتا ہے، اس لئے شرعاً اس سے استفادہ کی رخصت ملنی چاہئے۔

۲- ڈیبٹ کارڈ

ڈیبٹ کارڈ سے بھی استفادہ اور اس سے خرید وفروخت کی شرعاً گنجائش ملنی چاہئے، کیونکہ فی زمانہ نقد رقم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا مشکل تر ہوگیا ہے، کیا معلوم پیسوں کے ساتھ ساتھ جان بھی محفوظ رہے گی یا نہیں، شریعت کے مقاصد خمسہ میں حفظ نفس کے ساتھ حفظ مال بھی مقصود ہے، جس کی بابت علامہ شاطبیؒ نے الموافقات (۲۸،۲۷/۳) میں تفصیلی بحث کی ہے، نیز یہ حاجیات کے قبیل سے سمجھ میں آرہا ہے جس میں تخفیف وتیسیر ہونی چاہئے۔

''**المشقة تجلب التيسر**'' (قواعد الفقہ/ ۱۲۲)۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی اپنی کتاب ''نظریۃ الضرورۃ الشرعیۃ/ ۲۰۶'' پر رقم طراز ہیں:

''مضطر صرف وہی شخص نہیں ہے جس کی جان کھانے وپینے کی وجہ سے خطرہ میں ہو

☆ شیخ الحدیث وپرنسپل دار العلوم مئو۔

بلکہ کسی دوسری وجہ سے بھی ہوتو وہ مضطر ہوگا''۔

لہٰذا دونوں طرح کے کارڈ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

۳۔فیس کا شرعی حکم

دونوں قسموں کے کارڈ کے حصول کے لئے اگر کچھ فیس دینی پڑے تو جائز ہے، ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''چونکہ ان دنوں تبرعاً کفیل کا مکفول عنہ کے لئے کفالت لینا متعذر ہے، اس لئے ضرورتاً یا حاجت عامہ کے باعث اجرت لینا جائز ہے، کیونکہ اجرت نہ لینے کی بنیاد پر مصالح معطل ہوکررہ جائیں گی.....'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۶۱/۵)۔

مولانا تقی عثمانی صاحب بھی جواز ہی کے قائل ہیں مگر اس فیس کو دفتری امور کی انجام دہی، مضمون لہ ومضمون عنہ سے خط وکتابت، عملہ وملازمین کی اجرت قرار دیتے ہیں، بشرطیکہ یہ اجرت مثل سے زائد نہ ہو۔

''شرعاً کوئی ممانعت نہیں اس پر کہ قرض دہندہ بینک ایک اجرت ان امور کی انجام دہی پر جو بینک کو درکار ہے متعین کرلیں بشرطیکہ یہ اجرت اجرت مثل سے زائد نہ ہو...'' (قضایا فقہیہ معاصرہ/۲۰۴، ۲۰۵)۔

فی زمانہ اس طرح کے معاملات کا تعامل بڑھتا جارہا ہے اور فقہاء نے تعامل کو بھی حجت قرار دیا ہے (دیکھئے: بدائع الصنائع کتاب الاجارات ۱۹۲/۴، رسائل ابن عابدین ۱۱۶/۲)۔

نیز یہ بھی ممکن ہے کہ جس کی طرف سے ضمان لی گئی ہے اس سے استیفاء حق کسی وجہ سے نہ ہوسکے تو اس صورت میں ضمان لینے والے کا نقصان ہوگا، اس لئے اس ضمانتی عمل پر اجرت لی جاسکتی ہے، علامہ کاسانی تو اعتماد پر بھی اجرت لینے کے جواز کے قائل ہیں (دیکھئے: بدائع الصنائع ۲۰۲/۴ کتاب الاجارہ)۔

علامہ سرخسی کی رائے یہ ہے کہ بیت المال میں اگر گنجائش نہ ہوتو بطور فیس حصہ داروں سے بٹوارہ افسر کی اجرت وصول کی جائے گی۔

''فإن لم یقدر علی ذلک أمر الذین یریدون القسمة أن یستأجروه بأجر معلوم وذلک صحیح لأنه یعمل لهم عملاً معلوماً... فلا بأس بالاستئجار علیه'' (المبسوط ۱/ ۱۰۲-۱۰۳)۔

'' ابن عابدین شامی کی ایک تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ قصور... اور امور دینیہ پر سستی پیدا ہوجانے کے باعث کہ لوگ اس طرح کی ضمانت تبرعاً قبول نہیں کرتے، مال کے اعتبار سے اجرت کا معاملہ کر لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے'' (شفاء العلیل وبلاء الغلیل / ۱۶۰)۔

علامہ سیوطی کی الاشباہ ص ۹۷ پر دیا گیا جزئیہ ''الحاجة إذا عمت کانت کالضرورة'' بھی اسی جواز ہی کا مؤید ہے، کیونکہ ڈیبٹ کارڈ وغیرہ پر جو فیس دی جاتی ہے وہ ضرورتاً ہی ہے، نیز جب کوئی اجتماعی حاجت ضرورت کا درجہ حاصل کر لیتی ہے تو وہ شخصی طور پر بھی حاجت نہیں ضرورت قرار دی جاتی ہے، جیسا کہ القواعد الفقہیہ کے ص ۱۰۹ پر موجود تحریر غماز ہے:

''الحاجة فی حق آحاد الناس کافة تنزل منزلة الضرورة فی حق الواحد المضطر''۔

۴- کریڈٹ کارڈ

الف- اس ادا کردہ فیس کی وہی حیثیت ہونی چاہئے جو جواب ۳ پر گذر چکی ہے۔

ب- بظاہر ''کل قرض جر به نفعا فهو ربوا'' کے تحت یہ رقم سود ہونی چاہئے، کیونکہ یہ ایسی زیادتی ہے جس کے عوض کوئی شئی نہیں یعنی یہ زیادتی بلاعوض ہے، اور یہ استقراض بالربح کے قبیل سے معلوم ہوتا ہے جو ناجائز ہے، لیکن مولانا مفتی نظام الدین صاحب تنگی وپریشانی کے وقت سودی قرض کے جواز کے قائل ہیں۔

’’اگر دس ہزار کی رقم سے کم رقم میں کام کرنے میں معیشت میں تنگی و پریشانی ہوتی ہے اور ضروریات پوری نہیں ہو پاتیں اور بغیر سودی قرض مکان خریدنے کے لئے نہیں ملتا تو پورے دس ہزار سے کام بھی کر سکتے ہیں اور سودی قرض بھی مکان خریدنے کے لئے لے سکتے ہیں جب کہ رہنے کے لئے مکان نہ ہو یا بغیر ذاتی مکان کے پریشانی ہو‘‘ (نظام الفتاوی ۱/ ۱۳)۔

ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ مکان کی ضرورت اور تجارت کی ضرورت دونوں میں کافی فرق ہے، مکان کی ضرورت تو ایک بنیادی ضرورت ہے، جب آدمی نکاح کرتا ہے تو نفقہ وسکنی عورت کا واجبی حق ہوتا ہے اسی لئے اگر کوئی آدمی اس شرط پر نکاح کرے کہ تم کو سکنی ونفقہ نہیں دیں گے تو بھی ان دونوں کی ذمہ داری شوہر پر عائد ہوگی۔

لیکن اگر اس مسئلہ کی تعبیر یوں کردی جائے کہ کارڈ کے اجراء پر جو فیس دی جارہی ہے وہ حقوق کے حصول کے لئے، پھر اگر اس کارڈ سے رقم نکالی گئی یا منتقل کی گئی تو اب اس کارڈ کا نفاذ میں بھی تو کتابت وغیرہ کی ضرورت پڑے گی، اس لئے اس دوسری رقم کی ادائیگی کو کتابت کا بدل مان لیا جائے تو جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے، بہر حال اس طرح کی ضیق سے بچنے کے لئے عاجز کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ مسلمان اسلامی طرز پر کمپنیاں قائم کریں، کیونکہ اب بیت المال تو ہے نہیں کہ اس سے پیسے مل جایا کریں۔

ہمارے ہندوستان میں بینک کی وساطت سے تجارت کرنا کوئی لازمی اور ضروری نہیں، اگر بینک کے ذریعہ تجارت ضروری ہوتی تو ’’الضرورات تبیح المحظورات‘‘ کے تحت جواز کی شکل نکل سکتی تھی۔

آدمی کریڈٹ کارڈ کے حصول کے لئے ضمانت کے طور پر جو پراپرٹی و جائداد وغیرہ دکھلاتا ہے کیوں نہیں اسی کا کچھ حصہ فروخت کر کے تجارت کرتا، لیکن اگر کریڈٹ کے طور پر اس نے اپنا ایک مکان ہی دکھلایا جس کے سوا اس کے پاس نہ کوئی رہنے کے لئے جگہ ہے اور نہ ہی کوئی پراپرٹی وغیرہ ہے تو اس صورت میں بدرجہ مجبوری جواز کی صورت نکلنی چاہئے، پھر بھی بندہ کا خیال

ہے کہ آدمی محنت مزدوری کر کے اپنے محنت کے پیسوں سے تجارت کرے جس پر اللہ رب العزت اوراس کے رسول کی جانب سے برکتوں کے بہت سارے وعدے ہیں۔

ج- یہ بلا شبہ سود ہے کیونکہ یہ زیادتی وقت کے عوض ہے اور وقت وصف ہے، ''و الوصف لا یقابله الثمن'' (وصف کے بالمقابل ثمن نہیں ہوتا ہے)۔

بندہ کے نزدیک حضرت مفتی نظام الدین صاحب علیہ الرحمہ کا فتوی ''حتی المقدور وقت مقررہ کے اندر ادا کرے اور مجبوری کی صورت دوسری ہے، اس پر گنجائش ہوسکتی ہے (نظام الفتاوی ۱/ ۲۴۸) سے اباحیت کا باب کھل جائے گا اور ہر شخص اپنے کو مجبور ومضطر سمجھ بیٹھے گا جس سے سود کا شیوع ہوتا جائے گا۔

خلاصہ بحث

۱، ۲-اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

۳-کارڈ کی فیس لی جا سکتی ہے، اس فیس کی دفتری امور کی انجام دہی وغیرہ کے لئے محمول کریں گے بشرطیکہ یہ فیس اجرت مثل سے زائد نہ ہو۔

۴-الف: اس فیس کی وہی حیثیت ہوگی جو جواب ۳ میں گذر چکی ہے۔

ب- اس رقم کو نفاذ کارڈ کی فیس قرار دیا جا سکتا ہے۔

ج- یہ بلا شبہ سود ہے، کیونکہ یہ وقت کے بالمقابل ہے۔

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈز میں غرر و ربا کا پہلو

مولانا تنظیم عالم قاسمی ☆

تجارت و معیشت کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے بینک کی جانب سے مختلف پروگرام اور اسکیمیں چلائی جاتی ہیں، یہ تو نہیں کہا جاسکتا ہے کہ بینک کا مقصد صرف سماج اور سوسائٹی کو فائدہ پہنچانا ہے، نفع اندوزی مقصد نہیں، ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ ملکی اور حکومتی سطح پر بینک کے قیام کا بنیادی غرض نفع کے حصول کے ساتھ راحت رسانی بھی ہے، اس کے لئے بینک کی جانب سے دی گئی مختلف سہولتوں کو اسلام کی کسوٹی پر پرکھنا چاہئے، اگر یہ سہولتیں شرعی قواعد وضوابط سے میل کھاتی ہوں تو انہیں اپنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر نصوص شرعیہ کے مخالف ہوں تو ایک مسلمان کے لئے ان سہولتوں سے استفادہ قطعا درست نہیں ہے، اس لئے سب سے پہلے اعتدال وتوازن کے ساتھ غور کیا جانا چاہئے کہ موجودہ بینکنگ سسٹم میں کون صحیح اور کون غلط ہے، نہ تو یہ صحیح ہے کہ دنیا کی ہر نئی ایجاد اور نئے نظام کو ناجائز قرار دے دیا جائے اور نہ ہی یہ کہ ہر غلط کو توجیہ و تاویل کے ذریعہ درست کرنے کی کوشش کی جائے، بلکہ ہر مسئلہ پر قرآن وحدیث اور دین کے دوسرے مصادر کو معیار بنایا جائے، عرف وعادت رواج ابتلاء عام، ضرورت وحاجت، شریعت کی نزاکت اور دوسرے قواعد وضوابط اگر ذہن میں رہے تو سہولت کے ساتھ مسائل حل ہوسکتے ہیں اور امت کی صحیح رہنمائی میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی، جیسا کہ ملک اور بیرون ملک میں قائم مختلف فقہی اکیڈمیوں نے سیکڑوں جدید مسائل پر بحث کے بعد صحیح نتیجہ کا فیصلہ کیا اور یہ کوششیں تا

☆ استاذ دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد۔

قیامت جاری رہیں گے۔

ان مذکورہ مقدمات کی روشنی میں بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈوں کے سلسلہ میں غور کرنے کے بعد یہ رائے سامنے آتی ہے:

۱- اے ٹی ایم کارڈ

اے ٹی ایم کارڈ کا استعمال اور اس سے استفادہ شرعا جائز ہے، کیونکہ اس کے جاری کرنے کا مقصد کھاتہ داروں کو رقم کی منتقلی اور رقم کے حصول کے لئے سہولت فراہم کرنا ہے، کہ کھاتہ دار شہر یا ملک کے جس علاقہ میں جب چاہے اپنی جمع کردہ رقم میں سے جتنا چاہے نکال لے، تاجر اور کاروبار کرنے والوں کے ساتھ عام لوگوں کا بھی فائدہ ہے کہ چوری اور ڈاکہ زنی سے رقم محفوظ رہتی ہے، دوسرے شہر میں جانے کے بعد حسب ضرورت اے ٹی ایم نظام سے کارڈ کے ذریعہ روپئے حاصل کرسکتا ہے، چونکہ اس کارڈ میں یہ بات شامل ہے کہ کھاتہ دار اپنی وہی رقم نکال سکتا ہے جو پہلے سے بینک میں جمع ہے، اس سہولت پر نہ تو کوئی رقم دینی پڑتی ہے اور نہ کوئی معاوضہ، اس لئے شریعت کے خلاف اس میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی ہے جس بنیاد پر اس کو ناجائز، حرام یا غلط قرار دیا جائے۔

ڈیبٹ کارڈ

ڈیبٹ کارڈ کی تعریف اور تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کارڈ اور اے ٹی ایم کارڈ کے درمیان کوئی خاص بنیادی فرق نہیں ہے، اس کارڈ کے ذریعہ بھی کھاتہ دار صرف بینک میں پہلے سے جمع کردہ رقم کو ہی استعمال کرتا ہے، خواہ یہ استعمال انٹرنیٹ کے ذریعہ دوسرے کے کھاتہ میں رقم منتقل کرنے کی شکل میں ہو یا نقد رقم نکالنے کی صورت میں یا اور بھی استعمال کا کوئی طریقہ ہو، ان تمام صورتوں میں اپنی جمع کردہ رقم میں تصرف کررہا ہے جس کا کھاتہ دار کو اختیار ہے، اس لئے

کہ وہ رقم کا مالک ہے اور مالک کو اختیار ہے جس طرح چاہے شرعی حدود میں رہ کر اپنے مال کا استعمال کرے اور اے ٹی ایم کارڈ کی طرح اس کارڈ کا بھی الگ سے کوئی معاوضہ نہیں دینا پڑتا ہے کہ جسے سود کا نام دیا جا سکے۔

۳- فیس کی حیثیت

البتہ ایک قابل لحاظ بات یہ ہے کہ اس کارڈ کے بنوانے کے لئے جو فیس ادا کرنی پڑتی ہے اس رقم کو کون سا نام دیا جائے، اس کارڈ کے حصول کے لئے دی گئی رقم یقینا جمع کردہ رقم کے علاوہ ہے جس کا عوض رقم کی شکل میں کھاتہ دار کو حاصل نہیں ہوتا، گویا وہ بینک کو زائد رقم دے رہا ہے، جس کے تئیں سود دینے کا شبہ پیدا ہوتا ہے لیکن جزئیات ونظائر اور مقاصد پر اگر گہری نظر ڈالی جائے تو اس نتیجہ تک بآسانی پہنچا جا سکتا ہے کہ یہ سود نہیں بلکہ کارڈ بنانے کی اجرت ہے، اس لئے کہ بینک پر یہ ضروری نہیں ہے کہ کھاتہ داروں کو کارڈ کی اس سہولت کے لئے مفت خدمت انجام دے، اس میں قلم، کاغذ رجسٹر اور دستاویزات کے اخراجات ہیں، جن کو اسٹیشنری کا سامان بھی کہا جاتا ہے، ان تمام امور کی انجامدہی کے لئے پیسہ کی ضرورت پیش آئے گی، جس کو سروس چارج یا فیس کا نام دیا جاتا ہے، ذخیرہ فقہ میں اس کی نظیر وہ مسئلہ ہے جو فقہاء نے بیان فرمایا ہے کہ قاضی اور مفتی کے لئے فتوی اور فیصلہ کرنے پر مدعی اور مستفتی سے اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے، لیکن مفتی کے لئے فتوی تحریر میں لانے اور قاضی کے لئے دستاویزات لکھنے اور رجسٹر میں اندراجات کرنے کی اجرت لینا جائز ہے۔

بشرطیکہ یہ اجرت ایسے کاموں پر آنے والی اجرت مثل سے زیادہ نہ ہو (دیکھئے: الدر المختار مع رد المحتار ۹/ ۱۲۷ طبع دیوبند)۔

ان کارڈوں کے اجراء میں دی جانے والی فیس کو ڈاکٹر، وکلاء اور دلالی کی فیس پر بھی قیاس کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ لوگ بھی اپنے عمل اور محنت کی اجرت لیتے ہیں۔

۴- کریڈٹ کارڈ

اس کارڈ سے استفادہ کا جوطریقہ کارسوالنامہ میں ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ماقبل دونوں قسموں کے کارڈ سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے، اس میں کاروبار ادھار ہوتا ہے یعنی بینک سے وہ ایک متعینہ مدت تک کے لئے قرض لیتا ہے اور بینک اس کے عوض میں ہر ایک مقررہ مدت میں کھاتہ دار سے فیس کی شکل میں منافع وصول کرتا ہے، جس کے سود ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ایک جگہ ربا کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الربوا هو القرض علی أن یؤدی إلیه أکثر و أفضل مما أخذ'' (حجۃ اللہ البالغۃ ۲/ ۹۸)۔

اسی کو ربا النسیہ بھی کہا جاتا ہے جس کا زمانہ جاہلیت میں عام رواج تھا، اسی کے ساتھ اس کارڈ کے معاملہ میں یہ بات شامل ہوتی ہے کہ کارڈ کا استعمال جب نقد رقم نکالنے کے لئے یا کسی کے کھاتہ میں منتقل کرنے کے لئے کیا جائے تو اصل رقم کے ساتھ مزید ایک رقم کی ادائیگی اس کے ذمہ لازم ہوگی، اسی طرح کارڈ کے ذریعہ خریداری کرنے پر مطلوبہ رقم پندرہ یوم میں ادا نہ کرنے کی صورت میں یومیہ شرح کے حساب سے مزید رقم لازم ہوتی ہے، یہ دونوں شکلیں واضح طور پر سودی کاروبار میں داخل ہیں، اگر چہ اس کی ایک صورت جبکہ پندرہ یوم میں خریداری میں دی گئی رقم واپس کردی جائے، بظاہر جائز معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ عقد ایک ہے اور صلب عقد میں ایسی سودی شرائط داخل ہیں جن کا عقد متحمل نہیں ہے، اس لئے پورا عقد ہی فاسد ہوجائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ احادیث میں بیع بالشرط سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اس میں متعاقدین میں سے کسی ایک کا نقصان لازمی ہے اور یہ متقاضی عقد کے خلاف ہے، علامہ شامیؒ نے ''مطلب فی البیع بشرط فاسد'' (۲۸۱/۷ زکریا بکڈپو دیوبند) کے تحت جو کلام کیا ہے اس سے بھی اس مسئلہ پر کافی حد تک روشنی ملتی ہے۔

بہتر ہے کہ اس موضوع کے اختتام پر المجمع الفقہی الاسلامی مکہ مکرمہ کے تحت ہونے والے گیارہویں سمینار کے آٹھویں فیصلہ پر ایک نظر ڈال لی جائے، غور وخوض اور مباحثہ کے بعد اتفاقی طور پر اس سمینار میں یہ قرارداد پیش کیا گیا:

''اگر قرض خواہ نے مقروض پر شرط لگائی یا اس پر لازم کیا ہو کہ دونوں کے مابین مقررہ مدت کے اندر ادائیگی میں اگر مقروض تاخیر کرتا ہے تو ایک مقررہ مقدار میں یا کسی مقررہ شرح سے مالی جرمانہ دینا ہوگا، تو ایسی شرط کا لزوم باطل ہے، اس کی تکمیل ضروری نہیں بلکہ جائز بھی نہیں ہے، خواہ شرط لگانے والا کوئی بینک ہو یا کوئی اور شخص، اس لئے کہ یہی عین ربا الجاہلیت ہے، جس کی حرمت کے لئے آیت نازل ہوئی تھی (مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے/ ۲۳۴ مطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا)۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے تیسرے سمینار میں کئے گئے فیصلے کی عبارت بھی کچھ اس طرح ہے:

''قرض خواہوں سے قرض میں دی گئی رقم سے زائد وصول کرنا، چاہے اس کا کوئی سا بھی طریقہ ہو اختیار کرلیا جائے، ہرگز جائز نہیں اور قرض سے زائد حاصل کی گئی رقم شرعا سود ہے'' (مجلہ فقہ اسلامی ۳/ ۶۸۷)۔

خلاصہ بحث

۱- اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ شرعا درست ہے۔

۲- ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ اور اس کے ذریعہ خرید فروخت جائز ہے۔

۳- مذکورہ دونوں قسموں کے کارڈ کے حصول کے لئے بطور فیس دی گئی رقم سروس چارج اور اجرۃ الخدمت کے حکم میں ہوگی جو شرعا جائز ہے۔

۴- الف: کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے اور استعمال کرنے کے لئے ادا کردہ فیس جو وقفہ وقفہ کھاتہ دار سے وصول کی جاتی ہے، سود کے حکم میں ہے۔

ب- اس کارڈ کے ذریعہ حاصل کردہ نقد رقم کے ساتھ مزید جو رقم ادا کرنی ہوتی ہے وہ بھی شرعا سود ہے۔

ج- اس کارڈ کے ذریعہ خرید کردہ اشیاء کی قیمت کے طور پر بینک نے جو رقم ادا کی، بینک کو وہ رقم تاخیر سے ادا کرنے کی وجہ سے جو مزید رقم ادا کرنی پڑتی ہے وہ بھی سود ہے، جس سے احتراز ایک مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے۔

ہندوستانی بینکوں کے مختلف کارڈ سے مسلمانوں کا کاروبار کرنا

مفتی محمد عبدالرحیم قاسمی ٭

۱-اے ٹی ایم کارڈ کا حامل اپنی جمع کردہ رقم سے ہی استفادہ کرتا ہے، بینک الگ سے کوئی معاوضہ کسی عنوان سے نہیں لیتا، لہذا مسلمانوں کے لئے اے ٹی ایم کارڈ کا استعمال کرنا جائز ہے۔

۲-ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ کھاتہ دار بوقت ضرورت بینک سے رقم نکال سکتا ہے، خرید فروخت کے بعد قیمت کی ادائیگی کرسکتا ہے اور اپنے کھاتہ سے دوسرے کھاتے میں رقم منتقل کرسکتا ہے، ان امور میں کوئی قباحت نہیں، لہذا ڈیبٹ کارڈ کا استعمال بھی شرعاً جائز ہے۔

۳-ان کارڈوں کو بنوانے کے لئے جو فیس دی جاتی ہے یہ رقم دراصل ان خدمات کا بدل یا اجرت ہے جو کارڈ جاری کرنے کے لئے بینک کو انجام دینی پڑتی ہیں، اس لئے شرعاً یہ فیس دینا جائز ہے۔

۴-الف: کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے اور اس کو استعمال کرنے کے لئے ادا کردہ فیس ان کاموں کی اجرت ہے جو کارڈ جاری کرنے کے سلسلے میں بینک کا عملہ انجام دیتا ہے، مثلاً اس شخص کی فائل تیار کرنا، جن جن اداروں یا کمپنیوں سے کارڈ جاری کرنے والے بینک کا رابطہ ہے، ان کو اس کے بارے میں مطلع کرنا، اس کا تعارف کرانا اور اس کو اس قابل بنانا کہ وہ اپنے مالی معاملات اس کارڈ کے ذریعہ حل کر سکے، لہذا کریڈٹ کارڈ کو حاصل کرنے اور اس کو استعمال

٭ ناظم جامعہ خیر العلوم نور محل روڈ، بھوپال۔

کرنے کے لئے بینک کو فیس دینا جائز ہے، کریڈٹ کارڈ کی ایک حیثیت ضمانت کی بھی ہے، اس پر روشنی ڈالتے ہوئے مفتی محمد تقی عثمانی تحریر فرماتے ہیں:

''کفیل کے لئے نفس کفالت پر تو اجرت لینا جائز نہیں لیکن اگر کفیل کو اس کفالت پر کچھ عمل بھی کرنا پڑتا ہے، مثلاً اس کے بارے میں اس کو لکھنا پڑھنا پڑتا ہے، اور دوسرے دفتری امور بھی انجام دینے پڑتے ہیں، یا مثلاً کفالت کے سلسلہ میں اس کو مضمون لہ (جس کے لئے ضمانت لی گئی) اور مضمون عنہ (جس کی طرف سے ضمانت لی گئی) سے ذاتی طور پر خط و کتابت کے ذریعہ رابطہ کرنا پڑتا ہے اس قسم کے دفتری امور کو تبرعا انجام دینا ضروری نہیں، بلکہ کفیل کے لئے مکفول لہ سے یا مکفول عنہ سے ان تمام امور کے انجام دینے پر اجرت مثل کا مطالبہ کرنا جائز ہے، آج کل جو بینک کسی کی ضمانت لیتے ہیں تو وہ صرف زبانی ضمانت نہیں لیتے بلکہ اس ضمانت پر بہت سے دفتری امور بھی انجام دیتے ہیں مثلاً خط و کتابت کرنا، کاغذات وصول کرنا پھر ان کو سپرد کرنا اور رقم وصول کرنا پھر اس کو بھیجنا وغیرہ ان کاموں کے لئے اسے ملازمین، عملہ، دفتر، عمارت اور دوسری ضروری اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے بینک جو یہ تمام امور انجام دے رہا ہے یہ فری فنڈ میں انجام دینا اس کے لئے واجب نہیں، چنانچہ ان امور کی انجام دہی کے لئے بینک کے لئے اپنے گاہکوں سے مناسب اجرت لینا جائز ہے'' (فقہی مقالات ۱/۲۹۹)۔

ب-کارڈ جاری کرنے والا بینک خریداری کی کل قیمت ادا کرتے وقت جو کمیشن وصول کرتا ہے وہ جائز ہے، کیونکہ یہ رقم بینک اور تاجر کے درمیان اس اجرت یا حق الخدمت کی طرح ہے جو دلال جائداد کے کاروبار میں وصول کرتا ہے، البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ اس بات کا اطمینان کرلیا جائے کہ بینک کارڈ ہولڈر کی خریداریوں کی ادائیگی کے لئے جو رقم وقتی طور پر اپنے پاس سے ادا کرتا ہے اور جس کی صورت کارڈ ہولڈر پر قرض دین کی ہوتی ہے اس کا معاوضہ بینک وصول نہ کرے اور اس کی مدت میں کمی بیشی کے لحاظ سے کمیشن میں کوئی کمی بیشی نہ کرے اور اس مہلت کی اجرت بھی نہ مانگے اس کو چیک کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ جس

شخص کا کارڈ جاری کرنے والے بینک میں کریڈٹ اکاؤنٹ ہے اور جس کا ڈیبٹ اکاؤنٹ ہے کیا دونوں قسم کے کارڈ ہولڈروں سے کارڈ جاری کرنے والا بنک یکساں معاملہ کرتا ہے یا مختلف؟ (کریڈٹ کارڈ/ ۶۸)۔

فقہی مقالات میں ہے: ''بینک بائع اور مشتری کے درمیان واسطہ بھی بنتا ہے اور بحیثیت دلال یا وکیل کے بہت سے امور انجام دیتا ہے، اور شرعا دلالی اور وکالت پر اجرت لینا جائز ہے، لہذا ان امور کی ادائیگی میں بھی بینک کے لئے اپنے گاہک سے اجرت کا مطالبہ کرنا جائز ہے'' (فقہی مقالات ۱/ ۲۹۹)۔

ج - کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ خریدکردہ اشیاء کی قیمت کے طور پر بینک نے جو رقم ادا کی ہے اس پر وہ دلال کی طرح کمیشن لے سکتا ہے بشرطیکہ اس نے دونوں طرح کے معاملات میں یکساں کمیشن لیا ہو ایسے معاملہ میں جس میں بینک نے قرض کے طور پر اپنے پاس سے تاجر کو ادائیگی کی اور جس معاملہ میں بینک نے کارد ہولڈر کے اکاؤنٹ سے ادائیگی کی ہے۔

البتہ کارڈ ہولڈر اپنے ذمہ واجب الادا رقوم مدت معینہ کے اندر بینک کو نہ لوٹائے تو کارڈ جاری کرنے والے بینک کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس سے تاخیر کا کوئی جرمانہ یا کمیشن وصول کرے، کیونکہ یہ صورت اصل قرض پر اضافہ کی متقی ہے جو کہ صراحتا حرام ہے (کریڈٹ کارڈ/ ۶۹)۔

کریڈٹ کارڈ کے بارے میں شیخ عبد العزیز ابن عبد اللہ آل شیخ نائب مفتی مملکت سعودی عرب کہتے ہیں: ''قرض مہیا کرنے والے کارڈ یعنی جب کارڈ ہولڈر کے اکاؤنٹ میں اتنی رقم نہ ہو جتنی رقم اس نے خریداری پر صرف کی اور کارڈ کے ذریعہ مال خریدا تو اس نے گویا قرض لیا اور یہ ایسا قرض ہے جس پر منافع سود لیا جاتا ہے، کیونکہ اصول یہ ہے کہ اگر مدت مقررہ کے اندر اندر ادائیگی نہ کی جائے یا مقررہ حد سے زیادہ مال کارڈ پر حاصل کیا جائے تو بینک والے سود لگاتے ہیں اور یہ سود بھی سود مرکب ہوتا ہے جتنی تاخیر ادائیگی میں ہوگی اتنا ہی سود بڑھتا چلا جائے گا اس طرح کا معاملہ درست نہیں ہے۔

اور اگر اس کے اکاؤنٹ میں اتنی رقم ہو جتنی اس نے کارڈ کے ذریعہ نکلوائی یا خرچ کی اور کارڈ صرف اس لئے لے رکھا ہے کہ اس کے ذریعہ رقم نکلوا سکے اور بینک کو سود دینے کی نیت نہیں اور نہ ہی خود سودی معاملہ کرنے کا کوئی ارادہ ہے تو ایسی صورت میں کارڈ کا حصول عام بات ہے" (مجلہ الدعوۃ شمارہ ۱۶۰۸، ریاض ستمبر ۱۹۹۷ بحوالہ کریڈٹ کارڈ/ ۷۸)۔

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ اور فقہاء کا نقطہ نظر

مولانا نور الحق رحمانی ☆

۱- اے ٹی ایم کارڈ

بینک اپنے کھاتہ داروں کو یہ کارڈ اس غرض سے جاری کرتا ہے کہ ان کے کھاتہ میں جو رقم جمع ہے اس میں سے وہ اپنے شہر یا ملک یا کسی دوسری جگہ کہیں بھی موجود اے ٹی ایم نظام سے اپنی ضرورت کے بقدر بصورت نقد حاصل کرسکیں، اس طرح اس کارڈ کے ذریعہ لوگوں کو یہ سہولت فراہم ہوجاتی ہے کہ اگر وہ تجارتی مقصد کے تحت کسی بڑے شہر یا بیرونی ممالک کا سفر کریں، یا ضروری سامانوں کی خریداری کے لئے باہر جائیں تو اپنے ساتھ نقد رقم لے جانے کی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ صرف اس کارڈ کے ذریعہ وہ اس نظام سے نقد رقم نکال کر اپنی ضرورت پوری کرسکتے ہیں، اس طرح بڑی رقم کے ساتھ ہونے کی صورت میں جو متوقع خطرات ہیں ان سے حفاظت ہوتی ہے پھر اس کارڈ سے آدمی اپنی جمع کردہ رقم ہی سے استفادہ کرتا ہے اور اس مقصد کے لئے اسے الگ سے کوئی معاوضہ کسی عنوان سے ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ اسے سود کے دائرہ میں داخل کیا جاسکے، اس کی ضرورت وافادیت اپنی جگہ مسلم ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے میں

☆ استاذ المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء، پھلواری شریف، پٹنہ۔

کوئی شرعی قباحت نظر نہیں آتی، لہٰذا اس کارڈ کا حصول اور مذکورہ بالا ضرورتوں میں اس کا استعمال ازروئے شرع جائز ہونا چاہئے۔

۲-ڈیبٹ کارڈ

بینک اپنے کھاتہ داروں کو یہ کارڈ اس غرض سے جاری کرتا ہے کہ وہ اس کے ذریعہ خرید فروخت کے بعد قیمت کی ادائیگی کریں، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دوکان دار اس کارڈ کے واسطے سے اپنی مطلوبہ رقم کو اپنے کھاتے میں پہنچادیتا ہے، دوسرے اس کارڈ کا حامل بوقت ضرورت اس سے رقم نکالتا ہے، اسی طرح بوقت ضرورت انٹرنیٹ کی مدد سے اپنی رقم اپنے کھاتے سے دوسرے کھاتے میں منتقل کرتا ہے، اس کارڈ کے ذریعہ بھی آدمی صرف اپنی جمع کردہ رقم ہی استعمال کرتا ہے اور اس کے استعمال کا کوئی معاوضہ الگ سے دینا نہیں پڑتا کہ یہ سود کے دائرہ میں آئے، بجز اس معمولی فیس کے جو کارڈ بنواتے وقت ادا کرنی پڑتی ہے، جس کا جواب آگے مذکور ہے، شرعی لحاظ سے اس میں بھی کوئی قباحت نظر نہیں آتی، اس لئے فیس دے کر اسے حاصل کرنا اور اس سے مذکورہ بالا فوائد حاصل کرنا شرعاً جائز ہونا چاہئے۔

۳-فیس کی حیثیت اور حکم

اگر ان دونوں قسموں کے کارڈ کے حصول کے لئے کچھ رقم بطور فیس دینی پڑتی ہے تو اس میں شرعاً کوئی قباحت اور مضائقہ نہیں، اس فیس کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے راشن کارڈ، پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ بنوانے کے لئے فیس جمع کرنی پڑتی ہے جو سب کے نزدیک جائز ہے، دفتری امور کی انجام دہی کے لئے ایسے اداروں میں جو افراد کام کرتے ہیں یہ فیس ان کی اجرت قرار دی جائے گی۔

۴-کریڈٹ کارڈ

اس کارڈ سے متعلق سوالنامہ میں یہ مذکور ہے کہ اس کے ذریعہ آدمی وہ تینوں فوائد حاصل کرتا ہے جو ڈیبٹ کارڈ سے حاصل ہوتے ہیں، یعنی اس کے ذریعہ خرید وفروخت کے بعد قیمت کی ادائیگی، بوقت ضرورت رقم نکالنا اور رقم کا اپنے کھاتے سے دوسرے کھاتے میں منتقل کرنا، اس کے علاوہ مزید فائدہ یہ ہے کہ اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے بینک میں رقم کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس سے بینک کے توسط سے ادھار خرید وفروخت بھی ہوسکتی ہے اور اس کے ذریعہ آدمی بینک سے قرض بھی حاصل کرسکتا ہے یا کسی کے کھاتے میں منتقل بھی کرسکتا ہے۔

اول الذکر دونوں کارڈ کے حصول کے لئے ایک مختصر سی رقم بطور فیس کے ادا کرنی پڑتی ہے، اس کے علاوہ کوئی اضافی رقم نہیں دینی پڑتی ہے جبکہ کریڈٹ کارڈ کے حصول کے لئے شروع میں فیس ادا کرنی پڑتی ہے، پھر اگر اس کے ذریعہ بینک سے قرض لیا ہے یا رقم دوسرے کے کھاتے میں منتقل کیا ہے تو پہلے ہی دن سے سود اس کے ذمہ لازم ہوجاتا ہے اور جب وہ استعمال شدہ رقم کو جمع کرتا ہے تو اس کے ساتھ مقررسود کی رقم بھی ادا کرنی پڑتی ہے، معاملہ کا یہ حصہ خالص سود پر مبنی ہے کہ قرض کے ساتھ اضافی رقم ادا کرنی پڑتی ہے جو عوض سے خالی ہے اور حدیث نبوی: "**کل قرض جر منفعة فهو ربا**" (ہر وہ قرض جس سے نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے) کے تحت داخل ہے۔

اسی طرح اگر اس کارڈ کے ذریعہ کسی دوکان سے ادھار خریداری کی گئی تو بینک اس کی طرف سے نقد قیمت دوکان دار کو ادا کرتا ہے اور ماہ کے آخر میں کارڈ والے کو اس کی پوری تفصیل فراہم کرتا ہے اور مطلوبہ رقم اس آدمی کو پندرہ دن کے اندر ادا کرنی پڑتی ہے، ایسا نہ کرنے پر یومیہ شرح کے حساب سے مزید رقم (یعنی سود) کی ادائیگی اس پر لازم ہوتی ہے جس کو وہ آئندہ اصل رقم کے ساتھ جمع کرتا ہے، ظاہر ہے کہ معاملہ کی یہ دفعہ بھی خالص سود پر مبنی ہے، گرچہ اس میں اس کا امکان ہے کہ وہ متعینہ مدت کے اندر مطلوبہ رقم جمع کردے، اور اسے سود نہ دینا پڑے، لیکن

ضروری نہیں کہ وہ ایسا کرنے پر قادر ہوہی جائے اور بر وقت رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں سود کی ادائیگی لازم ہوجائے گی، اس لئے ایک مسلمان آدمی کے لئے ایسا کرنا اور سود کی شرط پر آپس میں کوئی معاملہ طے کرنا شریعت کی رو سے درست نہیں ہے۔

اور اگر کوئی شخص عام نوعیت کے فائدے حاصل کرنے کے لئے اور وہ تینوں کام انجام دینے کے لئے جن کے لئے ڈیبٹ کارڈ استعمال کیا جاتا ہے کریڈٹ کارڈ بنوانا چاہے جس کے لئے شروع میں معمولی فیس کے سوا کوئی اور اضافی رقم ادا نہیں کرنی پڑتی ہے، اور اس کارڈ کے ذریعہ بینک سے ادھار رقم حاصل کرنا یا دوسرے کے کھاتے میں منتقل کرنا مقصود نہ ہو جس کے لئے سود دینا پڑتا ہے اور نہ اس کے ذریعہ مارکیٹ سے ادھار خریداری کا ارادہ ہو جس میں سود میں مبتلا ہونے کا قوی امکان رہتا ہے تو بھی اس کارڈ کے بنوانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے کہ یہ سب کام تو ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ انجام پاہی جاتے ہیں، جس میں سود کی قباحت نہیں ہے، تو پھر اسے چھوڑ کر اسی مقصد کی خاطر کریڈٹ کارڈ کا سہارا لینے کی کیا ضرورت ہے جو سود سے خالی نہیں ہے یا جس میں سود میں مبتلا ہونے کا خطرہ موجود ہے، اس لئے سد ذریعہ کے طور پر بھی اسے ناجائز ہونا چاہئے۔

اے ٹی ایم، ڈیبٹ اور کریڈٹ کارڈ - مختصر شرعی جائزہ

مفتی سید اسرار الحق سبیلی ☆

آج پوری اسلامی وغیر اسلامی دنیا میں بینکنگ نظام قائم ہے، اور یہ انسان کے لئے ایک ضرورت بن گیا ہے، غریب سے غریب افراد کو اس کی ضرورت پیش آتی ہے، دنیا میں بہت کم تعداد ایسے لوگوں کی ہے جن کو بینک سے کوئی واسطہ نہ پڑتا ہو۔

بینکوں میں عوام کے ہجوم کو کم کرنے اور ذرائع مواصلات کی تیز رفتار ترقی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بینکون نے عوام کو سہولت فراہم کرنے اور اپنی تجارت کو فروغ دینے کی خاطر مختلف کارڈ جاری کئے ہیں، تا کہ عوام کے لئے موبائل فون کی طرح ہر جگہ رقم حاصل کرنا اور تجارتی مقاصد کی خاطر دوسرے تک رقم منتقل کرنا آسان ہو جائے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آج کل بینکنگ نظام سود میں جکڑا ہوا ہے، ایک مسلمان کے لئے سود کا لین دین اصلا جائز نہیں ہے، جہاں تک ہو سکے اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے، اسی پس منظر میں بینک سے جاری ہونے والے مختلف نوعیت کے کارڈز کا شرعی حکم دریافت کرنے کی کوشش کی گئی۔

ATM کارڈ کا حکم

ATM کارڈ بینک اپنے کھاتہ داروں کو اس غرض سے جاری کرتا ہے کہ وہ اپنے شہر، ملک یا ملک سے باہر کہیں بھی موجود ATM کیبن سے اپنی ضرورت کے بقدر رقم نقد حاصل

☆ رفیق شعبہ علمی، المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد۔

کرسکیں، اور ان کونقد رقم (Cash) حاصل کرنے کے لئے بینک جانے کی ضرورت نہ ہو، اس کارڈ سے آدمی اپنی جمع کردہ رقم ہی نکال سکتا ہے، اس سہولت سے فائدہ اٹھانے پر بینک کوکوئی معاوضہ ادانہیں کرنا پڑتا ہے، البتہ کارڈ کے اجراءاورتجدید (Issue and Renewal) کے وقت مقرر فیس ادا کرنی پڑتی ہے۔

اس کارڈ کا حکم وہی ہوگا جو بینک میں رقم جمع کرنے کا حکم ہے کہ بینک میں رقم جمع کرنا اصلاً مکروہ ہے، مگر روپئے کی حفاظت کے لئے بینک میں رقم جمع کرنے کی اجازت ہے، جب کہ ATM کارڈ سے روپئے کی حفاظت زیادہ ہوتی ہے، بس اور ریل کے سفر وغیرہ میں چوراور جیب کتروں سے حفاظت ہوتی ہے، جب کہ مال کی محافظت شریعت کے مقاصد خمسہ میں سے ایک مقصد ہے۔

۲-ڈیبٹ کارڈ کا حکم

یہ کارڈ بھی اے ٹی ایم کارڈ کی طرح قابل استعمال ہے، البتہ اس میں دوسہولتیں زیادہ ہیں، جو اے ٹی ایم کارڈ میں نہیں ہیں:

۱-اس کارڈ کے ذریعہ خریداری کے بعد دوکان دار مطلوبہ رقم اپنے اکاؤنٹ میں پہنچادیتا ہے۔

۲-اپنے کھاتے سے دوسرے کے کھاتے (Account) میں رقم منتقل کرنا۔

ATM کارڈ کی طرح اس کارڈ سے بھی استفادہ ان لوگوں کے لئے جائز ہوگا، جن کو اس کی خاص ضرورت پیش آتی ہو، جیسے تجارت پیشہ حضرات، جن کے لئے زیادہ مقدار میں نقد رقم لے کر ادھر ادھر جانے میں جان ومال کا خطرہ رہتا ہے، جان (نفس) اور مال کی حفاظت شریعت کے مقاصد میں داخل ہے۔

اس کارڈ کے ذریعہ خرید وفروخت کی حیثیت یہ ہے کہ خریدار اسے ادھار قیمت پر خریدتا

ہے اور رقم کی ادائیگی اپنے وکیل (بینک) کے ذریعہ کرتا ہے، خریدار کی رقم بینک میں جمع ہوتی ہے، جب خریدار نقد رقم کے بجائے Debit Card دکاندار کے حوالہ کرتا ہے، تو دکاندار اس کارڈ کو EDC (Electronic Data Computer) سے گزارتا ہے، اگر کارڈ صحیح ہے اور خریدار کے کھاتہ میں روپے موجود ہیں تو اس میں متعلقہ تفصیل چھپ جاتی ہے اور ۴۸ سے ۷۲ گھنٹے کے اندر دکاندار کے اکاؤنٹ میں رقم جمع ہوجاتی ہے، وکالت کے بارے میں امام ابو الحسین قدوریؒ لکھتے ہیں:

''**كل عقد جاز أن يعقده الإنسان بنفسه جاز أن يوكل به غيره**'' (مختصر القدوری ۱۴۱) (ہر وہ معاملہ جو آدمی کے لئے بذات خود کرنا جائز ہے، اس معاملہ میں دوسرے کو وکیل بنانا جائز ہے)۔

۳-فیس کا حکم

بینک کارڈ جاری کرتے وقت، اس کی تجدید (Renewal) کے وقت اور کارڈ گم ہوجانے کے بعد دوسرا کارڈ جاری کرتے وقت فیس وصول کرتا ہے، یہ فیس چونکہ کارڈ پر آنے والے اخراجات اور خدمات کے عوض لی جاتی ہے، اس لئے یہ فیس لینا جائز ہوگا۔

۴-کریڈٹ کارڈ

Credit Card سے وہ تمام فائدے حاصل ہوتے ہیں جو ATM اور Debit کارڈ سے حاصل ہوتے ہیں، لیکن یہ کارڈ مذکورہ دونوں کارڈوں سے تین حیثیت سے ممتاز ہے:

۱-اس کارڈ کا حامل (Card Holder) بینک میں موجود اپنی رقم سے زیادہ بھی استعمال کرسکتا ہے۔

۲-اس کارڈ کے ذریعہ نقد رقم نکالنے یا کسی کے کھاتے میں منتقل کرنے پر اخراج شدہ رقم کے علاوہ مزید ایک رقم لازم ہوتی ہے۔

۳-کارڈ کے ذریعہ ادھار خریداری پر مطلوبہ رقم پندرہ دنوں کے اندر بینک کو ادا کرنی ہوتی ہے، ایسا نہ کرنے پر یومیہ شرح کے حساب سے مزید رقم لازم ہوتی ہے۔

الف: فیس کی حیثیت

کارڈ جاری کرتے وقت یا اس کی تجدید کے وقت بینک جو فیس وصول کرتا ہے، اس کی حیثیت سروس چارج (Service Charge) کی ہے، جو بینک کو کارڈ جاری کرنے کے سلسلہ میں کرنی پڑتی ہے قرض سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس لئے یہ جائز ہوگا۔

ب-مزید رقم کی حیثیت

کریڈٹ کارڈ سے نقد رقم نکالنے کی صورت میں جو مزید رقم کارڈ ہولڈر کے ذمہ لازم ہوتی ہے، وہ دراصل سود ہی ہے:

''وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا''(سورہ بقرہ:۲۷۵) (اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام)۔

''وَمَا آتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِيَرْبُوَا فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ'' (روم:۳۹) (جو سود تم دیتے ہو، تا کہ لوگوں کے مال میں شامل ہو کر وہ بڑھ جائے، اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا ہے)۔

ج-ادھار رقم کا سود

کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ خرید کردہ اشیاء کی قیمت کے طور پر بینک نے جو رقم ادا کی ہے، اس رقم کی ادائیگی مقررہ وقت تک نہ کرنے میں جو مزید رقم بینک وصول کرتا ہے، اس کی حیثیت بھی سود ہی کی ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

"لعن رسول الله ﷺ آكل الربا، وموكله، وكاتبه، وشاهديه، وقال: هم سواء" (مسلم ۲/ ۲۷، باب الربا، کتاب المزارعۃ والمساقاۃ) (اللہ کے رسول ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہ بننے والوں پر لعنت فرمائی ہے، اور فرمایا ہے کہ گناہ میں وہ سب برابر کے شریک ہیں)۔

اس لئے کریڈٹ کارڈ کا استعمال کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ اس کارڈ کا استعمال نقد رقم نکالنے کے لئے نہ کریں، اور اس کارڈ کے ذریعہ قرض لینے کے بعد مقررہ مدت تک بینک کو قرض ادا کردیں، تاکہ مدت گزرنے کے بعد سود دینے سے بچ سکیں۔

حاصل بحث

۱-ضرورت مند لوگوں کے لئے ATM کارڈ کا استعمال جائز ہے۔

۲- ڈیبٹ کارڈ کا استعمال بھی ضرورت مندوں کے لئے جائز ہے، اور اس کارڈ کے ذریعہ خریداری ادھار خریداری کے حکم میں ہے، جس میں خریدار کا وکیل (بینک) ثمن ادا کرتا ہے۔

۳-ان دونوں کارڈ کے حصول کے لئے فیس ادا کرنا جائز ہے۔

۴-الف: کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے کے لئے فیس کی حیثیت سروس چارج کی ہے قرض سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

ب- اس کارڈ کے ذریعہ رقم نکالنے پر مزید رقم جو بینک کو ادا کرنی ہوتی ہے، اس کی حیثیت سود کی ہے۔

ج- اس کارڈ کے ذریعہ قرض کی رقم لینے کے بعد مقررہ مدت تک اگر رقم بینک کو ادا نہ کی گئی تو مدت گذر جانے کے بعد جو زائد رقم ادا کرنی ہوتی ہے، اس کی حیثیت سود کی ہے۔

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ-چند شرعی وضاحتیں

مفتی جنید عالم ندوی قاسمی ☆

اے ٹی ایم کارڈ بینک اپنے کھاتہ داروں کو جاری کرتا ہے، اور اس کارڈ کے ذریعہ کارڈ ہولڈر کسی بھی شہر میں موجود اے ٹی ایم نظام سے اپنی جمع کردہ رقم حاصل کرسکتا ہے۔ اس کارڈ کے بنوانے اور بینک سے اس طرح کا معاملہ کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس وقت راستے پرخطر ہوتے ہیں، اپنی رقم کو محفوظ طریقے سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، بعض دفعہ رقم کے ساتھ جان بھی چلی جاتی ہے، تو رقم کمانے والا شخص سوچتا ہے کہ رقم کو منتقل کرنے کا سب سے محفوظ طریقہ بینک ہے، جس کے لئے وہ کارڈ بنواتا ہے، یہ درحقیقت انسانی ضرورت بن چکا ہے، نہ تو مذکورہ کارڈ بنوانے میں کوئی فیس لگتی ہے اور نہ ہی مزید کوئی رقم دینی پڑتی ہے، اس طرح کارڈ بنوا کر اپنی رقم محفوظ طریقہ پر دوسری جگہ منتقل کرلینا جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں میرا خیال یہ ہے کہ یہ کارڈ درحقیقت جمع کردہ رقم کا وثیقہ ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی رقم حاصل کرسکتا ہے، اس میں شرعی کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی ہے، اس کی نظیر کتب فقہ میں ملتی ہے، علامہ سرخسی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''المبسوط'' میں عبداللہ بن زبیرؓ کے عمل کو نقل کیا ہے کہ وہ مکہ میں تاجروں سے پیسے لیا کرتے تھے اور کوفہ وبصرہ میں واپس کرنے کا وثیقہ لکھ دیا کرتے تھے، عبداللہ بن عباسؓ سے جب سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کی تصدیق فرمائی (دیکھئے: المبسوط ۱۴؍۳۷)۔

کتب فقہ میں سفتجہ کی بحث آئی ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو قرض دے

☆ صدر مفتی دارالافتاء، امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ۔

تا کہ وہ دوسرے شہر میں قرض خود اس کو یا اس کے کسی دوست کو ادا کر دے، اس کے شرعی حکم کے سلسلہ میں فقہاء یہ صراحت کرتے ہیں کہ اگر قرض دیتے وقت دوسرے شہر میں واپسی کی شرط لگادے تو یہ ''کل قرض جر نفعا'' کے تحت مکروہ ہوگا، کیونکہ راستہ کے خطرات سے محفوظ رہنے کا فائدہ اٹھا رہا ہے اور اگر اس طرح کی شرط نہ لگائے تو بلا کراہت جائز ہوگا، مذکورہ کارڈ درحقیقت سفتجہ کی اس صورت میں داخل ہے جو بلا کراہت جائز ہے، کیونکہ اس میں دوسرے شہر میں واپسی کی شرط نہیں ہوتی ہے، رقم جمع کرنے والے کو اختیار ہوتا ہے وہ جہاں چاہے اس نظام کے تحت اپنی رقم نکالے۔

نیز یہ انسانی ضرورت بھی ہے، اس لئے ''الضرورات تبیح المحظورات''، ''الضرر یزال''، ''المشقة تجلب التيسير'' اور اس طرح کے دیگر اصول کے پیش نظر اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔

ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ اور خرید وفروخت کا حکم

دوسرا کارڈ ڈیبٹ کارڈ کہلاتا ہے، اس میں بھی کارڈ ہولڈر صرف اپنی جمع کردہ رقم ہی سے فائدہ اٹھاتا ہے، اور زائد رقم نہ تو دینی پڑتی ہے اور نہ ہی ملتی ہے، یہ کارڈ بھی اپنی جمع کردہ رقم کا وثیقہ ہوتا ہے، البتہ اس سے فائدہ اٹھانے کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

۱-ضرورت پڑنے پر اپنی رقم نکالی جائے۔

۲-اپنی رقم دوسرے کے کھاتہ میں منتقل کی جائے۔

۳-اس کارڈ کے ذریعہ اشیاء کی خرید وفروخت ہو، اس کے بعد دوکاندار کے کھاتہ میں قیمت منتقل کرادی جائے، پہلی صورت کا وہی حکم ہے جو اے ٹی ایم کا بیان کیا گیا ہے، یعنی بلا کراہت جائز ودرست ہے اور اس کے دلائل بھی وہی ہیں جو اے ٹی ایم کے ذیل میں ذکر کئے گئے ہیں۔

دوسری صورت بھی جائز ودرست ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی کو اپنی رقم دے کر اس کو وکیل بنادے کہ میری یہ رقم فلاں کو پہنچادو، ظاہر ہے کہ یہ جائز ودرست ہے، مذکورہ صورت میں بینک کارڈ ہولڈر کا وکیل ہوگا جو کارڈ ہولڈر کی رقم دوسرے تک پہنچارہا ہے، خانیہ میں ہے:

''قال المؤكل خذ هذا الألف يا فلان وادفعه إلى فلان فأيهما قضى جاز قياسا واستحسانا'' (خانیہ علی ہامش الفتاوی الہندیہ ۵/۴۶۹)۔

تیسری صورت وکالت کی بھی ہوسکتی ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اور حوالہ کی بھی ہوسکتی ہے اور اقرب الی الفقہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت حوالہ کی ہو، اس لئے کہ حوالہ میں مقروض اپنے قرض کی ادائیگی دوسرے کے ذمہ کردیتا ہے خواہ مقروض کی کوئی رقم پہلے سے اس شخص کے پاس ہو یا نہ ہو، اور کتب فقہ میں یہ صراحت موجود ہے کہ اگر محیل (قرض حوالہ کرنے والا مقروض)، محال علیہ (جس کے حوالہ قرض کی ادائیگی کی گئی ہو) اور محال (صاحب دین) تینوں راضی ہوں تو عقد حوالہ درست ہوگا، مذکورہ صورت میں تینوں راضی ہوتے ہیں، لہذا یہ معاملہ درست ہوگا (دیکھئے: بدائع الصنائع ۶/۱۵)۔

۳-کارڈ بنوانے کے لئے فیس کی ادائیگی کا حکم

غور کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ فیس درحقیقت محنت وعمل کی اجرت ہے، نیز کارڈ ہولڈر کو سہولیات دینے اور ان کی خدمت کرنے کا معاوضہ ہے اور کسی محنت کی اجرت لینا و دینا یا کسی کی بہتر خدمات پر معاوضہ لینا جائز ودرست ہے جیسا کہ پاسپورٹ بنوانے کی اجرت، دلالی کی اجرت، ویزا حاصل کرنے کی اجرت اور ان کے علاوہ دوسرے بہت سے مسائل ہیں جن میں محنت کی اجرت لینا جائز ودرست ہے، لہذا مذکورہ صورت میں بھی کارڈ بنوانے کی فیس دینا جائز ودرست ہوگا۔

بینک میں رائج مختلف کارڈوں کا حکم

مولانا خورشید انور اعظمی ☆

آج کے دورتر قی میں تجارت کا دائرہ کافی وسیع ہو چکا ہے، دوردراز شہروں اور ملکوں میں جانا اور وہاں تجارت کرنا ایک عام سی بات ہوگئی ہے، ایسے میں سب سے بڑا مسئلہ رقم کی منتقلی کا ہے، کہ تاجر جہاں چاہے محفوظ طریقہ پر حسب ضرورت مطلوبہ رقم حاصل کر کے اطمینان کے ساتھ تجارت کر سکے۔

بینکوں نے اس صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے لین دین کی مختلف صورتیں نکالیں، اور کئی طرح کے کارڈ جاری کئے، تاکہ دوسرے شہروں اور ملکوں میں بھی رقم کی منتقلی آسانی کے ساتھ ہو سکے، اور راستے کے خطرات کی الجھن بھی نہ رہے۔

لیکن بینک کی فراہم کردہ سہولیات سے فائدہ اٹھانے سے قبل ضروری ہے کہ اس کی شرعی حیثیت متعین کر لی جائے، اس لئے کہ بینک کا عمومی نظام سود پر مبنی ہے اور شریعت مطہرہ نے سود کو حرام قرار دیا ہے، اور نبی اکرم ﷺ نے سود سے تعلق رکھنے والے تمام افراد پر لعنت فرمائی ہے:

”لعن رسول الله ﷺ آكل الربا و موكله و شاهديه و كاتبه“ (سنن الترمذی کتاب البیوع)۔

☆ استاذ جامعہ مظہر العلوم بنارس یوپی۔

۱-اے ٹی ایم کارڈ کا شرعی حکم

یہ کارڈ بینک اپنے کھاتہ داروں کو اس غرض سے جاری کرتا ہے کہ وہ اپنے شہر یا ملک یا کسی دوسری جگہ کہیں بھی موجود اے ٹی ایم نظام سے اپنی ضرورت کے بقدر رقم بصورت نقد حاصل کرسکیں۔

اس کارڈ کے ذریعہ آدمی اپنی جمع کردہ رقم ہی سے استفادہ کرتا ہے، اور اس کو حاصل کرسکتا ہے، اس کے لئے الگ سے کوئی معاوضہ کسی عنوان سے ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اس کارڈ سے فائدہ اٹھانا از روئے شریعت درست ہوگا، اس وجہ سے کہ بینک میں جو رقم جمع کی جاتی ہے وہ بطور قرض ہوتی ہے، جمع کرنے والا جب چاہتا ہے، بینک سے نکال لیتا ہے، اور قرض کے سلسلے میں یہ بات بصراحت موجود ہے کہ نفع کی شرط کے بغیر قرض دینا اور لینا درست ہے، ممانعت قرض مشروط کی صورت میں ہے۔

رد المحتار میں ہے:

"كل قرض جر نفعا حرام أي إذا كان مشروطا" (رد المحتار ۷/۳۵۵)۔

مغنی میں ہے:

"كل قرض شرط فيه أن يزيد فهو حرام بلاخلاف" (المغنی ۴/۳۶)۔

آج جبکہ بھاری رقم لے کر دور دراز مقامات کا سفر کرنا بہت تشویشناک امر ہے، اور ہر لمحہ اندیشہ رہتا ہے کہ مال کے ساتھ کہیں جان بھی نہ گنوانی پڑے، اس صورت حال میں اس کارڈ سے استفادہ، مندوب ومستحسن ہوگا۔

۲-ڈیبٹ کارڈ

یہ کارڈ بھی بینک اپنے کھاتہ داروں کے لئے جاری کرتا ہے اور اس کے استعمال کا بھی کسی طرح کا کوئی معاوضہ ادا نہیں کرنا پڑتا، سوائے اس فیس کے جو کارڈ کے بنوانے کے لئے

دی جائے، اس کے ذریعہ بھی آدمی صرف اپنی جمع کردہ رقم ہی استعمال کرسکتا ہے، اس سے زیادہ نہیں۔

البتہ آدمی اس کارڈ کے ذریعہ تین قسم کے فائدے حاصل کرتا ہے:

۱-خرید وفروخت کے بعد قیمت کی ادائیگی۔

۲-ضرورت پر رقم کا نکالنا۔

۳-ضرورت پر رقم کا اپنے کھاتے سے دوسرے کھاتے میں منتقل کرنا۔

اس کارڈ کے استعمال میں بھی کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی، اس لئے کہ قرض دینے والا اپنی جمع کردہ رقم سے کسی نفع کی شرط کے بغیر، بوقت ضرورت استفادہ کرتا ہے، باقی رہی فیس تو یہ کارڈ اور اس کے بنوانے کے عوض میں ہے، یا اس سلسلے کے حساب وکتاب کی اجرت کے طور پر ہے۔

۳-کارڈ کے لئے فیس دینے کا مسئلہ

اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ کے حصول کے سلسلے میں جو رقم بطور فیس دی جاتی ہے، اس کا دینا درست ہے، اس لئے کہ یہ فیس کارڈ، اس کی بنوائی، قلم، کاغذ اور دیگر اخراجات کے عوض میں ہے، نیز اسے اس سے متعلق رجسٹر وغیرہ درست رکھنے کی اجرت بھی قرار دی جاسکتی ہے۔

درمختار میں ہے:

''یستحق القاضی الأجر علی کتب الوثائق أو المحاضر أو السجلات قدر ما یجوز لغیرہ کالمفتی'' (درمختار ۹/ ۱۲۷)۔

کریڈٹ کارڈ

کریڈٹ کارڈ کی صورت حال یہ ہوتی ہے کہ اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے بینک میں رقم کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس کارڈ کو جاری کرنے کے لئے بینک ضرورت مند

آدمی کے حالات معلوم کر کے اس کی مالی حیثیت متعین کرتا ہے، پھر اسی حیثیت کا کارڈ جاری کرتا ہے، اور اسی کارڈ کی بنیاد پر حامل کارڈ کو رقم فراہم کرتا ہے، پھر اس کارڈ کے اجراء استعمال اور تجدید کی فیس لیتا ہے۔

الف- باوجودیکہ اس کارڈ کے ذریعہ ادھار خرید و فروخت ہوتی ہے، پھر بھی اس کے حصول کے لئے فیس دینا درست ہوگا، اس وجہ سے کہ بینک حامل کارڈ کا کفیل ہے کہ دوسرے شہروں میں یا خرید و فروخت کے موقع پر رقم فراہم کرے، اس سلسلے میں بہت سے اخراجات ہوتے ہیں، بینک انہی اخراجات کے عوض میں فیس کی رقم وصول کرنے کا مجاز ہوگا۔

ب- اس کارڈ میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حاصل کردہ رقم کے ساتھ مزید رقم جمع کرنی ہوتی ہے، جو شرعاً درست نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں قرض کے ساتھ نفع کی شرط لگادی گئی ہے جو از روئے شرع ناجائز ہے۔

ج- کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کارڈ کے ذریعہ کچھ چیزیں خریدی جاتی ہیں، اور بینک ان کی قیمت ادا کرتا ہے، مگر جب بینک کو وہ رقم ادا کرنی ہوتی ہے تو اس کی دو صورت ہوتی ہے:

اگر رقم کی ادائیگی مدت مقررہ کے اندر ہو تو بینک کی ادا کردہ رقم کے بقدر ہی ادا کرنی ہوتی ہے، اور اگر اس کی ادائیگی مدت کے بعد ہو تو اس کے ساتھ مزید رقم ادا کرنی پڑتی ہے۔

ظاہر ہے کہ مزید رقم کی ادائیگی کی صورت بھی شرعاً درست نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں قرض مشروط پایا جارہا ہے، جو ممنوع ہے۔

رہی مدت مقررہ کے اندر رقم کے ادا کرنے کی صورت تو وہ بظاہر درست ہے۔

البحر الرائق میں ہے:

''تعليق القرض حرام والشرط لا يلزم'' (البحر الرائق ۶/ ۳۱۴)۔

لیکن اس سے بھی حتی الامکان بچنے کی ضرورت ہے، اس وجہ سے کہ آدمی عموماً قرض کی ادائیگی مقررہ مدت کے اندر نہیں کر پاتا اور سود کی لعنت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں اس طرح کی صورت حال کو بہت واضح انداز سے بیان فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

"إن عامة المقترضين بهذا النوع هم المفاليس المضطرون و كثيرا ما لا يجدون الوفاء عند الأجل فيصير أضعافا مضاعفة لا يمكن التخلص منه أبدا و هو مظنة لمناقشات عظيمة و خصومات مستطيرة" (حجۃ اللہ البالغۃ ۲/۱۰۶)۔

بینک کے اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ کا حکم

مولانا محمد نعمت اللہ قاسمی ☆

ا- بینک میں جمع کردہ رقم کی حیثیت قرض کی ہے امانت کی نہیں، اس لئے کہ بعینہ وہ رقم جمع کرنے والے کو واپس نہیں کی جاتی ہے اور قرض سے کسی قسم کا استفادہ سود ہے اور سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے، جو ثبوتاً اور دلالۃً دونوں لحاظ سے قطعی ہے۔

استفادہ کی ایک صورت تو یہ ہے کہ کیلاً، وزناً، عدداً قرض سے زیادہ وصول کیا جائے، یہ تو حرام ہے ہی، دوسری صورت یہ ہے کہ صرف وصفاً قرض سے زیادہ وصول کیا جائے، یا ایسی چیز قرض سے زیادہ وصول کی جائے جس کا تعلق بظاہر قرض سے نہ ہو۔

وصفاً زیادہ وصول کرنے کی مثال یہ ہے کہ قرض کی واپسی میں جودت اور عمدگی کی شرط کرلی جائے کہ جو مال دیا ہے وہی مال، لیکن اس سے عمدہ مال لوں گا، یا یہ کہ قرض تو دیا ایک شہر میں اور وصول کرنے کی شرط لگایا دوسرے شہر میں، جسے فقہاء کی اصطلاح میں ''سفتجہ'' کہا جاتا ہے، یہ بھی وصفاً زیادہ وصول کرنے کی مثال ہے کہ خطر طریق سے حفاظت کی شرط اس میں پائی جاتی ہے۔

غیر متعلق شئی زیادہ وصول کرنے کی شرط کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کہا جائے بقرض دے رہا ہوں اس شرط پر کہ تم میری دعوت کرو، یا تمہارے مکان میں ایک ماہ میں رہوں گا وغیرہ۔

ان تمام صورتوں میں اگر شرط کے بغیر وصف یا غیر متعلق شئی کی زیادتی مقرض کو حاصل ہورہی ہے تو وہ اس کے لئے جائز ہے، لیکن اگر بطور شرط یہ زیادتیاں قرض دینے والے کو حاصل

☆ استاذ دار العلوم ملیا، کھگڑیا (بہار)۔

ہورہی ہیں تو وہ اس کے لئے جائز نہیں ہیں، حرام ہیں، گرچہ بعض فقہاء کرام نے ان کے اوپر کراہت کا اطلاق کیا ہے، لیکن ان کی مراد بھی تحریم ہی ہے (ان تمام تفصیلات کے لئے دیکھئے: امداد الفتاوی رسالہ کشف الدجیٰ عن وجہ الربا، مؤلفہ حضرت مولانا ظفر احمد تھانویؒ ۳/۹۷ تا ۳۰۳)۔

لیکن اگر قرض سے استفادہ نہ ہو بلکہ استفادہ کے لئے علاحدہ سے اجرت ادا کی جائے، تو یہ صورت جائز ہے، جیسا کہ منی آرڈر والے مسئلہ میں حضرت تھانویؒ نے ۱۳۲۰ھ اور ۱۳۳۱ھ کے فتوے میں حرمت سفتجہ کی وجہ سے منی آرڈر کو ناجائز تحریر فرمایا تھا، لیکن پھر ۱۳۳۲ھ کے فتوی میں منی آرڈر فیس کو روانگی وغیرہ کی اجرت قرار دے کر منی آرڈر کو جائز تحریر فرمایا (دیکھئے: امداد الفتاوی ۳/۱۴۲ تا ۱۴۶)۔

پس اگر بینک میں غیر سودی قرض جمع ہو اور اسے دوسرے شہر یا ملک میں اجرت دے کر منتقل کرایا جائے، تو یہ بھی جائز ہے۔

۲- اس عاجز کے خیال میں بینک میں رقم جمع کرانا اعانت علی المعصیۃ نہیں ہے، اس لئے کہ بینک سے دوسروں کو سود پر قرض دیا جاتا ہے تو یہ بینک کا اپنا فعل ہے، رقم جمع کرنے والا اس کا باعث اور محرک نہیں ہے، پس بینک کے غیر سودی اکاؤنٹ میں بغرض حفاظت اپنی رقم جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہاں سودی اکاؤنٹ میں بلاوجہ رقم جمع کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

۳- تیسری بات یہ کہ ہر شخص کے لئے اتنا مال کہ اس کا ضیاع اس کے لئے جان لیوا صدمہ کا باعث ہو، اس کی حفاظت اس کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا جان کی حفاظت اس کے لئے ضروری ہے، اور غالباً اس حدیث پاک کے اندر جس میں مال کی حفاظت کی خاطر قتال کی اجازت دی گئی ہے، مال سے مراد ہر شخص کے لئے اسی قدر مال ہے جس کا ضیاع اس کے لئے جان لیوا صدمہ کا باعث ہو، پس جان کی طرح اتنے مال کی حفاظت میں بھی محرمات شرعیہ قطعیہ تک کے ارتکاب کی اجازت ہوگی اور یہ تو ظاہر ہے کہ شخص کے تفاوت سے اتنے مال کی مقدار میں بھی تفاوت ہوگا اور غور کرنے سے یہ بھی درحقیقت اضطرار فی النفس ہی کی ایک صورت ہے، بادی النظر میں اضطرار فی المال ہے، عزت وآبرو کے حق میں بھی اضطرار کے تعلق سے یہی تفصیل ہوگی۔

۴-چوتھی بات یہ کہ اگر عزت وآبرو اور مال کا ضیاع اس حد تک ہو کہ وہ قابل تحمل ہو، اس سے نفس کا ضیاع لازم نہ آتا ہو، البتہ انسان کرب اور پریشانی سے دوچار ہوسکتا ہوتو یہ عزت و آبرو اور مال کے حق میں حاجت کی صورت ہوگی اور یہ بھی درحقیقت نتیجہ کے لحاظ سے حاجت فی النفس ہی کی ایک صورت ہے۔

۵-پانچویں بات یہ ہے کہ عاجز اپنی محدود معلومات کی روشنی میں سمجھتا ہے کہ محرمات شرعیہ قطعیہ جو ثبوتاً اور دلالۃً دونوں لحاظ سے قطعی ہوں، ان کے ارتکاب کی اجازت صرف اضطرار کی حالت میں ہوگی، خواہ وہ نفس کا اضطرار ہو یا مال کا یا عزت وآبرو کا، اضطرار سے کم درجہ کی مجبوری میں خواہ اس کا نام ضرورت رکھیں یا حاجت، محرمات شرعیہ قطعیہ کے ارتکاب کی اجازت نہیں ہوگی، خواہ یہ محرمات شرعیہ قطعیہ ممنوع لذاتہ ہوں یا لغیرہ۔

فقہاء کرام نے جن صورتوں میں اضطرار سے کم درجہ کی صورت میں محرمات شرعیہ کے ارتکاب کی اجازت دی ہے، ان پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام محرمات وہ ہیں جن کا ثبوت دلائل سے ہے، جنہیں آپ مکروہ تحریمی کہہ سکتے ہیں۔

بیع کی تعریف، بیع کے شرائط، بیع کا حکم، کفالت کے شرائط، اجارہ کی تعریف، اجارہ کے شرائط، اس طرح کی جتنی چیزیں ہیں ان سب کا ثبوت ایسے دلائل سے ہیں جن میں ظنیت یا تو ثبوت میں ہے یا دلالت میں۔ پس اگر شریعت میں کچھ احکام ومسائل اور معاملات ایسے ملتے ہیں جو عام اصول قواعد کے خلاف ہیں اور بر بناء حاجت ان کی اجازت دی گئی ہے، تو یہ درحقیقت حاجت کی بناء پر دلائل ظنیہ سے ثابت شدہ امر میں رخصت واجازت ہے، نہ کہ دلائل قطعیہ سے ثابت شدہ امر ہیں۔

ہاں! بیع بالوفاء، استقراض بالربح، تداوی بالمحرم، کشف ستر مرأۃ، اس طرح کے دو چار جزئیات سے البتہ تامل ہوتا ہے، لیکن اولاً اس طرح کے جزئیات میں اس امر کی تنقیح ضروری ہے کہ فقہاء کرام سے جو اجازت مصرح ہے، وہ درحقیقت اضطرار کی حالت میں ہے یا اس سے کم

درجہ کی حالت میں بھی، ثانیاً یہ جزئیات متفق علیہا ہیں یا مختلف فیہا۔ ان امور کی تنقیح کے بغیر ان جیسے جزئیات کو سامنے رکھ کر یہ اصول بنالینا کہ "اضطرار سے کم درجہ کی ضرورت میں بھی ممنوع لغیرہ کے ارتکاب کی اجازت ہے، خواہ اس کی ممانعت دلائل قطعیہ ہی سے کیوں نہ ثابت ہو، میرے خیال میں صحیح نہیں ہے۔ پھر تداوی بالمحرم میں تو نہ صرف ممنوع لغیرہ بلکہ ممنوع لذاتہ کا بھی ارتکاب ہوتا ہے جو مجلی نظر اصول کی روشنی میں بھی اضطرار کے بغیر صحیح نہیں ہونا چاہئے۔ پس یہ اور ان جیسے دوسرے جزئیات کی مکمل تنقیح ضروری ہے۔

رہی یہ بات کہ حاجت کبھی ضرورت کا درجہ اختیار کر لیتا ہے تو اس کا اگر یہی مطلب ہے کہ ضرورت سے مراد اضطرار ہے، اس طرح حاجت کبھی اضطرار کا درجہ اختیار کر لیتا ہے تو پھر اکراہ غیر ملجی جو حاجت کے درجہ میں ہے اور اکراہ ملجی جو اضطرار کے درجہ میں ہے، یہاں بھی اکراہ غیر ملجی کو اکراہ ملجی کے درجہ میں اتار کر، اکراہ غیر ملجی کی صورت میں بھی اکل میتہ، اکل لحم خنزیر، شرب خمر، شرب دم وغیرہ کی اجازت ہونی چاہئے تھی، جبکہ فقہاء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اکراہ غیر ملجی کی صورت میں ان امور کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

ان چند تمہیدی اور اصولی گفتگو کے بعد ترتیب وار سوالوں کے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں:

۱- اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے:

الف- غیر سودی اکاؤنٹ میں رقم جمع کی گئی ہو۔

ب- دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں رقم پہنچانے کی اجرت ادا کر دی جائے، تاکہ سقوط خطر طریق جو ایک قسم کا استفادہ ہے محض قرض کی وجہ سے حاصل نہ ہو، ورنہ پھر دوسرے شہر یا ملک میں قرض وصول کرنا جائز نہیں ہوگا، تفصیل کے لئے تمہید کی شق ۱، ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

۲- ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ اور اس کے ذریعہ خرید فروخت وغیرہ جائز ہے۔

۳- اس فیس کو ہم دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں رقم منتقل کرنے کی اجرت قرار

دیں گے، اس لئے وہ فیس نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں رقم منتقل کرنے کے جواز کے لئے لازم ہے۔

۴- کریڈٹ کارڈ کی حیثیت سند کی ہے، اگر اس کا استعمال نقد رقم نکالنے یا دوسرے کے کھاتے میں رقم منتقل کرنے کے لئے کیا گیا ہے، تو اس کی حیثیت قرض کے حصول کے لئے سند کی ہے اور اگر اس کا استعمال مال کی خریداری کے لئے کیا گیا ہے تو اس کی حیثیت حوالہ کے لئے سند کی ہوگی، یعنی کارڈ کے مالک نے کسی تاجر سے ادھار مال خریدا جس کے نتیجہ میں وہ تاجر کا مقروض ہوگیا، اب اس قرض کی ادائیگی کا ذمہ بینک نے لے لیا جس کے لئے ثبوت اور سند یہ کارڈ ہے، یہ گفتگو تو اس کارڈ کی حیثیت سے متعلق ہوئی۔

اب سوالوں کے ہر شق کا جواب ملاحظہ ہو:

الف- جیسا کہ اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ سے متعلق تحریر کیا گیا کہ ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک میں رقم منتقل کرنے کے لئے علاحدہ سے اجرت ادا کرنا ضروری ہے، اجرت ادا کئے بغیر یہ استفادہ جائز نہیں ہے، ورنہ "کل قرض جر نفعا فهو ربا" کے ذیل میں آکر ناجائز ہوجائے گا اور کارڈ کی فیس کو ہم اجرت قرار دے سکتے ہیں، اس میں کوئی مانع شرعی نہیں ہے، اسی طرح ہم یہاں کارڈ کی فیس کو اس قرض کے منتقل کرنے کی اجرت قرار دے سکتے ہیں، جو قرض نقد کی صورت میں یا سامان کے ثمن کی صورت میں کریڈٹ کارڈ کے مالک کو حاصل ہوا۔

ب، ج- کارڈ کا استعمال خواہ نقد رقم نکالنے کے لئے کیا گیا ہو یا رقم دوسرے کے کھاتے میں منتقل کرنے کے لئے، یا خریداری کے لئے بہر صورت اصل رقم سے جو زائد رقم ادا کی جائے گی وہ سود ہے اور سودی قرض لینا اضطرار کے بغیر جائز نہیں ہے، جیسا کہ تمہید کی شق ۵ میں عاجز نے اپنی رائے ظاہر کی ہے۔

کریڈٹ کارڈ سے متعلق مسائل

مولانا محمد شوکت ثناء قاسمی ☆

جدید سائنسی ایجادات و انکشافات اور ماڈرن ذرائع ابلاغ نے مختلف ممالک کے فاصلے اور دوریوں کو کافی قریب کردیا ہے، بلکہ پوری دنیا سمٹ کر ایک گاؤں اور خاندان بن چکی ہے اور اب مہینوں کا سفر گھنٹوں میں ممکن ہو چکا ہے، دوردراز کی خبریں اور پیامات و پیغامات چند لمحوں میں بہ آسانی ملنے لگی ہیں، رشتہ داروں سے دوری کا غم، دوستوں سے ملنے کی فکر ذہنوں سے دور ہو چکا ہے، گویا کہ جدید ذرائع ابلاغ نے پہلے زمانے کے بہت سے ناممکنات کو ممکن ہی نہیں حقیقت میں تبدیل کردیا ہے، اور یہ ترقی کسی ایک ہی شعبہ تک محدود نہیں، زندگی کے مختلف شعبوں میں ہورہی ہے اور ہوتی رہے گی، انہی جدید سہولیات اور ترقیات میں سے ایک ترقی Banking نظام میں اے ٹی ایم کارڈ، ڈیبٹ کارڈ اور کریڈٹ کارڈ کی شکل میں ہوئی ہے، جو عوام الناس کی سہولتوں اور بینک میں لمبی قطار میں ٹھہرنے کی زحمت سے بچانے کے لئے جاری کیا گیا ہے۔

اے ٹی ایم کارڈ (ATM Card)

اے ٹی ایم کارڈ کی غرض وغایت یہ ہے کہ کھاتہ دار اپنے بینک کے وقت کی پابندی اور بینک میں لمبی لائن میں ٹھہرنے کے بجائے، اپنے شہر یا ملک میں کسی جگہ رہتے ہوئے بوقت ضرورت اپنی جمع کردہ رقم سے استفادہ کرسکے، یعنی ضرورت کے وقت نقد رقم اے ٹی ایم نظام

☆ استاذ حدیث وشعبہ افتاء جامعہ عائشہ نسواں، حیدرآباد۔

سے حاصل کرسکتا ہے، اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ''چیک بک''، لیکن چیک بک سے نقد رقم نکالنے کے لئے اپنے بینک میں جانا ضروری ہے، جبکہ اے ٹی ایم کارڈ سے کسی بھی اے ٹی ایم نظام سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، البتہ اپنے بینک کے اے ٹی ایم کے علاوہ دوسرے کسی بینک کے اے ٹی ایم نظام سے استفادہ کی صورت میں کچھ رقم بطور فیس ادا کرنی پڑتی ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ اے ٹی ایم کارڈ کی حیثیت بھی چیک بک کی ہے، البتہ اس میں قدرے توسع ہے اور چیک بک میں تنگی ہے، اور جس طرح چیک بک سے استفادہ درست ہے، اسی طرح اے ٹی ایم کے موجودہ نظام سے بھی استفادہ کی گنجائش ہے۔

ڈیبٹ کارڈ (Debit Card)

Debit Card کا مقصد بھی تقریباً وہی ہے جو اے ٹی ایم کارڈ کا ہے، البتہ اس میں مزید توسع اور سہولت ہے، اے ٹی ایم کارڈ کے ذریعہ صرف نقد رقم سے ہی استفادہ کیا جاسکتا ہے، جبکہ ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ سوالنامہ میں مذکور تینوں قسم کی سہولیات سے استفادہ ممکن ہے، اس کارڈ سے بھی تینوں طرح کی سہولیات سے استفادہ میں کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ خرید وفروخت کی صورت میں اگر قیمت کی ادائیگی میں کسی طرح کا غرر یا بائع مشتری میں سے کسی کو ضرر ہو تو پھر اس کے ذریعہ خرید وفروخت قابل غور ہوگا۔

کریڈٹ کارڈ (Cradit Card)

کریڈٹ کارڈ درحقیقت ادھار معاملہ کی ماڈرن شکل ہے، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، کریڈٹ کارڈ کا معاملہ دراصل قرض کا معاملہ ہے، کارڈ جاری کرنے والا بینک قرض دیتا ہے اور کارڈ ہولڈر قرض لیتا ہے اور اسی کے ساتھ بینک کفیل اور وکیل بھی ہوتا ہے، کارڈ ہولڈر جب کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ خریداری کرتا ہے، تو اس کے بل کی ادائیگی کا ضامن بینک ہوتا ہے،

اور بینک کارڈ ہولڈر سے بلوں کی وصولی کرنے کے بعد تاجر کو اس کی رقم ادا کرتا ہے، تو گویا بینک بیک وقت کارڈ ہولڈر کا اور تاجر دونوں کا وکیل ہوتا ہے، چنانچہ بینک کارڈ ہولڈر کے وکیل ہونے کی حیثیت سے اس کے بلوں کی ادائیگی کرتا ہے، اور تاجر کے وکیل ہونے کی حیثیت سے کارڈ سے رقم حاصل کرتا ہے۔

اور یہ صورت کہ ایک ہی شخص دوفرد کی طرف سے وکیل ہو، فقہاء کے نزدیک درست ہے، البتہ یہاں ایک بات محل غور ہے کہ کیا ایک ہی شخص بیک وقت وکیل اور اپنے مؤکل کے حقوق کا ضامن ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ فقہاء ثلاثہ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اس کی گنجائش ملتی ہے، البتہ فقہاء حنفیہ اس کی اجازت نہیں دیتے ہیں، اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ جو شخص بیک وقت وکیل اور اپنے مؤکل کے حقوق کا ضامن ہے، اپنے آپ کو ناجائز طور پر ضمانت سے بری کرلے تو پھر مؤکل کا بہت بڑا نقصان ہوسکتا ہے، یہ خطرہ اور اندیشہ اپنی جگہ بالکل درست ہے، لیکن بینکنگ کے موجودہ نظام میں یہ خطرہ بالکل موہوم ہے، اور خاص طور سے کریڈٹ کارڈ سے متعلق معاملات تو انٹرنیشنل طور پر متعین اور معروف ومشہور ہیں، اور یہ کسی فرد یا ایک خاص بلاک یا شہر کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ بین الاقوامی معاملہ ہے، کسی بھی بینک کے لئے یہ گنجائش نہیں کہ وہ متعینہ ومعروف ضابطہ کی خلاف ورزی کرے۔

خلاصہ بحث

مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں سوال میں مذکور مسئلوں کا جواب حسب ذیل ہے:

۱- اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ بلا کسی قباحت کے درست ہے۔

۲- ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ اور اس کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ، جبکہ عاقدین میں سے کسی کو غرر لاحق نہ ہو جس کا امکان عام طور سے اس کارڈ سے خرید وفروخت کی صورت میں نہیں رہتا ہے، درست ہوگا۔

۳-اے ٹی ایم کارڈ، ڈیبٹ کارڈ ان دونوں قسموں کے کارڈ کے حصول کے لئے کچھ رقم بطورفیس دینی پڑے تو دی جاسکتی ہے، کیونکہ یہ فیس بینک کی خدمات کے عوض ہے۔

۴-الف: عام حالات میں جبکہ کسی کو خاص ضرورت نہ ہو، اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ کریڈٹ کارڈ حاصل نہ کرے، کیونکہ انسان کی خواہشات لامتناہی ہیں، جس کی وجہ سے اخراجات دن بدن طویل ہوسکتے ہیں، اور پھر وہ غیر اختیاری طور پر قرض کے دلدل میں پھنستا چلا جائے گا، جس سے باہر نکلنا بہت مشکل ہوسکتا ہے، اور آمدنی وخرچ میں جو توازن باقی رہنا چاہئے، باقی نہ رہنے کی وجہ سے سنگین مالی بحران سے دوچار ہوسکتا ہے، اگرچہ کہ اس کے حاصل کرنے میں بہت سارے فائدے ہیں، لیکن دنیا کے ساتھ دین کا بھی بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کے لئے غیر محسوس طور پر سودی معاملات میں پڑنے کا قوی امکان رہتا ہے، لیکن اگر کوئی حاصل کرنا چاہے، اور اس کے حصول پر کچھ فیس دینی پڑے تو کارڈ ہولڈر کے لئے فیس دینا اور بینک کے لئے وصول کرنا درست ہوگا، کیونکہ یہ فیس بینک ان خدمات کے عوض میں لیتی ہے، جو بینک کو کارڈ جاری کرنے کے سلسلہ میں انجام دینی پڑتی ہے، اس فیس کا قرض سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

ب-کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ حاصل کردہ رقم کی صورت میں جو مزید کچھ رقم ادا کرنی پڑتی ہے، اس کا سود ہونا بالکل واضح ہے، اس لئے بلاضرورت شدیدہ کارڈ ہولڈر کے لئے بینک سے نقد رقم لینی جائز نہیں ہوگی۔

ج-کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ خرید وفروخت اور متعینہ مدت پر رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں جو اضافی رقم دی جاتی ہے، یہ اضافی رقم سود ہوگی۔

تحریری آراء:

بینک میں مستعمل کارڈ-شرعی نقطۂ نظر

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی ☆

۱، ۲- اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ مذکورہ فی السوال تفصیلات کے مطابق جائز معلوم ہوتا ہے۔

۳-کارڈ کے حصول کی اجرت کے طور پر کچھ رقم دینا جائز معلوم ہوتا ہے (اگر کوئی اور محظور شرعی نہ ہو)۔

۴-الف: اس پر سود کی تعریف صادق آتی معلوم ہورہی ہے، لہذا یہ جائز نہ ہوگا۔

ب- اس کا بھی وہی حکم ہے جو اوپر گزرا (جائز نہیں)۔

ج-مقررہ مدت پر ادا نہ کرنے کی صورت میں اضافہ کی شرط فاسد ہے، اس لئے یہ عقد فاسد ہوگا، ہاں اگر یہ شرط نہ ہو تو جائز ہوگا۔

☆ استاذ تفسیر وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

بینک کے اے ٹی ایم و دیگر کارڈ سے استفادہ

مولانا زبیر احمد قاسمی ☆

۱ - اے ٹی ایم کارڈ

اس کارڈ سے استفادہ کی جو صورت اور وضاحت سوال میں کی گئی ہے اس کی روشنی میں اس کارڈ سے استفادہ میں میرے سمجھ کے مطابق صرف ایک سفتجہ والی فقہی ممانعت لازم آتی ہے، جو قرض دیتے وقت اگر مشروط ہو تو ممنوع ہے۔

مگر حقیقت واقعہ یہ ہوتی ہے کہ کھاتہ دار جو رقم بغرض حفاظت بینک میں جمع کرتا ہے وہ بنیادی طور پر کوئی قرض نہیں ہوتا اور نہ اس میں یہ شرط ہوتی ہے کہ بینک ہماری جمع کردہ رقم کا کوئی وثیقہ بہ شکل اے ٹی ایم کارڈ ہمیں دے، مگر بینک چونکہ اس جمع کردہ رقم کو خرچ کرلیتا ہے اس تصرف کی بنیاد پر بذمہ بینک وہ رقم گویا ایک قرض ہوجاتا ہے اور پھر بینک کے تعامل کے بنا پر یہ کارڈ عملاً مشروط سا بن جاتا ہے۔

تاہم چونکہ اصل کے درجہ میں نہ یہاں قرض ہے، نہ کارڈ وثیقہ دینا بہ ضابطہ مشروط اور کھاتا دار اس کارڈ کے ذریعہ صرف اپنی جمع کردہ رقم ہی سے استفادہ کرتا ہے، اس لئے اس کارڈ کے حصول اور اس سے استفادہ کی اجازت ہونی چاہئے۔

انجام ومآل کے اعتبار سے اگر رقم بذمہ بینک قرض بھی بن جائے اور کارڈ کو سفتجہ مشروط بھی کہہ دیا جائے تب بھی آج کے پرفتن اور مکمل غیر مامون ہونے کے دور میں جس سے جان

☆ ناظم جامعہ عربیہ اشرف العلوم، کنہواں سیتامڑھی، بہار۔

و مال ہر وقت ایک خطرے میں گھرا ہوا رہتا ہے ادھر جان و مال کی حفاظت مقاصد شریعت میں داخل ہے، اس لئے ''الضرورة تبيح المحظورات'' کے مدنظر اس قسم کے کارڈ سے استفادہ کی گنجائش کو جائز کہا جا سکتا ہے۔

۲- ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ کا حکم

ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ بھی کھاتہ دار چونکہ اپنی جمع کردہ رقم ہی سے استفادہ کرتا ہے خواہ بوقت ضرورت بقدر ضرورت رقم نکال کر یا اپنے کھاتے سے انٹرنیٹ کی مدد سے کسی دوسرے شخص کے کھاتے میں منتقل کر کے، بظاہر کسی بھی صورت میں کوئی وجہ ممانعت نہیں پائی جاتی، جب بینک کھاتے دار کی رقم اسی کے یا کسی دوسرے کے کھاتہ میں منتقل کرتا ہے تو بحیثیت وکیل کرتا ہے اور وکالت اپنی اصل کے اعتبار سے ایک عقد مشروع ہی ہے۔

ہاں وہ صورت جس میں کھاتہ دار اس کارڈ کی بنیاد پر کوئی خرید وفروخت کرتا ہے، اس میں بھی ادائیگی قیمت میں بینک یا تو وکیل بنتا ہے اور یہ عقد وکالت ہوتا ہے تو بھی کوئی وجہ ممانعت نہیں، یا بینک اس کارڈ کو جاری کر کے گویا ادائیگی قیمت کی ضمانت لیتا ہے تو عقد کفالت، یا اسے عقد حوالہ کہا جائے کہ کھاتہ دار کے ذمہ جو قرض بصورت ثمن واجب الاداہو جاتا ہے، وہ دین اس کارڈ کے واسطہ سے بذمہ بینک منتقل ہو جاتا ہے، تو یہ عقد حوالہ بھی محیل محتال اور محتال علیہ تینوں کی رضامندی پائے جانے کے سبب عقد تام وصحیح ہو جاتا ہے، اس طرح بھی کارڈ سے استفادہ میں کوئی وجہ ممانعت نہیں آ پاتی، اس لئے ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ کو جائز کہا جانا چاہئے۔

۳- کارڈ بنانے کی فیس

اے ٹی ایم یا ڈیبٹ کارڈ کے بنوانے میں جو کچھ رقم بطور فیس لی جاتی ہے اسے بینک کا سروس چارج، حق المحنت اور اجرة الخدمت کہہ کر جائز کہا جا سکتا ہے، جیسے کہ بہت سے موقعوں میں

دی جانے والی فیس اجرۃ الخدمت سمجھی جاتی ہیں اور اس کا عام تعامل ہے مثلاً پاسپورٹ بنانے، لائسنس، ڈرافٹ وغیرہ بنوانے کی فیسوں کو اجرۃ الخدمت کہہ کر جواز کا فتوی دیا جاتا ہے۔

۴- کریڈٹ کارڈ

الف- کریڈٹ کارڈ سے استفادہ کے لئے جب کارڈ ہولڈر کی کسی رقم کا بینک میں جمع ہونا ضروری نہیں تو اب جو بھی اور جس طرح بھی استفادہ ہوگا وہ محض بینک کے دیئے ہوئے اور بینک سے حاصل کردہ قرض ہی کی بنیاد پر ہوگا، تو اس سلسلے میں بینک جب بھی اور جس عنوان سے بھی زائد از قرض رقم کا مطالبہ کرے گا وہ بہر حال سود ہی کہلائے گا، اس طرح یہ سارا معاملہ اپنے آغاز ہی سے مشتمل بر ربا ہوگا، جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی، سودی کاروبار سے احتراز کی جتنی تاکید آئی ہے وہ ہر خاص و عام کو معلوم ہے، پس کریڈٹ کارڈ سے در اصل استقراض بالربح والی صورت ہوتی، جس کی اجازت خاص شرائط وتفصیل کے ساتھ صرف اس کے محتاجوں کو ہی دی جاتی ہے، ہر کس و ناکس کو علی الاطلاق اجازت نہیں۔

اس لئے کریڈٹ کارڈ کا حصول اور اس کی بنیاد پر کاروبار کرنا وغیرہ وغیرہ ہمارے خیال میں اس لائق نہیں کہ اس کی حوصلہ افزائی کی جائے بلکہ اس کارڈ سے استفادہ کو مطلق ممنوع ہی کہا جائے ''دعوا الربا و الريبة'' اور آکل ربا وموکل ربا وغیرہ سبھوں کے ملعون ہونے کی جو وعید شدید ہے، اس کا تقاضہ یہی ہے۔

استقراض بالربح والی جزئی اجازت کو جس کے شرائط اپنی جگہ معلوم ومذکور ہیں بنیاد بنا کر اس کریڈٹ کارڈ کے حصول اور اس سے استفادہ کو جائز نہیں کہا جاسکتا۔

بینک میں مروج مختلف کارڈ-شرعی جائزہ

مفتی محبوب علی وجیہی ☆

اے ٹی ایم کارڈ

۱- اس کارڈ کے استعمال میں بظاہر کوئی قباحت نہیں ہے، موجودہ حالات کے اعتبار سے جب غور کیا جاتا ہے تو یہ بینک میں اس کی امانت ہے، جو وہ بوقت ضرورت اس کارڈ کے ذریعہ حاصل کرتا ہے۔

ہدایہ جلد سوم میں ہے:

"الودیعة أمانة فی ید المودع إذ اھلکت لم یضمنھا لقولہ علیہ السلام لیس علی المستعیر غیر المغل ضمان ولا علی المستودع غیر المغل ضمان ولأن بالناس حاجة إلی الاستیداع"۔

ڈیبٹ کارڈ

۲، ۳- اس کارڈ کے استعمال میں بھی شرعاً کوئی خرابی نہیں ہے، کارڈ بنوانے کے لئے جو فیس دی جاتی ہے وہ اس کارڈ کا معاوضہ ہے، میری نظر میں وہ تینوں فائدے جو اس کارڈ کے ذریعہ حاصل کئے جاتے ہیں جائز ہیں۔

☆ ناظم مدرسہ فرقانیہ رام پور یوپی۔

کریڈٹ کارڈ

۴-اس کارڈ کے استعمال میں بعض صورتیں سود کی پائی جاتی ہیں، کیونکہ کارڈ کے مالک کی کوئی رقم بینک میں نہیں ہوتی، وہ صرف اس کارڈ کے ذریعہ خرید وفروخت کرسکتا ہے، یہ آدمی بینک میں اپنی رقم جمع کرتا رہتا ہے اور بینک اس سے اپنا قرض وصول کرتا رہتا ہے، اور اگر پہلے سے رقم جمع ہے تو وہ استعمال کے بقدر اس میں سے کم ہوتی رہتی ہے، اگر جمع شدہ رقم ختم ہوجائے تو کارڈ کے مالک پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ اس صورت میں ہی کارڈ استعمال کر کے اپنی ضرورت پوری کرسکتا ہے، یہ شکل ہی قرض کی ہے، نقد رقم نکالنے یا کسی کھاتہ میں رقم منتقل کرنے کی صورت میں ایک رقم علاحدہ سے ادا کرنی پڑتی ہے، تو یہ شریعت کی اصطلاح میں سود ہے، پھر کارڈ کے ذریعہ سے خریداری کے سلسلہ میں اگر اس کی جمع شدہ رقم کم ہے تو بقیہ رقم پندرہ دن کے اندر ادا کرنا ہوگی، اگر پندرہ دن کے اندر جمع نہیں کی تو یومیہ شرح کے حساب سے مزید رقم دینا ہوگی یہ سود ہوگا، ان وجوہات کی بنا پر جن صورتوں میں سود کی آمیزش ہے وہ صورتیں ناجائز ہیں باقی جائز ہیں۔

رد المحتار میں ہے:

''إذا كان مشروطا صار قرضا فيه منفعة وهو ربا وإلا فلا بأس به'' (رد المحتار ۴/۲۴۴)۔

بینک کے مختلف کارڈ سے استفادہ میں قابل غور پہلو

مفتی حبیب اللہ قاسمی ☆

۱، ۲- اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ دونوں طرح کے کارڈ سے استفادہ درست ہے، اس کے ذریعہ خرید فروخت، ضرورت کے وقت رقم کا اپنے کھاتے سے دوسرے کھاتے میں منتقل کرنا سب مباح ہے۔

۳- کارڈ کی فیس

کمپنی کی جانب سے جاری کردہ دونوں طرح کے کارڈ بنوانے میں جو رقم بطور فیس دینی پڑے یہ بھی جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں، کیونکہ یہ کارڈ (مال) کی قیمت ہے۔

۴- کریڈٹ کارڈ

الف- چونکہ کریڈٹ کارڈ کے نظام کے ذریعہ کمپنی جو پالیسی چلاتی ہے اس میں ربا اور قمار دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں اور جو چیز کسی حرام اور ناجائز چیز کا سبب بنے وہ بھی حرام ہے، بنا بریں کریڈٹ کارڈ کی خرید، اس کے بنوانے کی فیس اور اس کی تجدید بھی ناجائز ہوگی۔

کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ کاروبار

ب، ج- کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ بینک نے جو رقم خرید کردہ اشیاء کی قیمت کے طور پر

☆ مہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور اعظم گڑھ۔

ادا کیا ہے یا بطور قرض کے کسی کو یہ رقم دیا ہے بہر صورت اس رقم کی واپسی کے وقت اس سے زائد رقم کی شرط لگانا نا جائز ہے اور یہ زائد رقم سود ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے قرض سے منع فرمایا ہے جو کسی نفع پر مشتمل ہو اور اس سے قرض خواہ کی کوئی امید وابستہ ہو۔

''نهى النبى عن "سلف و بيع" مثل أن يقرض شخص غيره ألف درهم على أن يبيعه داره أو على أن يرد عليه أجود منه أو أكثر والزيادة حرام إذا كانت مشروطة أو متعارفا عليها في القرض لأن "كل قرض جر نفعا فهو ربا"

(الفقہ الاسلامی ۳۴۷۶/۵)۔

اب بینک خواہ کوئی مدت متعین کرے یا نہ کرے مثلاً اتنی مدت میں قرض ادا نہ کیا تو یہ قرض سے زائد رقم دینی پڑے گی ورنہ نہیں، بہر صورت جب بھی قرض کے ساتھ نفع بلا عوض دیا جائے گا یہ حرام ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ کہ بینک سے جو کریڈٹ کارڈ جاری کیا گیا ہے اس کا خریدنا اور اس کے ذریعہ بینک سے نفع اٹھانا جائز نہیں، اس لئے کہ قرض سے زائد رقم کی شرط نا جائز ہے اور یہ رقم ربا اور سود ہے اور سود کی حرمت کتاب وسنت دونوں سے ثابت ہے (دیکھئے: سورہ بقرہ ۲۷۵، صحیح مسلم ۲۷/۲)۔

نصوص اور تصریحات فقہاء سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی، لیکن عصر حاضر میں دیگر مسائل کی طرح کریڈٹ کارڈ کا مسئلہ بھی اجتماعی غور وفکر کا متقاضی ہے، لہٰذا انفرادی رائے کے بجائے اجتماعی آراء کو فیصلہ کی بنیاد بنایا جائے تو بہتر ہوگا۔

ممکن ہے ''الضرورات تبيح المحظورات'' اور ''لولاه لتضرر'' جیسے اصول عموم بلوی کی راہ ہموار کردے، اس لئے ان جیسے اصول کو بھی ملحوظ رکھنا ہوگا۔

بینک سے جاری ہونے والے کارڈ اور ان کا شرعی حکم

مفتی جمیل احمد نذیری ☆

۱- اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ جائز ہے۔

۲-ڈیبٹ کارڈ سے بھی استفادہ اور اس کے ذریعہ خرید فروخت جائز ہے، بشرطیکہ خرید فروخت کے وقت جب دوکاندار اس کارڈ کے واسطے سے اپنی مطلوبہ رقم اپنے کھاتے میں پہنچائے تو کسی قسم کے دھوکے کا امکان نہ ہو، مثلاً مطلوبہ رقم سے زیادہ رقم پہنچانے کا امکان نہ ہو۔

۳-ان دونوں قسموں کے کارڈ کے حصول کے لئے جو رقم بطور فیس دینی پڑتی ہے وہ بھی جائز ہے، یعنی کارڈ بنوانے کا خرچ دینا جائز ہے، اسے اجرت عمل یا حق الخدمت وغیرہ کہا جاسکتا ہے۔

۴-الف-کریڈٹ کارڈ بنوانا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کے ساتھ سودی معاملہ براہ راست جڑا ہوا ہے، اس کارڈ کے تحت جو نقد رقم نکالی گئی ہو یا ادا کی گئی، یا جو سامان خریدا گیا ہو، ہر ایک میں کسی نہ کسی طور پر مزید رقم ادا کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، جو ظاہر ہے کہ شرعاً ربا اور سود ہے، گویا یہ کارڈ سودی معاملہ میں ملوث ہونے کا براہ راست ذریعہ ہے، لہذا ایسا کارڈ بنوانا جائز نہیں اور ایسا کارڈ بنوانے کی اجرت وفیس دینا بھی جائز نہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس کارڈ کے ذریعہ وہ تینوں کام بھی انجام پاتے ہیں جن کے لئے ڈیبٹ کارڈ استعمال کیا جاتا ہے، تو یہ وجہ بھی اس کارڈ کے بنوانے کو جائز نہیں کرسکتی،

☆ مہتمم جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور، اعظم گڑھ۔

کیونکہ پھر ڈیبٹ کارڈ ہی کیوں نہ بنوایا جائے، ایسا کارڈ کیوں بنوایا جائے جس میں سودی معاملات بھی مکمل طور پر موجود ہوں۔

ب- اس کارڈ کے ذریعہ حاصل کردہ رقم کے ساتھ جو مزید رقم ادا کرنی ہوتی ہے وہ شرعاً سود ہے، کیونکہ اس مزید رقم کی ادائیگی معاملہ کرنے کے ساتھ ہی مشروط ہے۔

ج- معاملہ میں چونکہ یہ بات شامل ہوتی ہے کہ مقررہ مدت پر ادا نہ کرنے پر اصل رقم سے زائد رقم ادا کرنی ہوگی، لہذا یہ معاملہ سودی معاملہ ہوا، خواہ مزید رقم دینی پڑے یا نہ دینی پڑے، بہر حال یہ شکل بھی جائز نہیں۔

بینک کے مختلف کارڈ کے استعمال میں ممنوع پہلو

مولانا قاضی عبدالجلیل قاسمی ☆

۱- آج کل مال کی حفاظت کی غرض سے اس کو بینک میں رکھنے کی اجازت فقہاء نے دی ہے، البتہ اگر کسی بینک میں روپیہ رکھا جائے تو صرف اسی بینک سے نکالا جاسکتا ہے، اور اے ٹی ایم میں اتنا اضافہ ہے کہ صرف اسی مقامی بینک سے روپئے نکالنے کی پابندی نہیں ہے بلکہ ملک کے کسی بھی حصہ میں اس بینک کی شاخ سے روپیہ نکال سکتے ہیں، چونکہ اس میں دوسرے شہر میں روپئے لے کر جانے میں جو خطرہ ہے اس سے حفاظت ہوتی ہے اور قرض سے کسی طرح کا انتفاع سود ہے، اسی لئے اس کو منع کیا گیا ہے، لیکن میرے خیال میں آج کل خطرات بہت بڑھ گئے ہیں، اس میں عام ابتلاء بھی ہے، اس لئے اس کی گنجائش ہونی چاہئے۔

۲- اس کا بھی وہی حکم ہونا چاہئے جو جواب (۱) میں گذرا۔

۳- اس کو حق المحنت قرار دینا ممکن ہے، جیسا کہ منی آرڈر فیس کے بارے میں ہے۔

۴- الف- چونکہ اس کارڈ کے ذریعہ بینک سے قرض حاصل کیا جاتا ہے، ادھار خرید فروخت ہوتی ہے، اس لئے جو رقم کارڈ حاصل کرنے کے لئے بطور فیس دی جاتی ہے یہ دراصل پیشگی سود ہے۔

ب- اس کارڈ کے ذریعہ حاصل کردہ رقم کے ساتھ جو مزید رقم دی جاتی ہے وہ اضافی سود ہے۔

☆ قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔

ج-اس کارڈ کے ذریعہ خرید کردہ اشیاء کی قیمت کے طور پر بینک نے جو رقم ادا کی ہے اگر اس کے ساتھ مزید رقم دینی ہو تو وہ اضافی سود ہے اور اگر مزید رقم نہ دینی پڑے تو اس کا سود فیس کی شکل میں ادا کیا جا چکا ہے۔

الغرض کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے اور اس کو استعمال کرنے کی اجازت شرعاً جائز نہیں ہونی چاہئے۔

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ-شرعی وضاحتیں

مولانا عبداللطیف پالنپوری ☆

بینک کی طرف سے جاری کردہ اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ کے جواز اور عدم جواز سے پہلے یہ بات ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ بینک میں جو رقم رکھی جاتی ہے وہ بطور امانت نہیں ہوتی بلکہ سودی کاروبار میں استعمال کی جاتی ہے، لہذا اگر سودی کھاتے (سیونگ اکاؤنٹ) میں رقم جمع کی جائے تو سود لینے کا گناہ ہوگا جس پر قرآن وحدیث میں سخت وعیدیں ہیں اور اگر غیر سودی کھاتے (کرنٹ اکاؤنٹ) میں رقم جمع کی جائے تو اس میں اعانت علی المعصیہ کا گناہ ہے، لہذا بینک میں رقم جمع کرنا ہی جائز نہیں ہے۔

البتہ اگر قانونی یا کسی اور سخت مجبوری کی وجہ سے بینک میں رقم جمع کرانی پڑے تو پھر بینک کی طرف سے جاری کردہ کارڈ سے استفادہ کا حکم حسب ذیل ہے:

۱- بینک کی طرف سے جاری کردہ اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ جائز ہے، اگر چہ اس پر سفتجہ (ہنڈی) ہونا صادق آتا ہے، جو حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے، مگر امام احمدؒ کے نزدیک سفتجہ جائز ہے، اور ابتلاء عام وحوائج شدیدہ کے پیش نظر عمل بمذہب غیر کی گنجائش ہے (احسن الفتاوی ۱۰۹/۷)۔

۲- ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ چاہے رقم نکالنے کی صورت میں ہو، چاہے خرید وفروخت کی صورت میں دونوں جائز ہیں، اس لئے کہ اگر استفادہ رقم نکالنے کی صورت میں ہوتو اس پر سفتجہ

☆ استاذ حدیث وافتاء دارالعلوم جامعہ نذیریہ کاکوسی (گجرات)۔

ہونا صادق آئے گا، جس کا حکم اے ٹی ایم کارڈ کے تحت بیان ہو چکا ہے، اور اگر استفادہ خرید و فروخت کی صورت میں ہو تو اس پر حوالہ کی تعریف صادق آئے گی، جو جائز ہے۔

''وتصح الحوالة برضاء المحيل والمحتال والمحتال عليه'' (ہدایہ ۱۱۳/۳)۔

۳-مذکورہ بالا دونوں قسم کے کارڈ حاصل کرنے کے لئے بطور فیس کے رقم دینا جائز ہے (مستفاد از احسن الفتاوی ۱۰۷/۷)۔

۴- بینک کی طرف سے جاری کردہ کریڈٹ کارڈ سے استفادہ جائز نہیں، کیونکہ کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ استفادہ نقد رقم حاصل کرنے یا کسی کے کھاتے میں رقم منتقل کرنے کی صورت میں ہوگا تو بینک کو مزید ایک رقم ادا کرنی پڑتی ہے جو صریح سود ہے، اور اگر اس کارڈ کے ذریعہ خرید کردہ اشیاء کی قیمت بینک نے ادا کی اور مقررہ مدت تک بینک کو یہ رقم ادا نہ کی گئی تو مزید کچھ رقم دینا لازم ہے، یہ بھی سود ہے، اور اگر مقررہ مدت تک بینک کو یہ رقم ادا کردی گئی تو اگرچہ مزید کچھ دینا نہیں ہوتا تاہم معاملہ میں یہ بات شامل ہے کہ مقررہ مدت پر رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں اصل رقم سے زائد رقم ادا کرنی ہوگی، اور یہ سودی معاملہ ہے جو جائز نہیں ہے۔

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ - نئی ایجاد

مولانا سلطان احمد اصلاحی ☆

۱- اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، اسلام سہولت اور نرمی کا دین ہے، اور اس کی شریعت انسانی مصلحتوں کی محافظ ہے، آج کے دور میں جبکہ زندگی بہت تیز رفتار ہوگئی ہے، اور آمد ورفت اور ابلاغ کے نئے ذرائع نے پوری دنیا کو ایک گاؤں میں تبدیل کردیا ہے، اس پس منظر میں اے ٹی ایم کارڈ اس کے ہولڈر کے لئے بہت ساری سہولتوں کا باعث اور اس کے لئے مصلحتوں کے حصول میں معاون ہے، ہر جگہ نقد رقم لے کر پھرنا دشوار اور بہت سارے خطرات کا موجب ہے، پچھلے ادوار میں بھی یہ چیز اسی طرح ایک مسئلہ رہی ہے، جس کے حل کے مختلف طریقے اختیار کئے جاتے رہے ہیں، آج کے دور میں اے ٹی ایم کارڈ اس کی محفوظ، ترقی یافتہ اور زحمتوں سے محفوظ صورت ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کے ذریعہ آدمی نئی جگہ بے وجہ کے لئے دوسرے سے قرض لینے کی مصیبت سے بچا رہتا ہے، چک اور ڈرافٹ کے مقابلہ میں اے ٹی ایم کارڈ سے حاصل ہونے والی سہولت بدرجہا فائق ہے، اس لئے آج کے حالات میں بینک کے اے ٹی ایم کارڈ سے پورے شرح صدر کے ساتھ استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

۲- جو فائدہ اس کا ہولڈر اوپر کے اے ٹی ایم کارڈ سے حاصل کرتا ہے، ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ اس کے استفادہ کے دائرہ میں وسعت پیدا ہوجاتی ہے، جیسا کہ سوالنامہ میں اس کی

☆ ادارہ تحقیقات اسلامی، دودھ پور علی گڑھ۔

تفصیل ہے۔ اوپر سہولت اور مصلحت کے جس حوالہ سے اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ کے جواز کی بات کہی گئی ہے، وہی مزید وسعت اور قوت کے ساتھ ڈیبٹ کارڈ کے سلسلہ میں صادق آتی ہے، اے ٹی ایم کارڈ کے ذریعہ آدمی زیادہ تر اپنی ذاتی ضرورت اور صرفی مقاصد کے لئے رقم نکلواتا ہے۔ جبکہ ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ وہ وطن سے دور اجنبی جگہوں پر اپنی کاروباری ضرورتوں کی بھی تکمیل کرسکتا ہے۔

۳- ان کارڈوں کے حصول کے لئے جو رقم بطور فیس کے دینی پڑے، اس کا حکم وہی ہے جو کہ منی آرڈر فیس اور ڈرافٹ فیس کا ہے، بینک اپنے (Maintenance) اور اپنے عملہ کی تنخواہوں وغیرہ کی ادائیگی کے لئے اپنی آمدنی کے جو ذرائع اپناتا ہے، اس طرح کی فیسیں بھی اسی کا ایک حصہ ہوتی ہیں، اس طرح کی ضرورت سے کالج اور یونیورسٹی سے مارکس شیٹ اور سند کی حصولیابی کے لئے فیس دی جاتی ہے اور سماجی زندگی کے مختلف دائروں میں رجسٹریشن فیس ادا کی جاتی ہے، سو جو حکم ان تمام طرح کی فیسوں کا ہوگا، وہی حکم زیر بحث کارڈوں کی فیس کا ہوگا۔

۴- الف: کریڈٹ کارڈ کے حصول کے لئے جو فیس ادا کی جاتی ہے اس کا حکم وہی ہے جو پچھلے دونوں کارڈوں کی فیس کا ہے، اس میں ادھار کے معاملہ کا اس مسئلہ پر بہت زیادہ فرق نہیں پڑتا، تفصیل آگے آتی ہے۔

ب- دراصل کریڈٹ کارڈ کے استعمال کی دو صورت ہے، ایک یہ کہ وہ اپنی ضرورت اور حیثیت کے مطابق اس کارڈ کو حاصل کرتے وقت نقد رقم اپنے کھاتہ میں جمع کردے، البتہ اس کارڈ کی مخصوص نوعیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی کاروباری ضرورت سے کچھ رقم اس سے زائد بھی صرف کرلے، یہ کاروبار میں بڑی سہولت کی صورت ہے، کاروبار میں بسا اوقات ایسا موقع آتا ہے کہ آدمی کے پاس موجود رقم اس کی ضرورت کے لئے کفایت نہیں کرتی، اور اس کی مجبوری سے سودے سے دستبرداری نقصان کی موجب ہوتی ہے، ایسی حالت میں نئی جگہ میں آدمی کسی

سے قرض لے کر اپنی کاروباری ضرورت کو پوری کرنے کے بجائے، اگر اس کارڈ کے ذریعہ اس کی یہ ضرورت پوری ہوجائے تو اس میں آسانی ہی آسانی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی اپنی حیثیت کے لحاظ سے فیس ادا کر کے کریڈٹ کارڈ تو حاصل کرلے، لیکن اپنے کھاتہ میں رقم بالکل ہی جمع نہ کرے یا برائے نام جمع کرے، اس صورت میں وہ گویا کاروباری منافع اپنے سرمایہ کے بجائے صرف اپنی حیثیت، محنت اور دماغی صلاحیت (Skill) کے ذریعہ حاصل کرتا ہے، ان دونوں ہی صورتوں میں بینک کریڈٹ کارڈ ہولڈر کو جو اضافی رقم دیتا ہے اس کو بیع الوفاء پر قیاس کرنا چاہئے، جس میں قرض دینے والا اپنے قرضہ پر کچھ منافع کا طالب ہوتا ہے، فرق صرف اس قدر رہے کہ بیع الوفاء میں کھیت یا مثلاً دودھ دینے والا جانور رہن رکھنے میں یہ نفع متعین نہیں ہوتا ہے، جبکہ بینکنگ سسٹم میں ایک اصول کے تحت منافع کی شرح متعین ہوتی ہے، اس کی روشنی میں ضرورت کے تقاضے سے کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ بینک سے حاصل کردہ رقم سے زائد رقم بینک کو ادا کی جاسکتی ہے۔

ج-مقرر مدت کے اندر رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں بینک کو جو زائد رقم ادا کرنی ہوگی، اس کی حیثیت لیٹ فیس کی ہوگی، جیسا کہ سامانوں کی فروخت میں ادھار اور نقد کے فرق سے قیمتوں کے فرق کو اسی طرح لیٹ فیس سے تعبیر کیا جاتا ہے، دراصل آج کے دور کا بینک کوئی خیراتی ادارہ نہیں ہے کہ وہ صرف لوگوں کو رقمیں بانٹتا رہے اور ان سے اپنا کوئی مطالبہ نہ رکھے، اپنی ایک حیثیت میں وہ کاروباری ادارہ ہے اور اسے اپنی کاروباری مصلحتوں کے لحاظ کا حق ہے، انہی میں ایک ہے کہ زائد رقم کے دباؤ سے اس کو اپنی رقمیں جلد واپس مل جاتی ہیں، ورنہ اگر کوئی دباؤ نہ رہے تو لوگوں کے ذمہ اس کی ادھار رقمیں واجب الادا پڑی رہیں، جس کو کوئی تجارتی ادارہ تحمل نہیں کرسکتا، اسی طرح کی مصلحت سے آج کے دور میں اسکولوں میں مقرر وقت فیس ادا نہ کرنے پر عام طور پر لیٹ فیس کا رواج ہے، جسے عرف عام میں جائز تسلیم کرلیا گیا ہے، بیع الوفاء میں بھی قرض دینے والا اس طرح کی شرط لگا سکتا ہے کہ متعین مدت کے اندر قرض واپس

نہ ملنے اور کھیت اور رہن جانور کو نہ چھڑانے کی صورت میں اس کو مزید ایک مدت کے لئے ان کو اپنے پاس رہن رکھنے کا اختیار ہوگا۔

انہی پر قیاس کر کے مسئلہ زیر نظر میں کریڈٹ کارڈ میں وقت گذر جانے کی صورت میں لی گئی رقم پر اضافی رقم ادا کی جا سکتی ہے۔

بینک کے مختلف کارڈ میں چند پیچیدگیاں

مولانا ابوسفیان مفتاحی ☆

۱-چونکہ اے ٹی ایم کارڈ کے ذریعہ آدمی اپنی جمع کردہ رقم ہی سے استفادہ کرتا ہے اور اس کو حاصل کرسکتا ہے اور اس کے لئے الگ سے کوئی معاوضہ کسی عنوان سے ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تو اس تشریح کے ہوتے ہوئے اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ کے جواز کی صورت نکلتی ہے اورکوئی وجہ ممانعت سمجھ میں نہیں آتی، لہذا اس کارڈ سے استفادہ شرعاجائز ہوگا۔

۲-چونکہ ڈیبٹ کارڈ بینک اپنے کھاتہ داروں کے لئے ہی جمع کرتا ہے اور اس کے استعمال کا بھی کسی طرح کا کوئی معاوضہ ادا نہیں کرنا پڑتا سوائے اس فیس کے جوکارڈ بنوانے کے لئے دی جاتی ہے، اس کے ذریعہ بھی آدمی صرف اپنی ہی جمع کردہ رقم ہی استعمال کرتا ہے، اس سے زیادہ نہیں تو اس تشریح کی روشنی میں ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ کے جواز کی شکل بنتی ہے، اورکوئی علت منع سامنے نہیں آتی، لہذا اس کارڈ سے استفادہ شرعاجائز رہےگا۔

اور اس کارڈ کے ذریعہ خرید وفروخت وغیرہ کا حکم جواز وہی ہے جو بینک کے چیک، ڈرافٹ کے ذریعہ دنیا کے تجارتجارتی لین دین اور خرید وفروخت کرتے ہیں اور علماء ومفتیان امت اس کو جائز کہتے ہیں، لہذا اس کارڈ کے ذریعہ خرید وفروخت وغیرہ جائز ہے۔

۳-ان دونوں قسموں کے کارڈ یعنی اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ کے بنوانے اور اس کے حصول کے لئے جو کچھ رقم بطور فیس دینی پڑتی ہے وہ شرعاجائز ہے، جیسے کہ مریض ڈاکٹر کو تشخیص

☆ استاذ حدیث وفقہ مفتاح العلوم مئو(یوپی)۔

مرض کے لئے فیس دیتا ہے جو جائز ہے۔

۴-چونکہ کریڈٹ کارڈ کی صورت حال یہ ہوتی ہے کہ اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے بینک میں رقم کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کارڈ کو جاری کرنے کے لئے بینک ضرورت مند آدمی کے حالات معلوم کرتا ہے اور پھر اس شخص کی مالی حیثیت متعین کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس کی آمدنی ماہانہ یا سالانہ کتنی ہے، پھر مالی حیثیت متعین کر کے بینک اسی حیثیت کا کارڈ جاری کرتا ہے اور بینک کارڈ کے جاری کرنے کا مقررہ مدت تک اس کے استعمال کرنے اور اس کے بعد اس کی تجدید کے لئے ایک فیس لیتا ہے، تو یہ طریقہ کار بینک کا، لون قرض دینے کے لئے اور کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے اور استعمال کرنے کے لئے ادا کردہ فیس کی شرعی حیثیت سود کی ہوگی، جو حدیث ''کل قرض جر نفعا فهو ربا'' کی روشنی میں سود ہو کر حرام ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے اور استعمال کرنے کے لئے جو رقم بطور فیس دی جاتی ہے وہ سود ہے جو حرام ہے۔

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ-شرعی احکام

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی ☆

پوری دنیا آج ایک تجارتی منڈی بن گئی ہے جس نے یہ ممکن کردیا ہے کہ دور دراز کے علاقوں میں مقیم کوئی شخص دنیا کے کسی بھی ملک سے تجارت اور کاروبار کر سکے، ظاہر ہے کہ جب تجارت ہوگی، تو لین دین بھی ہوگا، اس لین دین کے عمل کو تیز رفتاری بخشنے، یقینی بنانے اور رقومات کی منتقلی میں پیدا ہونے والے خطرات سے بچنے کے لئے بینک نے کارڈ جاری کیا ہے، اس سسٹم سے یہ سہولت بھی پیدا ہوگئی ہے کہ دفتری اوقات کے علاوہ بھی کسی وقت آپ ضرورت پر کسی بھی شہر میں رقم نکال سکتے ہیں، یہ کارڈ عموماً تین قسم کے ہوتے ہیں:

آپ نے بینک میں جو رقم جمع رکھی ہے وہ اپنے شہر یا ملک یا کسی دوسری جگہ جہاں بینک کا نظام موجود ہو اپنی ضرورت کے بقدر روپیہ نکالنا چاہتے ہیں تو بغیر الگ سے کوئی معاوضہ دیئے ہوئے اس نظام سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اس نظام کو ATM کہتے ہیں، اس نظام سے فائدہ اٹھانے کے لئے بینک ایک کارڈ جاری کرتا ہے، اس نظام سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، کیونکہ اس میں وہ اپنی جمع شدہ رقم سے ہی فائدہ اٹھا رہا ہے، اور اس خدمت کے بدلے بینک کو الگ سے کوئی معاوضہ نہیں ادا کرنا ہوتا ہے۔

دوسری قسم کا کارڈ ڈیبٹ کارڈ Debit Card کہلاتا ہے اس کارڈ کے ذریعہ خرید و

☆ نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ۔

فروخت کے بعد قیمت کی ادائیگی کے ساتھ ضرورت پر رقم نکالنے اور انٹرنیٹ کی مدد سے رقم اپنے کھاتے سے دوسرے کھاتے میں منتقل کرنے کی سہولت ہوتی ہے۔

البتہ ان کارڈس کے بنوانے کے لئے بینک کو فیس کی شکل میں ایک مقررہ رقم ادا کرنی ہوتی ہے، اس فیس کی حیثیت کارڈ بنانے کی اجرت ہے اور اس میں استعمال کئے گئے اسٹیشنری کی قیمت کے مثل ہے، اس لئے اس کارڈ کے استعمال کی شرعاً اجازت ہے۔

تیسری قسم کا کارڈ Credit Card کہلاتا ہے، یہ ڈیبٹ کارڈ کی طرح ہی استعمال ہوتا ہے، البتہ اس کارڈ کے حاملین کو یہ سہولت بھی ملتی ہے کہ وہ اپنی جمع شدہ رقم سے زائد بھی استعمال کرے اور ایک مقررہ مدت میں واپس کردے، اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کو خرچ کئے ہوئے رقم سے زیادہ ادا کرنا ہوتا ہے، بینک اس کارڈ کو جاری کرنے سے قبل ضرورت مند آدمی کی مالی حیثیت کا اندازہ لگاتا ہے، اس کارڈ کے جاری کرنے، مقررہ مدت تک اس کے استعمال کرنے اور اس کے بعد اس کی تجدید کے لئے ایک فیس لیتا ہے، اس کارڈ کے شرعی حکم بیان کرنے میں تھوڑی تفصیل ہے۔

الف-کریڈٹ کارڈ جاری کرنے، مقررہ مدت تک استعمال کرنے اور اس کی تجدید کے لئے جو فیس لی جاتی ہے وہ اصلا کارڈ بنانے کی اجرت اور اسٹیشنری کی قیمت ہے، اس لئے درست ہے۔

ب-کارڈ کا استعمال نقد رقم نکالنے یا کسی کے کھاتے میں منتقل کرنے کے لئے کیا گیا ہے، اور وہ اس کی جمع شدہ رقم سے زائد نہیں ہے تو جو اضافی رقم لگتی ہے وہ منی آرڈر فیس کی طرح ہے۔

ج-اس کارڈ کے ذریعہ اگر جمع شدہ رقم سے زیادہ رقم نکالا یا کھاتے میں منتقل کیا تو یہ بینک کا قرض ہے اس پر جو اضافی رقم دی جارہی ہے وہ سود ہے، ایک شکل یہ بھی ہے کہ خریداری

کے بعد پندرہ دن کے اندر رقم ادا کردی جاتی ہے اس صورت میں کریڈٹ کارڈ کے حاملین سے بینک کچھ نہیں لیتا، یہ صورت بھی جائز ہے، کیونکہ قرض پر کچھ دینا نہیں پڑ رہا ہے، البتہ پندرہ دن کے بعد کی ادائیگی کی صورت میں جو یومیہ شرح کے حساب سے بینک کو اضافی رقم دینی ہوتی ہے، یہ سود ہے، اور اس سے احتیاط ضروری ہے۔

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ

مفتی نیاز احمد بناری ☆

موجودہ دور میں بینک سے جاری ہونے والا اے ٹی ایم کارڈ درحقیقت بینک کی جانب سے ایک عہد وثبوت ہوتا ہے، کہ بینک نے اپنے جس کھاتہ دار کے نام اس کارڈ کو جاری کیا ہے اس کھاتہ دار کی متعینہ رقم اس بینک کے پاس محفوظ ہے اور وہ بینک ذمہ دار ہوتا ہے کہ کھاتہ دار کسی بھی زمان ومکان میں اپنی جمع شدہ رقم کو اس بینک سے حاصل کرسکتا ہے، اور رقم کے ساتھ سفر کرنے کی صورت میں ممکنہ حادثات اور اس کے منفی اثرات سے وہ اپنے کو ذہنی انتشار سے بچا سکتا ہے، بینک اپنی اس سہولت کا کوئی عوض بھی نہیں لیتا تو شرعاً یہ صورت ودیعت کی ہوئی اور ودیعت امانت ہوتی ہے، امانت کا دائرہ یہ ہوتا ہے کہ امین اس امانت کا مالک نہیں ہوتا بلکہ امانت رکھنے والا اپنے مال کی حفاظت کا صراحۃً یا دلالۃً امین کو ذمہ دار بناتا ہے، جسے امین قبول کرتے ہوئے ودیعت کی حفاظت کو اپنے اوپر لازم کرلیتا ہے۔

”تسلیط الغیر علی حفظ ماله صریحا أو دلالة“ (شامی ۴/ ۵۱۵)۔

اور امانت کی ہلاکت امین کو ضامن نہیں بناتی، البتہ اس صورت میں امانت کی ہلاکت موجب ضمانت ہوتی ہے کہ امین حفاظت امانت میں کوتاہی کرے، یا منشا ودیعت کے برعکس امین کے کسی عمل سے وہ امانت ضائع یا تبدیل ہوجائے۔

”ما یغیر حال المعقود علیه من الأمانة إلی الضمان، منها ترک الحفظ ومنها ترک الحفظ للمالک بأن خالفه فی الودیعة ....أو عبداً

☆ مفتی دارالافتاء مظہر العلوم بنارس۔

فاستعمله أو أودعها من ليس في عياله" (بدائع الصنائع ۶/۲۱۱)۔

ودیعت کی متذکرہ بالا صورت بینک کے ذریعہ جاری کردہ اے ٹی ایم کارڈ سے اس طور پر مختلف ہے کہ بینک حفاظت مال ودیعت کی ذمہ داری تو لے لیتا ہے، لیکن اس ودیعت کو بعینہ مالک کو لوٹانے کی ذمہ داری نہیں لیتا، بلکہ ادائیگی مثل کا وہ ضامن ہوتا ہے، جبکہ یہ تفصیل کھاتہ دار کے علم میں پہلے سے موجود ہوتی ہے اور یہ بینک اس کی امانت کو استعمال بھی کرے گا یہ بات اس حقیقت کی دلیل ہے کہ کھاتہ دار بینک کے اس تصرف سے راضی ہے، تو شرعاً یہ صورت استقراض کی ہوگئی اور اس صورت میں کھاتہ دار دلالۃً اس تصرف پر رضامند ہوتا ہے کہ ضرورتاً بینک اس کی جمع شدہ رقم کو استعمال کرسکتا ہے جو اصول شریعت کے مطابق درست ہے، (جیسا کہ جب امین کو اپنے گھر کے جل جانے کا خوف ہو تو وہ امانت کو اپنے پڑوس میں منتقل کرسکتا ہے اور اس منتقلی کی صورت پر امانت رکھنے والے کی رضا دلالۃً ثابت تصور کی جاتی ہے)۔

"**لأنه تعين طريقا للحفظ في هذه الحالة فيرتضيه المالك**" (ہدایہ باب الودیعہ ۳/۲۵۷)۔

نیز ودیعت اور اے ٹی ایم کارڈ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ شرعاً ودیعت ایک اخلاقی معاملہ حفاظت مال ہے اور اے ٹی ایم کارڈ بینک کے نزدیک اقتصادی نظام کو تقویت پہنچانا اور کاروبار کو فروغ دینے کا بہتر ذریعہ ہے، ایسے حالات میں مسلمانوں کے لئے اس بات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ بینک ایک سودی ادارہ ہے، جس کے تمام قواعد لین دین سود پر مبنی ہیں، ایسے ادارہ سے کسی طرح کا تعاون لینا بہتر نہیں ہے، صلحاء امت نے بینک کی ملازمت کو درست نہیں سمجھا ہے، لیکن یہ بات بھی پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ چونکہ ساری دنیا کا اقتصادی نظام خواہ اسلامی یا غیر اسلامی ملک ہو، بینک سے ہی منسلک ہے، ایسی صورت میں جبکہ ہمارے پاس کوئی اقتصادی اسلامی نظام موجود رائج نہیں ہے، بینکوں کا سہارا لینا ملکی اور اقتصادی اہم ضرورت ہے جس کو یکسر نظر انداز کردینا ضرر کا باعث ہے۔

کارڈ مذکور کی مثبت ومنفی پہلوؤں کی تنقیح کے بعد اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ موجودہ مواصلاتی اور گلوبلائزیشن نظام سے اگر مسلمان کلیۃً منحرف ولاتعلق ہوجائے، جبکہ ساری دنیا اسی نظام معیشت کی حامی وموجد ہے، تو اس صورت میں مسلمان ترقی سے محروم ہوسکتا ہے، محض اسی نظام کے اجراءوعمل کی صورت میں مسلمانوں کے اقتصادی حالات کمزور سے کمزور تر ہوسکتے ہیں اور بالمقابل دیگر اقوام مسلمان اپنی معیشت میں مغلوب ومفلوج ہوسکتا ہے اور اس غلبہ کے گردوپیش کے عوامل کے نتیجہ میں وہ ذہنی طور پر اس قدر متاثر ہوسکتا ہے کہ وہ شرعی احکام سے اعراض کا مرتکب ہوجائے اور کمال ایمان کے فقدان کی صورت میں راہ ارتداد کو اختیار کرلینا پسند کرلے، ایسے حالات میں اے ٹی ایم کارڈ کا استعمال درست ہوگا۔

اے ٹی ایم کارڈ کے حصول کے لئے اگر بینک کچھ معاوضہ لے تو یہ صورت دلالۃ قرض پر حق المحنت لینے کے مترادف ہوگی، اس لئے کہ اے ٹی ایم کارڈ اپنی اصل کے اعتبار سے ودیعت ہے اور پھر بعض صورت استقراض کی بن جاتی ہے اور شرعاً اس صورت میں حق المحنت اسی قدر لینا درست ہوگا جو خالص اخراجات پر مبنی ہو اور اجرت کا تعین اخراجات کے بعد ہی ہوسکتا ہے، ورنہ کمی زیادتی کا احتمال ہوگا، کمی کی صورت غرر (دھوکہ) کی ہوگی اور زیادتی کی صورت ربا کی ہوگی جو شرعاً حرام ہے اور شرعاً خالص ودیعت میں حفاظت ودیعت کی اجرت لینا درست نہیں ہے، اگر حفاظت ودیعت (امانت) میں امین کا سارا گھر مشغول ہوجائے تو اس صورت میں امین اجرت لے سکتا ہے۔

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈز - قابل توجہ پہلو

مولانا ابو العاص وحیدی قاسمی سلفی ☆

ایک اصولی بحث

مذکورہ موضوع کے تعلق سے جو سوالات ہیں ان کے جوابات سے پہلے ایک اصولی بات ذکر کررہا ہوں جس پر تقریبا تمام ائمہ وفقہاء کا اتفاق ہے، وہ یہ ہے کہ عبادات میں اصلاً حرمت ہے، کسی طریقہ عبادت کے اثبات کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور عبادات کے علاوہ دوسرے امور ومعاملات میں اصلا اباحت ہے، ان میں سے کسی چیز کی حرمت کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ عبادات کے علاوہ عادات ومعاملات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وأما العادات فهي ما اعتاده الناس في دنياهم مما يحتاجون إليه، والأصل فيه عدم الخطر فلا يخطر منه إلا ما خطره الله سبحانه وتعالى" (القواعد الفقهيه النورانيہ، ۱۳۴ طبع دوم ریاض) (جہاں تک عرف وعادت کا معاملہ ہے تو حسب ضرورت لوگ دنیا میں جس کے عادی ہیں اسے عادت کہا جاتا ہے، اس میں اصلا عدم ممانعت ہے، لہذا اس میں وہی چیز ممنوع ہوگی جس کو اللہ تعالی نے ممنوع قراردیا ہے)۔

امام بخاریؒ نے جامع صحیح بخاری جلد اول کتاب البیوع میں مستقل ایک باب قائم کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادات کے علاوہ دوسرے امور ومعاملات جیسے کیل ووزن وغیرہ میں

☆ بلرام پور یوپی۔

مختلف ممالک و بلاد کے عرف و عادت کا اعتبار کیا جائے گا۔

اب بالترتیب سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں:

۱-ATM کے بارے میں جو تفصیل آئی ہے اور اس کے جو فوائد و خدمات ہیں، اس کے پیش نظر اس سے استفادہ درست ہے، مشین کی خرابی سے ضرر پہنچ سکتا ہے مگر حکم عام احوال پر لگایا جاتا ہے۔

۲-ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ اور اس کے ذریعہ خرید و فروخت درست ہے، اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں معلوم ہوتی۔

۳-مذکورہ دونوں کارڈ کے حصول کے لئے جو رقم بطور فیس دینا پڑتی ہے اس میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

۴-**الف:** کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے اور استعمال کرنے کے لئے جو فیس ادا کی جاتی ہے چونکہ اس کی حیثیت اجرت خدمت کی ہے اس لئے جائز ہے۔

ب- اس کارڈ کے ذریعہ حاصل کردہ رقم کے ساتھ مزید جو رقم ادا کرنا ہوتی ہے وہ سود کے حکم میں آئے گی، اس لئے وہ ناجائز ہے۔

ج-اس شق کے تحت بھی جس مزید رقم کے ادا کرنے کا ذکر ہے، وہ بھی سود کے حکم میں ہے، کیونکہ زائد مال کسی چیز کے عوض میں نہیں ہے، اس لئے وہ بھی درست نہیں۔

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ - فقہی پہلو

مولانا سید قمر الدین محمود ☆

۱- اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ کا حکم

آج کل ذرائع مواصلات کی تیز رفتار ترقی کے نتیجہ میں تجارت وکاروبار کے سلسلہ میں بہت سی نئی شکلیں وجود میں آ گئی ہیں جن میں ایک صورت تاجر حضرات کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر میں یا ایک ملک سے دوسرے ملک میں رقم کی منتقلی کے لئے بینک کے ذریعہ مختلف قسم کے کارڈ جاری کرنے کا معاملہ بھی ہے۔

بینک کے ذریعہ جاری کئے جانے والے ان کارڈس کا استعمال نہایت عام ہو چکا ہے، اسی سلسلہ میں ایک کارڈ جو بینک سے کھاتہ داروں کے لئے دیا جاتا ہے وہ ATM کارڈ ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کھاتہ دار اپنے شہر، ملک یا کسی دوسری جگہ کہیں بھی جہاں ATM نظام ہو اس کارڈ کے ذریعہ اپنی ضرورت کی مقدار رقم نقد کی صورت میں حاصل کر سکے، کھاتہ دار بینک میں اپنی جو رقم جمع کرتا ہے اسی سے وہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

کھاتہ دار اپنی جو رقم بینک میں جمع کرتا ہے بینک اس کے عوض جو ATM کارڈ دیتا ہے وہ بمنزلہ ایک وثیقہ کے ہے کہ جس کے ذریعہ وہ شخص دوسرے شہر یا اسی شہر میں رقم حاصل کر سکتا ہے اور اس کی دلیل میں حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا وہ عمل ہے جو اہل مکہ کے لئے آپ کرتے تھے، پیش کیا جا سکتا ہے (دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیہ ۱۴/۲۷)۔

☆ مہتمم اصلاح المسلمین بڑودہ، گجرات۔

نیز اس کارڈ میں ایک حیثیت سفتجہ کی ہے، لہذا اس کارڈ کے اجراء میں رقم کی منتقلی اگر مشروط نہ ہوتو وہ جائز ہوگا۔

''والسفاتج التی تتعامله الناس علی هذا إن أقرضه بغیر شرط وکتب له سفتجة بذلک فلا بأس به، وإن شرط فی القرض ذلک فهو مکروه لأنه یسقط بذلک خطر الطریق عن نفسه فهو قرض جر منفعة'' (المبسوط ۱۴/۳۷)۔

لہذا ATM کارڈ سے استفادہ کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

۲-ڈیبٹ کارڈ

اس کارڈ کے ذریعہ کارڈ ہولڈر جو فائدہ اٹھاتا ہے اس میں بینک کارڈ ہولڈر کی طرف سے وکیل ہوتا ہے اور کارڈ ہولڈر اور دکاندار (تاجر) دونوں کی طرف سے بینک وکیل ہوتا ہے، اس لئے سامان کی خریدی یا رقم کی منتقلی کے سلسلہ میں بینک ان کی طرف سے وہ رقم ادا کرتا ہے تو یہ صورت جائز ہے جبکہ کارڈ ہولڈر اپنی جمع شدہ رقم سے ہی استفادہ کرتا ہے۔

۳-فیس کی حیثیت

کارڈ کے حصول کے لئے جو رقم بطور فیس کارڈ ہولڈر سے وصول کی جاتی ہے وہ حق محنت کے طور پر ہے، لہذا اس کا لینا دینا شرعا جائز ہوگا، جیسے منی آرڈر کی فیس یا بینک دوسری خدمات پر اجرت وصول کرتا ہے، بینک ڈرافٹ وغیرہ جیسے وہ جائز ہے یہ کارڈ کی فیس بھی جائز ہوگی، حضرت تھانویؒ نے منی آرڈر کی فیس وغیرہ کے بارے میں امداد الفتاوی میں اسے جائز قرار دیا ہے۔

۴-کریڈٹ کارڈ

الف-کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ جو معاملہ طے ہوتا ہے وہ سود پر مبنی ہے اور وہ جائز نہیں ہے، لہذا اس معاملہ کے لئے جو کارڈ حاصل کیا جائے گا اس پر جو فیس ادا کی جائے گی وہ بھی جائز

نہیں ہوگی۔

ب-جب کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ اصل معاملہ ہی درست نہیں ہے تو اس کارڈ کے ذریعہ بینک سے جو رقم حاصل ہوگی اور ادائیگی کے وقت اس سے مزید رقم بینک کو ادا کرنی ہوگی تو یہ سود دینا ہی ہوگا، لہذا یہ اضافی رقم دینا جائز نہیں ہے۔

ج-چونکہ معاملہ میں یہ شرط رہتی ہے کہ مقررہ مدت کے بعد ادائیگی کی صورت میں مزید رقم دینا ہوگی اس لئے یہ عقد فاسد ہوگا، اور مزید رقم کی ادائیگی جائز نہ ہوگی اور پھر جبکہ اصل معاملہ ہی سود کی بنیاد پر جائز نہیں ہے تو اس پر متفرع یہ شق بھی ناجائز ہی رہے گی۔

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ

مولانا محمد ارشد فاروقی ☆

۱-اے ٹی ایم کارڈ کا استعمال درست ہے، فقہاء کی اصطلاح کے مطابق سفتجہ (ہنڈی) کی یہ ایک نئی شکل ہے، گوحنفیہ کے یہاں مکروہ ہے لیکن امام احمد کے نزدیک جائز ہے، ضرورت کی بنیاد پر عدول عن المذہب کی گنجائش ہے، خطیر رقم کا ساتھ لے کر دور دراز کا سفر خطرے سے خالی نہیں، اس لئے "الضرر یزال" کے تحت اس کارڈ (ATM) کا استعمال جائز ہے۔

واضح رہے کہ جو لوگ بینک میں کام کرتے ہوئے اے ٹی ایم کارڈ بھی بناتے ہیں ان کی ملازمت کا وہی حکم باقی رہے گا جو بینک کی ملازمت کا ہے۔

۲-ڈیبٹ کارڈ کا استعمال بھی درست ہے اور یہ صورت "حوالہ" سے زیادہ مشابہ ہے، خرید فروخت کے لئے اس کا استعمال بھی درست ہے۔

اگر متعینہ وقت پر رقم ادا نہ کی گئی تو جو زائد رقم بڑھی ہوئی مدت کے عوض ادا کی جائے گی وہ پریشان کن ہے، بظاہر سود ہے اگر یہ تاویل کی جائے کہ نقد اور ادھار خرید فروخت میں قیمت کا فرق ہوتا ہے جو فقہاء کے یہاں جائز ہے، تو گنجائش نکل سکتی ہے۔

۳-اے ٹی ایم یا ڈیبٹ کارڈ بنوانے کے لئے بطور فیس کچھ رقم کی ادائیگی درست ہے، یہ فیس کاغذی کاروائی، آفس مصارف کے عوج کے طور پر دی جائے گی۔

۴-الف: کریڈٹ کارڈ کے نظام پر غور کرنے پر ایک شبہ تو سراپا سود کی ابھرتی ہے جو

☆ سکریٹری مرکزی جمعیۃ العلماء ہند مہدیان نئی دہلی۔

نصوص قطعیہ کی بنیاد پرنا جائز ہے۔

دوسری شبیہ یہ سامنے آتی ہے کہ اس پورے نظام کو وکالۃ تسلیم کریں بینک کو کارڈ ہولڈر کا وکیل معنوی مانا جائے اور زائد رقم کو فیس مانیں، اگر ماہرین اس عقد کو وکالہ تسلیم کرلیں تو جائز ہوگا۔

ب-اگر کریڈٹ کارڈ کو وکالۃ کا معاملہ مانیں تو زائد رقم کی ادائیگی بطور فیس درست اور اگر سود پر منحصر مانیں تو غلط۔

۴-اگر اس معاملہ کو عقد وکالہ تسلیم کریں تو اضافی رقم کو اجرت اور فیس قرار دے کر جواز کا فتوی دیا جائے، ورنہ سودی معاملہ کا پایا جانا یقینی ہے، جو درست نہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ بینک ان تمام زائد رقموں کے لئے جن کا ذکر سوالنامے میں موجود ہے بالعموم انٹرسٹ (سود) کا لفظ استعمال کرتا ہے جس کو عربی میں فائدہ کہنا بڑا ہی دلچسپ ہے۔

بینک کے مختلف کارڈ سے استفادہ میں غرر وربا کی آمیزش

مفتی شاہد علی قاسمی ☆

واقعہ یہ ہے کہ زمانہ کی تیز رفتار ترقی اور نت نئی اشیاء کی ایجادات نے بہت سے ایسے مسائل پیدا کئے ہیں جن کا ماضی قریب میں تصور نہیں تھا، ظاہر ہے کہ اس طرح کے مسائل کا صریح حکم قرآن وحدیث میں ملنا مشکل ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء آپس میں مل بیٹھ کر ان کا ایسا حل نکالیں جو قرآن وحدیث سے قریب تر ہونے کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ اتفاق رائے کے ساتھ امت کے سامنے آئیں۔

۱-اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ کا حکم

جیسا کہ سوالنامہ میں یہ تشریح کی گئی کہ اس کارڈ کے ذریعہ اے ٹی ایم کاؤنٹر سے بینک میں جمع شدہ رقوم کو کسی بھی وقت نکالنے کی سہولت ہوتی ہے، اور نہ تو کارڈ بنانے کی فیس لگتی ہے، اور نہ کارڈ بردار سے اس کا کوئی معاوضہ لیا جاتا ہے، پہلے رقم نکالنے کے لئے بینک جانا ضروری تھا، اب اس کی حتمی ضرورت نہ رہی، گویا اے ٹی ایم کارڈ کا منشا بینک کھاتہ داروں کو سہولت پہنچانا ہے، اور بس، اس لئے اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی، پس اے ٹی ایم کارڈ بنانا اور اس سے استفادہ کرنا جائز ہے۔

☆ استاذ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد۔

۲-ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ اور خرید وفروخت کا حکم

ڈیبٹ کارڈ بھی اے ٹی ایم کارڈ کی طرح ہے، فرق اس قدر ہے کہ اس کارڈ سے اے ٹی ایم کارڈ میں زیادہ سہولت ہے کہ اس کی مدد سے اپنے کھاتہ کی رقم دوسرے کھاتہ میں منتقل بھی کی جاسکتی ہے، اور اس سے کوئی چیز خرید کر اس کی قیمت کی ادائیگی کارڈ کے ذریعہ فروخت کنندہ کے کھاتہ میں منتقل بھی کی جاسکتی ہے۔

پس اس میں بھی کھاتہ دار کو سہولت بہم پہنچانا ہے، اس کا الگ سے کوئی معاوضہ یا رقمی لین دین نہیں ہے، البتہ کارڈ سازی کی فیس دینی پڑتی ہے، تو یہ فیس اصل میں کارڈ بنوانے کا معاوضہ ہے، چونکہ اس کارڈ سے ایک بڑا نفع متعلق ہے، اور ظاہر ہے کہ کارڈ بنانے میں حکومت کا کچھ نہ کچھ خرچ بھی ہوتا ہے، اس لئے اس فیس کو کارڈ بنانے پر ہونے والے اخراجات کا معاوضہ کہا جائے گا، لہذا ڈیبٹ کارڈ بنانا اور اس سے خرید فروخت کرنا درست ہے۔

۳-اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ کی فیس کا حکم

جیسا کہ تحریر کیا گیا کہ ڈیبٹ کارڈ بنانے کی فیس درحقیقت کارڈ بنانے پر ہونے والے اخراجات کا معاوضہ ہے، لہذا اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ کی فیس دینا جائز ہے۔

۴-کریڈٹ کارڈ

الف-کریڈٹ کارڈ کا معاملہ اپنی روح کے اعتبار سے جائز نہیں ہے، اس لئے کریڈٹ کارڈ بنوانے سے احتراز کرنا چاہئے، تاہم یہ کارڈ بعض ملکوں میں اتنا عام ہوگیا ہے کہ اسے عموم بلوی کہا جاسکتا ہے، اور جب کسی چیز کا چلن عام ہوجائے تو اس میں شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے یسر کا پہلو اختیار کیا جاتا ہے۔

''إن الأمر إذا ضاق اتسع وإذا اتسع ضاق'' (الاشباہ والنظائر/ ۱۳۸)۔

چونکہ کریڈٹ کارڈ سے استفادہ کی بعض صورتیں راقم کے نزدیک کراہت کے ساتھ

درست ہے، اس لئے اگر کوئی کریڈٹ کارڈ بنوانا چاہے اور اس کے لئے فیس دینی پڑے تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، کیونکہ یہ فیس اس ادھار رقم کا معاوضہ نہیں ہے، جو رقم بینک نے اس کے لئے تسلیم کیا ہے، اور جس سے وہ آئندہ استفادہ کرے گا، بلکہ یہ فیس بنوائی پر ہونے والے بینک کے اخراجات کا معاوضہ ہے، اس لئے کریڈٹ کارڈ بنوانا اور اس کی فیس ادا کرنا جائز ہے۔

ب- کارڈ سے رقم نکالنے کے بعد مزید رقم کی ادائیگی

اس کارڈ سے رقم نکالنے یا دوسرے کے کھاتہ میں رقم منتقل کرنے کی صورت میں جو اضافی رقم واپسی میں ادا کی جاتی ہے اس کی حیثیت سود کی ہے، کیونکہ بینک کی حیثیت مقرض کی ہے، اور حامل کارڈ کی حیثیت مقروض کی، اور خود یہ کارڈ اس قرض کا وثیقہ ہے، اور یہ مسلم اصول ہے کہ قرض سے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے، اس لئے کریڈٹ کارڈ کا استعمال رقم نکالنے یا کچھ رقم دوسرے کے کھاتہ میں منتقل کرنے کے لئے جائز نہیں ہے۔

ج- اشیاء کی خریداری کے پندرہ دن بعد اس کی قیمت بینک کو ادا کرنے کی صورت میں بینک جو اضافی رقم لیتا ہے یہ بھی سود ہے، کہ یہ بھی قرض سے فائدہ اٹھانے کی ایک صورت ہے، تاہم اگر حامل کارڈ نے کوئی چیز خرید کر پندرہ دن کے اندر ہی اس کی قیمت بینک کو واپس کردی تو معاملہ کی یہ صورت درست ہے، لیکن چونکہ پہلے ہی سے یہ بات طے ہوتی ہے کہ اگر حامل کارڈ نے سامان کی قیمت پندرہ دن کے بعد ادا کی تو اسے کچھ اضافی رقم کے ساتھ واپس کرنا ہوگا، اس لئے کریڈٹ کارڈ سے خریداری کرنا بھی کراہت سے خالی نہیں۔

جیسا کہ تحریر کیا گیا کہ کریڈٹ کارڈ سے فائدہ اٹھانے کی سابقہ دو صورتیں (بینک سے رقم نکالنا یا دوسرے کے کھاتہ میں رقم منتقل کرنا) جائز نہیں ہے، اس لئے کریڈٹ کارڈ بنوانا بہر صورت کراہت سے خالی نہیں تاہم راقم کی رائے ہے کہ بنیادی طور سے کریڈٹ کارڈ کی حوصلہ شکنی کی جائے اور اسے مکروہ قرار دیا جائے، اور کوئی بنا ہی لے تو اسے پابند کیا جائے کہ وہ اس سے صرف اشیاء کی خریداری کرے نقد رقم نہ نکالے، اور سامان کی قیمت بھی پندرہ دن کے اندر ہی ادا کرے۔

بینک میں رائج مختلف کارڈ اور شریعت اسلامی

مولانا محمد ارشد مدنی ☆

کسی بھی فرد بشر سے یہ بات مخفی نہیں کہ آج تجارت، لین دین اور بینکنگ کاروبار مختلف متنوع شکلیں اختیار کرتا جارہا ہے، مہینوں کی مسافتیں منٹوں میں طے ہوجاتی ہیں، اس طور پر جو سہولیات آج حاصل ہیں، وہ بہر حال مسلم ہیں، مگر چونکہ ہم مسلمان ہیں اس لئے تمام معاملات میں ہم شریعت کے پابند ہیں، اس بناء پر ازروئے شرع اس طرح کے کاروبار کی صحت و عدم صحت کے متعلق غور وفکر کرنے کی ضرورت بالکل عیاں ہے۔

بینک کی طرف سے جاری ہونے والے تین قسم کے کارڈ کا آج رواج عام ہے، اے ٹی ایم کارڈ، ڈیبٹ کارڈ اور کریڈٹ کارڈ، واضح رہے کہ انڈیا میں پہلے چودہ قسم کے بینک اس قسم کے کارڈ دینے کے مجاز تھے اور اب پانچ مزید بینکنگ نظام اس میں شامل ہوگئے ہیں، اور اس طرح ان کی کل تعداد اب انیس ہوگئی ہے۔

ذیل میں ہم مذکورہ تینوں کارڈ کا شرعی حکم بیان کرتے ہیں:

۱- اے ٹی ایم کارڈ سے استفادہ کا حکم

یہ آٹومیٹک ٹولس مشین (Automatic Tools Machine) کا مخفف ہے، یہ کارڈ بینکوں سے صرف کھاتہ داروں ہی کو جاری ہوتا ہے، اس کے ذریعہ اس کے حاملین ملک

☆ نائب صدر جامعہ ابن تیمیہ مشرقی چمپارن (بہار)۔

وبیرون ملک کہیں بھی رہ کر منٹوں میں اے ٹی ایم نظام کے تحت اپنی حاجت وضرورت کے بقدر رقم حاصل کرنے کی خدمات حاصل کر سکتے ہیں، چونکہ اس کارڈ کا نظام کسی بھی طرح کے سودی کاروبار پر مشتمل نہیں ہے، اور نہ ہی اس کے نظام میں شرعی اعتبار سے کوئی محظور وممنوع چیز پائی جاتی ہے، بلکہ کھاتہ دار اس کے ذریعہ اپنی جمع کردہ رقم ہی سے مستفید ہوتا ہے، اس بناء پر حاجت وضرورت کے تحت اس سے مستفید ہونے میں شرعاً کوئی حرج وقباحت نہیں ہے۔

۲-ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ اور اس کے ذریعہ خرید وفروخت کا حکم

چونکہ اس کارڈ کے حاملین کو اس کے استعمال کا کوئی ایسا معاوضہ ادا نہیں کرنا پڑتا ہے جو شرعاً محظور وممنوع ہو، نیز آدمی اس کے ذریعہ اے ٹی ایم کارڈ کی طرح اپنی جمع کردہ رقم ہی سے مستفید ہوتا ہے، نہ تو بینک سے الگ کوئی رقم لینی پڑتی ہے اور نہ ہی اس کے لئے کسی طرح کے سود کی ادائیگی کرنی پڑتی ہے، اس وجہ سے ہمارے نزدیک ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ کرنا اور اس کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ کرنا جائز ہے۔

۳-حصول کارڈ کے لئے بطور فیس ادا کی گئی رقم کا حکم

چونکہ ہمارے نزدیک اے ٹی ایم کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ دونوں سے استفادہ جائز ہے، اس وجہ سے ان دونوں کارڈ کے حصول کے لئے بطور فیس جو رقم ادا کی جاتی ہے، وہ ہمارے نزدیک معاوضہ محنت ہے، جس کے لینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں، بلکہ جائز ہے، نیز ہم اس فیس کا قیاس ان فیسوں پر کر سکتے ہیں، جو آج مدارس وجامعات اور دفاتر میں رائج ہیں۔

۴-الف: کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے اور استعمال کرنے کے لئے ادا کردہ فیس کا حکم

کریڈیٹ کارڈ حاصل کرنے اور اس کو استعمال کرنے کے لئے جو فیس ادا کی جاتی ہے وہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ کارڈ بینک سے ادھار رقم حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے، اس کی

بنیاد پر ادھار خرید وفروخت ہوتی ہے، اور بینک سے رقم بھی حاصل کی جاتی ہے، اس طور پر اس کارڈ کے ذریعہ انجام پانے والا کاروبار سودی ہوتا ہے، اور تمام طرح کا سودی کاروبار اسلام میں حرام ہے، اس لئے کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے اور استعمال کرنے کے لئے ادا کی جانی والی فیس بھی حرام ہوگی۔

۴-ب: کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ حاصل کردہ رقم کے ساتھ جو مزید رقم ادا کرنی ہوتی ہے اس کا حکم

کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ حاصل کردہ رقم کے ساتھ جو مزید رقم کی ادائیگی کرنی ہوتی ہے، وہ سود ہے اور سود حرام ہے، اس لئے کہ حدیث رسول ﷺ ہے:

''کل قرض جر منفعة فهو ربا'' (جس قرض سے بھی نفع ملتا ہو وہ بلاشبہ سود ہے)

(ارواء الغلیل ۵/۲۳۵)۔

علامہ البانیؒ نے گرچہ اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، تاہم چند حدیثیں اسی مفہوم کی مزید وارد ہوئی ہیں، اور ان میں سے بعض کی تصحیح بھی فرمائی ہے۔

ان نصوص سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ حاصل کردہ رقم کے ساتھ جو مزید رقم کی ادائیگی کرنی ہوتی ہے وہ سود ہے۔

۴-ج: اصل رقم کی واپسی میں ہونے والی تاخیر کے عوض مزید رقم کی ادائیگی کا حکم

کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ خرید کردہ اشیاء کی قیمت کے طور پر بینک نے جو رقم ادا کی، بینک کو وہ رقم ادا کرنے میں تاخیر ہونے کے عوض مزید جو رقم ادا کرنی ہوتی ہے، اس کا حکم ''ربا النسیۃ'' کا ہوگا، جو حرام ہے، لہذا مزید ادا کی جانے والی رقم حرام ہوگی۔ ''ربا النسیۃ'' کی صورت زمانہ جاہلیت میں یہ تھی کہ جب قرض کی مدت پوری ہوجاتی تو قرض والا قرض دار سے کہتا کہ قرض

ادا کروگے یا سود دوگے؟ اگر قرض ادا نہ کرتا تو قرض دینے والا مال کی مقدار بڑھا دیتا، اور قرض کی مدت بھی بڑھا دیتا۔

"فكان الغريم يزيد في عدد المال ويصير الطالب عليه" (الجامع لأحکام القرآن ۳/۳۴۸)، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

"يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَ تَأْكُلُوْا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً" (آل عمران/۱۳۰)

(اے ایمان والو! بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ)۔

ہندوستانی بینکوں میں رائج کارڈ کا جائزہ

نیاز احمد عبد الحمید مدنی ☆

۱-ATM کی بابت جو تفصیل آئی ہے اور اس کی جو خدمات ہیں اس کی روشنی میں اس کے عدم جواز کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، سوائے اس کے کہ مشین خراب ہونے پر بینک یا صارف کو ضرر پہنچ سکتا ہے، ویسے حکم عموم پر لگے گا اور وہ جواز کا ہے۔

۲- اسلامی شریعت نے بائع اور مشتری دونوں کو غرر سے محفوظ رکھنے کے لئے بہت سے رہنما اصول بنائے ہیں، ڈیبٹ کارڈ سے لین دین اور اس کی دوسری خدمات میں بظاہر کوئی حرج محسوس نہیں ہوتا، اور کوئی مانع نظر نہیں آتا۔

۳- اس کے جواز میں کوئی مانع نظر نہیں آتا۔

۴- الف: جائز ہے، کیونکہ یہ خدمت کی اجرت ہے۔

ب- ناجائز ہوگی، اور یہ رقم سود کے حکم میں آئے گی۔

ج- ناجائز ہوگی، اور سود کے حکم میں آئے گی، کیونکہ زائد مال کسی چیز کے بدلے میں نہیں۔

☆ جامعہ اسلامیہ خیر العلوم ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر۔

مناقشہ:

بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کا شرعی حکم

مفتی زاہد علی خان (شعبہ دینیات علی گڑھ)

عبد الحنان صاحب نے موضوع کے تعارف میں یہ بات فرمائی تھی کہ بینک جب کریڈٹ کارڈ جاری کرتا ہے تو شروع دن سے ہی انٹرسٹ لیتا ہے یا پلانٹی والا انٹرسٹ لیتا ہے، لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ پچاس دن تک وہ انٹرسٹ نہیں لیتا ہے، کیا آپ کسی اور طرح کے انٹرسٹ کے بارے میں ذکر فرما رہے ہیں، یہ بات واضح نہیں ہو رہی ہے، اس کی وضاحت فرما دیجئے۔

عبد الحنان چاندنہ صاحب

جی! میں نے جو عرض کیا وہ یہ عرض کیا تھا کہ وہ انکا دیا ہوا پریڈ ہے اس میں اگر ہم ڈیفولٹ کرتے ہیں یعنی وہ جو 50 دن آپ فرما رہے ہیں، کہیں 45 دن ہے، کہیں 20 دن ہے، کہیں 60 دن بھی ہیں، وہ پریڈ گذر جانے کے بعد جتنا بھی ڈیفولٹ آئے گا آپ کا ہوگا، اس پر انٹرسٹ بہر حال لگے گا، اور اس کے بعد مزید جتنا ڈیفولٹ ہوتا جائے گا اس پر انٹرسٹ کے ساتھ پائنل انٹرسٹ بھی لگے گا۔

مولانا محی الدین غازی صاحب

یہ بتائیں کہ جب کسی چیز کو خرید نے جاتے ہیں تو ڈیبٹ کارڈ سے خرید نے میں،

کریڈٹ کارڈ سے خریدنے میں، یا کیش خریدنے میں ان میں کیا کچھ فرق ہوتا ہے؟ کیونکہ میرے علم میں ہے کہ اس کی قیمت میں بھی فرق ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ سراج صاحب نے ویزا ماسٹر کا تذکرہ کیا تھا کہ ویزا ماسٹر کی ضرورت ہوتی ہے، تو یہ بات ذرا واضح کر کے بتا دیجئے کہ ویزا ماسٹر کسے کہتے ہیں؟

مولانا یاسر ندیم صاحب (دیوبند)

ڈیبٹ کارڈ کے متعلق سوال کر رہے ہیں کہ دکاندار اس کو اشو کرتا ہے تو اس کی کیا حقیقت ہے، اس کی ذرا وضاحت کر دیجئے۔

مولانا محمد ارشد مدنی صاحب (جامعہ ابن تیمیہ چمپارن)

میں آپ حضرات سے جاننا چاہتا ہوں کہ مثال کے طور پر ''کریڈٹ کارڈ ہولڈر'' ایسے کارڈ کے حاملین جنہوں نے قرض لے رکھا ہو ان کی موت کے بعد ان کی ادائیگی، بینکنگ نظام میں کیسے ہوگی، ان کے وارثین ادا کریں یا ایسا کیا نظام بنایا ہے ان لوگوں نے؟

مولانا ذاکر صاحب رشادی

تلخیص معاملات میں بینک سے جاری کردہ مختلف کارڈ سے متعلق ایک کتاب جس کے پہلے صفحہ کے آخر میں جو پیراگراف ہے وہ اس طرح ہے: اس کارڈ کے ذریعہ آدمی اپنی جمع کردہ رقم ہی سے استفادہ کر سکتا ہے، اس کے لیے الگ سے کوئی معاوضہ کسی عنوان سے ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اس میں مجھے اتنا عرض کرنا ہے کہ ''A.T.M.'' کارڈ کے لیے ڈپازٹ ضروری ہے، مختلف بینک مختلف ڈپازٹ لیتے ہیں خاص کر ''I.C.I.C.I.'' اور اسی طرح سچورن بینک جو اپنے علاقے میں ہے اس میں ڈپازٹ لیا جاتا ہے۔

مولانا صباح الدین ملک صاحب

پینل انٹرسٹ کی وضاحت:

۱- یہ ابھی فرمایا کہ مالی اداروں کا دخل زیادہ ہورہا ہے اور بینکوں کا دخل کم ہوتا جارہا ہے، ابھی ایک تشریح میں بات آئی تھی اور یہ کہا گیا تھا کہ یہ اسلام سے زیادہ قریب ہے یعنی مالی اداروں کا دخل بڑھے اور بینکوں کا دخل کم ہو یہ اسلامی رو سے زیادہ قریب ہے، تو ذرا اس کی وضاحت کریں کہ اس قربت کی وجہ کیا ہے؟ ایسا کیوں؟ ہوتا ہے۔

۲-دوسری بات یہ ہے کہ ہارڈ کیش کا استعمال کم سے کم ہورہا ہے اور اس کی جگہ پر دوسرے کارڈ کا، یہ وہ دوسری کاغذی دستاویز کا استعمال مالی لین دین میں زیادہ ہوتا ہے، اور امریکہ کے سروے کے حوالے سے یہ بات کہی گئی ہے کہ 19 ویں صدی کے اوائل میں ایسا ہوتا تھا اور اب 1990 میں بینک کا دخل کم سے کم ہوتا چلا گیا، تو اس کی ذرا سی اس پہلو کی وضاحت کریں گے کہ اسلام کی رو سے قریب کیوں ہے۔؟

مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی

دیکھئے اپنا حق دوسرے کومت دیجئے، یہ متعین کرنا کہ کونسی صورت اسلام کے قریب ہے وہ تو آپ کا کام ہے کہ کون سے مالیاتی ادارے ایسے ہیں جن میں مضاربہ کی، مشارکہ، اجارہ اور مرابحہ کی گنجائش ہے اور وہ اسلام کے نظام سرمایہ کاری کے دائرے میں بھی آسکتا ہے اور کون سے مالیاتی نظام ایسے ہیں جس کی بنیادی انٹرسٹ پر ہے، "أحل الله البيع وحرم الربا" کے بالکل برعکس ہے، تو یہ متعین کرنا تو آپ حضرات کا کام ہے، اپنا حق ہم لوگ دوسرے کو نہ دیں بہتر ہوگا۔

مفتی نذیر عالم صاحب (کشمیر)

میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو کارڈوں کی بحث ہے، ظاہر ہے اسی لئے ہے تاکہ ہم امت کو بتاسکیں کہ اس میں جائز کون سی شکل ہے اور کون سی شکلیں ناجائز ہیں اور اسی بنیاد پر اسلامک فقہ اکیڈمی نے بلایا ہے اور آنا بھی چاہئے، ان کارڈوں میں کون سی شکلوں میں سود آتا ہے اور کون سی شکلوں میں سود نہیں آتا ہے تاکہ ہم علماء کو یہ طے کرنے میں آسانی ہو کہ یہی وہ شکل ہے جس سے امت کو بچنا چاہئے اور یہ وہ شکلیں ہیں جس سے استفادہ کرنا چاہئے، استفادے کی ساری شکلیں ان ماہرین نے بتادیں ان کے ہم شکر گذار ہیں، لیکن اور وضاحت کے ساتھ اگر بتادیں کہ کون سی شکلیں جن میں سود آتا ہے اور کون سی شکلیں ہیں جن میں سود نہیں آتا، اس طرح حکم لگانے میں آسانی ہوگی۔

ماہرین کی وضاحت

۵۰ دن تک کوئی انٹرسٹ نہیں لیا جاتا یہ کریڈٹ کارڈ کی شرائط کی وجہ سے ہوتا ہے کہ جب بینک اس کو بل بھیجے گا تو اس کے کتنے دن بعد ادا کرے گا، عام طور سے خریداری پہلی تاریخ سے ہوتی ہے اور ۳۰ تاریخ، مہینے کی آخری تاریخ تک چلتی رہتی ہے، اس کے بعد بینک کے پاس بل آتے ہیں، تب بینک کسٹمر کو بل دیتا ہے اور اس میں بھی وقت دیتا ہے تو اس طرح سے زیادہ سے زیادہ پچاس دن لگ جاتے ہیں اور کم سے کم ایک مہینہ لگ جاتا ہے اور جس نے مہینہ کی آخری تاریخ میں خریدا اس کو ۱۰-۱۵ دن ملیں گے، تو اس کے اوپر بات ہے کہ بینک اس کو کتنا ٹائم دیتا ہے، اور اس نے سامان کب اور کتنا خریدا۔

دوسرے صاحب کا سوال یہ تھا کہ ڈیبٹ کارڈ سے سامان خریدیں یا کریڈٹ کارڈ سے سامان خریدیں تو کیا قیمت میں کوئی فرق ہوتا ہے یا نہیں ہوتا ہے، یہ عام طور سے اگر قیمت میں کوئی ڈسکاؤنٹ ملتا ہے تو یہ ڈسکاؤنٹ دکاندار طے کرتے ہیں، اور یکساں ہی ڈسکاؤنٹ طے

کرتے ہیں، ڈیبٹ کارڈ، کریڈٹ کارڈ کے لیے عام طور سے الگ الگ ڈسکاؤنٹ طے نہیں کرتے اور جو دکاندار ڈسکاؤنٹ ڈکلیر کرتے ہیں اس کی بہت طویل لسٹ ہے، کن شہروں میں کون کون دکاندار کتنی خریداری پر کتنا ڈسکاؤنٹ دے رہے ہیں، یہ کریڈٹ کارڈ کے لٹریچر کے ساتھ ہے جو آپ کو مہیا کیا جاتا ہے، تو اس میں عام طور سے ڈیبٹ کارڈ میں اور کریڈٹ کارڈ میں کوئی فرق نہیں ہوتا ——— ہاں کیش اور کارڈ میں فرق ہوگا، جنہوں نے ڈکلیر کیا ہے کہ کریڈٹ کارڈ کی خریداری سے ہم اتنا ڈسکاؤنٹ دیں گے وہ پابند ہیں اپنے اسٹینڈری کریشن کے، کیش میں تو وہ نہ دینا چاہیں وہ الگ بات ہے جیسا بھی طے کریں وہ الگ بات ہے، پیٹرول پمپ وغیرہ ڈکلیر کرتے ہیں، ہوٹل ڈکلیر کرتے ہیں، ٹکٹ والے ڈکلیر کرتے ہیں اور کچھ تو ایسے ارگنائزیشن ہیں جو بینک کے ساتھ اپنا نام بھی جوڑتے ہیں کریڈٹ کارڈ سے جیسے سہارا کریڈٹ کارڈ، S.B.I.، سہارا کریڈٹ کارڈ جو دے گا تو وہ سہارا ایرلائنس پر ہاف ڈسکاؤنٹ دے گا۔

دوسرا آپ نے فرمایا سیلری کارڈ، تو دراصل یہ سیلری سے لیتے ہیں، جیسے آپ نے بتلایا تھا کہ اس سے اس کی مالی حیثیت کا پتہ لگتا ہے تو اس سے بینک اس کی مالی حیثیت کا پتہ لگا کر اگر کریڈٹ کارڈ جاری کرنا چاہیں گے، تو لمیٹ اس کی سیلری دیکھ کر جاری کریں گے اور ڈیبٹ کارڈ تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ آدمی بینک میں اکاؤنٹ رکھتا ہے، اس کی سیلری بینک میں آتی ہے، جتنا اس کے اکاؤنٹ میں پیسہ ہوگا اس کے حساب سے اتنا پیسہ اسے دیا جاسکتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ بحث جائز اور ناجائز پر ہونا چاہئے، خاص طور سے جو قابل ذکر ہوں تو اس میں میں نے پہلے اپنی بات بتائی تھی وہ یہ پوائنٹ ذکر کئے تھے، چونکہ میرا پیپر آپ حضرات کے پاس ہے، ابھی سراج صاحب نے دو پوائنٹ اور بتائے (۱) یہ کہ انٹرسٹ جو ہے وہ لوگوں کو پتہ نہیں ہوتا تو کبھی وہ ۴۰ فیصد تک ہوجاتا ہے، تو وہ بات صحیح ہے اور بینک اس سلسلے میں کچھ دھوکا دیتا تھا، وہ انول ریٹ ایگریمنٹ انٹرسٹ ڈکلیر نہیں کرتا تھا، سالانہ انٹرسٹ ڈکلیر نہیں کرتا تھا، کوئی ماہانہ واہانہ، اور وہ بھی بہت باریک سالکھتا تھا، اپنے کارڈ میں، باقی ساری چیزیں بہت موٹی

موٹی لکھتا، دیکھئے ایسی چیز جہاں گراہک دھوکا کھا سکتا ہے اس کو وہ بہت باریک لکھتے ہیں، تو اس پر ریزرو بینک آف انڈیا نے ایک ڈائرکٹری جاری کی ہے، جس میں پلانٹی ہوتی ہے، اسی ڈائریکٹری میں ریزرو بینک آف انڈیا نے یہ کہا ہے کہ کوئی بھی بینک ماہانہ، سہ ماہی اور پندرہ روزہ انٹرسٹ ڈکلیئر نہیں کرے گا، چیدہ چیدہ انولائنز ڈکلیئر کرے گا، ہر بینک کے کریڈٹ پر کتنا انٹرسٹ ہوگا، اور کیش وڈرال کے اوپر اگر انٹرسٹ میں فرق ہے تو دونوں ریٹ الگ الگ سالانہ شرح کے ساتھ ڈکلیئر کئے جائیں گے۔

۲- ایک بات اور بتائی سراج صاحب نے کہ ''جیسے کہ یوگا کارڈ، تو یہ دراصل ایسا ہوا تھا کہ ابھی ۲۴ فروری کو شری روی شنکر کا پروگرام بنگلور میں ہوا تھا، اس میں بینک نے کارڈ جاری کیا، تو وہ بینک جو مفت چیزیں کارڈ ہولڈر کو دیتا ہے جو بونس پوائنٹ ہیں، وہ بونس پوائنٹ دوسرے کے اکاؤنٹ میں جائیں گے، اور وہ سناتن دھرم کی تعلیم وتربیت کے اوپر خرچ کیا جائے گا، لہذا ضروری یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ استعمال کرتے وقت یہ دیکھ لیں کہ اس سے کسی دوسرے مذہب کی ترویج نہ ہوتی ہو۔

پائنل انٹرسٹ کا بھی معاملہ یہی ہے کہ وہ ایک شرح سود ہوتی ہے، اس کے بعد اس کے اندر ایک اور شرط لگا دیتے ہیں کہ اگر اتنے دن کے بعد ادا نہیں کیا تو دو فیصد اور اضافی انٹرسٹ اس کے اوپر دینا پڑے گا۔

ہارڈ کیش کے استعمال کی بات آپ نے بتائی تھی کہ وہ تو اعداد وشمار کے حساب سے بتایا تھا، وہ کم ہوتا چلا جارہا ہے، جب چیکوں کا استعمال ہوا تب بھی ہارڈ کیش کا استعمال کم ہوگیا تھا، اب کریڈٹ کارڈ کا استعمال بڑھا تو وہ تو گویا بدل ہے، اس لئے ایسا ہونا ہی تھا کہ جب اس کا بدل آجاتا ہے تو بدل کا ہی استعمال ہوتا ہے۔

جہاں تک وارثین کا مسئلہ ہے تو اس میں بھی ریزرو بینک آف انڈیا نے اپنے ڈائرکٹری میں بڑا کلیئر کہا ہے کہ یہ بالکل اوپن کریڈٹ ہے، اس کے پیچھے کوئی بھی ضمانت نہیں

ہے اور کارڈ جن لوگوں نے استعمال کیا ہے اگر وہ ان کی ادائیگی نہ کریں تو ایسے لوگوں کی بے عزتی نہ کی جائے اور یہ بھی دوسرے لوگوں تک بات نہ پہنچے کہ اس نے ہمارا کارڈ استعمال کیا تھا اور پیسہ نہ دیا، اس سلسلہ میں کسی طرح کی کوئی بھی بدنامی نہیں ہونی چاہئے جس آدمی کا نام ریفرینس میں بھی آ گیا ہے، اس کے اکاؤنٹ میں اس تک بھی یہ خبر نہیں جانی چاہئے کہ اس نے کریڈٹ کارڈ کا استعمال کیا، کوئی اس کے اوپر دباؤ نہیں ہونا چاہئے، لہذا اخلاقی فرض تو یہ بنتا ہے ہر انسان کا کہ ادا کریں وہ تو اسلامی نقطۂ نظر سے آپ بتائیں گے، لیکن قانونی لحاظ سے وارثوں سے لینے کا کوئی حق بینکوں کو نہیں پہنچتا۔

ایک سوال آیا تھا کہ مالی ادارے یعنی نو بینکنگ فینینشیل کمپنیز یا انسٹیٹیوٹ غیر بینکنگ مالی ادارے اسلامی مالی نظام سے کیوں کر یا کس قدر قریب ہے، غیر بینکنگ مالی ادارے کے بارے میں میں نے یہ بات عرض کی تھی کہ ان کا رول بینک سے زیادہ اہم ہو چلا ہے، سب سے بڑا ادارہ جو بینک نہیں ہے اور جہاں پیسوں کا بہت ہی لین دین ہوتا ہے ساری دنیا میں اور جو اسلامی طرز پر جائز بھی ہے وہ ہے ''اسٹر وشوکین''، جہاں پر حصص کا لین دین ہوتا ہے، وہ اس وقت حالانکہ اسلام میں اس لیے نہیں ہے کہ وہاں جن کمپنیز کے حصص خریدے یا بیچے جاتے ہیں، اس میں حلال اور حرام کی تمیز نہیں کی جاتی، جب کہ اسلام کے نقطۂ نظر سے سب سے پہلے ہمیں حلال اور حرام کی، یعنی وہ اشیاء جو وہ کمپنیز بنا رہی ہیں وہ حلال ہیں یا حرام ہیں ان کا دھیان رکھنا یا اس پر فرق کرنا بہت ضروری ہے، اگر یہ ہم فرق کر لیتے ہیں اور اس طرح کی اسٹر وشوکین بنا لیتے ہیں یا اس طرح کی کمپنیاں بنا لیتے ہیں تو اسٹر وشوکین ایکسچینج بہت ہی بڑا غیر بینکنگ مالی ادارہ ہے، جہاں روزانہ ہزاروں کڑوروں روپیوں کا لین دین ہوتا ہے، اسی طرح سے ہندوستان میں جہاں تک بینکوں کا تعلق ہے وہ صرف سود کی بنیاد پر قائم کئے جا سکتے ہیں، غیر سودی بنیاد پر بینک ہندوستان میں قائم نہیں کئے جا سکتے، لیکن غیر سودی بنیاد پر ہندوستان میں اور دنیا کے مختلف ممالک میں انوسٹ مینٹ کمپنیز بنائی جا سکتی ہیں، جہاں پر نفع اور نقصان میں شدت کی بنیاد کے اصول کو اپنایا

جائے گا، ’’مرابحہ، مشارکہ، اجارہ‘‘ کے اصولوں کو یہ ہیں اصول چونکہ اسلامی ہیں اوران اصولوں کی بنیاد پر غیر بینکنگ مالی ادارے بنائے جاسکتے ہیں، اس لئے میں نے یہ خواہش کی ہے، کیونکہ غیر بینکنگ مالی ادارے بہ نسبت بینکنگ اداروں کے جوزیادہ ترسودی کاروبار کرتے ہیں، کیونکہ اسلام کے اصول کے زیادہ قریب ہے۔

ایک سوال اورکسی نے بھیجا ہے کہ (جو انگریزی میں ہے جواب بھی انگریزی ہی میں دیا جارہا ہے لیکن مولانا خالد سیف اللہ صاحب نے کہا کہ آپ ان کے سوال وجواب کواردوزبان میں واضح کردیجئے) تو سوال یہ ہے کہ کیا ایسے بھی ممالک ہیں جہاں کارڈ کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے، جوترقی یافتہ ممالک ہیں اورترقی یافتہ ممالک میں جولوگ بھی ہیں اور وہ کام کرتے ہیں یعنی اورنرس ہیں اور جن کا بینکوں میں اکاؤنٹ ہےتو ان کے کارڈ ہوتے ہی ہوتے ہیں، یہ صحیح بات ہے اور ہندوستان میں بھی، چونکہ اس کا رواج چل نکلا ہے تو یہاں بھی دھیرے دھیرے اس کا استعمال کافی بڑھ جائے گا۔

ویزا ماسٹر یہ دومختلف کمپنیاں ہیں جو پوری دنیا میں کاروبار، کریڈٹ کارڈ کی مدد سے کرتے ہیں، تو ان کا بھی نظام ہے، اس نظام کے تحت مختلف بینکس ہندوستان میں یا دنیا بھر میں اپنی ممبر شپ لے رکھی ہے، اس ویزا کمپنیز سے یا پھر ماسٹر کارڈ کمپنیز سے ایک اور کمپنی وجود میں آئی ہے ’’ڈس کورکارڈ‘‘، اس نے ویزا کو بھی مات دیدی ہے، تو یہ تین کمپنیاں ہیں جہاں لین دین ہوتے ہیں، کاروبار ہوتے ہیں، ان کارڈوں کے ذریعہ سے، تو ان کی تعداد کروڑوں کی ہوتی ہیں، روزانہ لاکھوں کاروبار ہوتے ہیں اور اس کا حساب کتاب رکھنے کے لئے ایک نظام کی ضرورت ہوتی ہے، یہ کمپنیاں ماسٹر کارڈ والی اور ویزا والی اور ڈس کور والی اس نظام کو مہیا کرتی ہیں اور ہر بینک اس ایجنسیز کے ممبرس ہوتے ہیں، تو یہ کریڈٹ کارڈ کے اسکیم کو اس کے نظام کے تحت چلاتی ہیں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

اب ہمیں اس کی فقہی اور شرعی جہت کی طرف آنا ہے اور سوالنامہ آپ کے سامنے پہلے پیش کیا تھا، اس کے متعلق جو سوالات ہیں اس کو میں پڑھ کر ایک دفعہ سنا دیتا ہوں:

۱-.A.T.M کارڈ سے استفادہ کا کیا حکم ہے؟

۲-ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ اور اس کے ذریعہ خرید فروخت کا کیا حکم ہے؟

۳-اگر ان دونوں قسموں کے کارڈ کے لیے کچھ رقم بطور فیس دینی پڑے تو اس کا کیا حکم ہے؟

۴-شق: الف-کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے اور استعمال کے لیے ادا کردہ فیس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی-؟ جب کہ یہ کارڈ بینک سے ادھار رقم حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے، کیونکہ اس کی بنیاد پر ادھار خرید فروخت ہوتا ہے اور بینک سے رقم بھی حاصل کی جاتی ہے۔

ب- اس کارڈ کے ذریعہ حاصل کردہ رقم کے ساتھ مزید جو رقم ادا کرنی ہوتی ہے شرعاً اس کی کیا حیثیت ہوگی؟

ج-اس کارڈ کے ذریعہ خرید کردہ اشیاء کی قیمت کے طور پر بینک نے جو رقم ادا کی ہے بینک کو رقم ادا کرنے کے ساتھ مزید جو رقم ادا کرنی ہوتی ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ جب کہ یہ زائد رقم اسی صورت میں ادا کرنی ہوتی ہے جب کہ مقررہ مدت کے اندر رقم ادا کرنے پر مزید کچھ دینا نہیں ہوتا، تاہم معاملہ میں یہ بات شامل ہوتی ہے کہ مقررہ مدت پر ادا نہ ہونے کی صورت میں اصل رقم سے زائد رقم ادا کرنی ہوگی۔

یہ سوالات تھے جو آپ کی خدمت میں بھیجے گئے تھے۔ .A.T.M کارڈ سے متعلق ،ڈیبٹ کارڈ سے متعلق، کریڈٹ کارڈ سے متعلق اس پر لی جانے والی فیس اور بعض صورتوں میں اس پر لی جانے والی زائد رقم سے متعلق، آپ کے جو مقالات پہنچے تھے اس کی تلخیص بھی آپ کے سامنے ہوگی، اکیڈمی کے معمول کے مطابق مولانا خورشید انور اعظمی صاحب کو درخواست کی گئی تھی

کہ وہ آپ حضرات کے مقالات ومباحث کو سامنے رکھتے ہوئے عرض مسئلہ تیار کریں اور آپ کی خدمت میں پیش کریں تاکہ آپ کے لئے سہولت ہو، میں آخر میں مولانا خورشید انور صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ اس مسئلے پر اپنی بحث پیش فرمائیں۔ (عرض مسئلہ باب اول میں پیش کیا جاچکا ہے، اس لئے یہاں حذف کیا جاتا ہے)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

جو باتیں آپ حضرات کے سامنے رکھی گئی، اس میں کچھ بنیادی باتیں ہیں، ایک تو یہ ہے کہ جو اجرت لی جاتی ہے کیا یہ لازم ہے؟ اگر کوئی شخص رضا کارانہ طور پر بغیر کسی اجرت کے کوئی سہولت پہنچانا چاہے تو یہ صورت درست ہوگی یا نہیں ہوگی؟ دوسرا اہم مسئلہ سفتجہ کا ہے جو حنفیہ کے یہاں اور مالکیہ کے یہاں مکروہ ہے، شوافع کے یہاں بھی مکروہ ہے، حنابلہ نے اس کی اجازت دی ہے، کیونکہ سفتجہ میں بھی ایک طرح قرض کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے، امن علی خطر الطریق کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ سفتجہ کی حقیقت کیا ہے؟ اگر معاملہ میں یہ بات طے ہو کہ یہ رقم میسور کے بجائے دہلی میں ہم وصول کریں گے تب یہ سفتجہ ہے یا معاملہ مطلق طے ہو، ہوسکتا ہے ہم میسور میں ہی یہ رقم آپ سے لے لیں، ہوسکتا ہے کہ دہلی میں یہ رقم ہم لے لیں، لازماً کسی دوسرے شہر میں لینے کی شرط نہ ہو تو کیا فقہاء اس پر بھی سفتجہ کا اطلاق کرتے ہیں اور اگر یہ سفتجہ ہے تو جو موجودہ زمانے کے احوال ہیں، کیا اس کی بنیاد پر ایسی ضرورت یا ایسی حاجت کا تحقق ہوگیا ہے کہ اس کی اجازت دی جائے۔

تیسری ایک اہم بات جو ہمارے سوال نامے میں نہیں آئی ہے اور اس پر ہمارے جناب احسان صاحب نے بحث چھیڑی ہے، وہ بھی بڑا اہم ہے اور اگر مناقشہ میں اس پر بھی اظہار خیال کریں تو بہتر ہے، اگر اسلامی بینک ہو اور وہ کریڈٹ کارڈ جاری کرنا چاہے تو اس کے کیا حدود ہوسکتے ہیں، جیسے آپ نے ایک شکل مرابحہ کی پیش کی ہے، لیکن بیک وقت ایک ہی عقد کو

خرید وفروخت مانا گیا ہے، کیا قبضہ جو ہمارے یہاں ضروری ہے بیع کے لئے، اس صورت میں اس قبضہ کا تحقق ہوجاتا ہے، اکیڈمی کے ایک سمینار میں اس مسئلہ پر بھی بہت تفصیل سے بحث ہوچکی ہے، ان تمام پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے مجھے امید ہے کہ آپ حضرات مناقشہ کر پائیں گے، اس کے اخیر میں جناب صدر کے کلمات سے پہلے ہم انشاء اللہ ڈاکٹر مجید سوسوہ کے خطاب سے بھی مستفید ہوں گے، جن کا مقالہ بھی اس موضوع پر اکیڈمی میں آچکا ہے۔

مولانا ظہیر احمد صاحب کانپور

بعض مقالہ نگار نے اس میں شرط لگائی ہے کہ اگر کارڈ ہولڈر غیر ممالک میں رقم وصول کرتا ہے اور بینک کچھ فیس وصول کرتا ہے تو درست ہے، وہ رقم چاہے غیر ممالک میں نکالی جائے یا اندرون ممالک میں نکالی جائے، کیا اندرون ممالک میں نکالنے پر وہ اجرت میں تصور نہیں کیا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ اس میں یہ شرط کیوں لگائی گئی۔

مولانا محی الدین غازی

تلخیص کی آخری لائن میں میری اس سلسلہ میں بات غلط منسوب ہوگئی تھی جو بعد میں عارض مسئلہ نے اس کی تصحیح کردی، اس مسئلہ میں مولانا سلطان اصلاحی صاحب کی رائے تنہا ہے، یہ A.T.M. کارڈ اور کریڈٹ کارڈ میں جو جوہری فرق ہے اس کو بھی ہمیں اپنے سامنے رکھنا ہوگا، A.T.M. کارڈ صرف سہولت پیش کرنے کے لیے ہوتا ہے، اور دوسرے یہ کہ بینکوں کے پیش نظر یہ مقصد کہ انسانی وسائل کا کم سے کم استعمال کرے، اس کی جگہ مشینی وسائل کا استعمال اس کے متبادل کے طور پر کرے، لیکن کریڈٹ کارڈ میں ایسا کچھ نہیں ہوتا، بلکہ وہ لوگوں کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ خریداری کرے، یہاں تک کہ اپنی وسعت سے زیادہ خریداری کرے، جیب میں جتنی رقم ہو اس سے زیادہ خریدیں، اسی لیے میں نے سوال کیا تھا کہ کیش میں جب کوئی چیز خریدتے ہیں تو وہ ہم کو مہنگی ملتی ہے اور کریڈٹ کارڈ پر وہ ہم کو اسپیشل

ڈسکاؤنٹ دیتے ہیں، اور کیش جب ہم خریدنے جاتے ہیں تو ہمیں وہ ڈسکاؤنٹ نہیں ملت، ایسا بہت ساری صورتوں میں ہوتا ہے، تو کریڈٹ کارڈ کے سلسلے میں بینکوں کی ذہنیت یہ ہوتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو سود پر یعنی اپنے قوت خرید سے زیادہ خریدنے پر ابھاریں جس کے نتیجے میں سودی نظام پھیلے، آدمی اس وقت خرید لیتا ہے یہ سوچتے ہوئے کہ بعد میں ادا کرلوں گا، لیکن ظاہر ہے کہ ہمیشہ حالات یکساں نہیں رہتے ہیں، عام طور سے لوگ تاخیر کرتے ہیں اس میں اور سود کے ساتھ ادا کرتے ہیں، تو میرے خیال میں A.T.M. اور ڈیبٹ کارڈ، جس کو ہم سہولت کارڈ بھی کہتے ہیں تو ان کو قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن کریڈٹ کارڈ جو ہر لحاظ سے ان سے بہت زیادہ مختلف ہے جو اسلام کی تجارتی اخلاقیات سے بھی متصادم ہیں، تو اس کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے اور کریڈٹ کارڈ کے استعمال ہی کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے۔

مولانا تنظیم عالم صاحب قاسمی (حیدرآباد)

بعض مقالہ نگار حضرات نے کریڈٹ کارڈ کے سلسلے میں "الضرورات تبیح المحظورات"۔ "الضرر یزال" اور ابتلاء عام کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات کہی ہے کہ کریڈٹ کارڈ ابتلاء عام کی بناء پر جائز ہوسکتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ ضرورت وحاجت اور "الضرورة تبیح المحظورات" کا کوئی دائرہ متعین ہے یا نہیں؟ شریعت نے اس چیز کا دائرہ متعین کردیا ہے، ضرورت وحاجت میں کوئی ایسی چیز جو شرعاً ناجائز ہے، اسے جائز نہیں کہہ سکتے، لہذا جن حضرات نے "الضرورة تبیح المحظورات" "الضرر یزال"، ابتلاء عام کے قاعدے کو سامنے رکھتے ہوئے کریڈٹ کارڈ کے استعمال کو جائز کہا ہے، ان سے گذارش ہے کہ وہ ان سے پہلے ضرورت وحاجت کے دائرے کو سامنے رکھیں کہ وہ کہاں تک ضرورت وحاجت کے تحت ناجائز کو جائز کہہ سکتے ہیں، اگر ٹی، وی، آج عام ہوجائے اور ہر گھر میں ٹی، وی پائی جاتی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات اور ابتلاء عام کی بناء پر ٹی، وی کو جائز کہہ دیا جائے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

مولانا تنظیم صاحب

اس سے پہلے اکیڈمی کا فقہی سمینار اس موضوع پر ہو چکا ہے۔

مفتی سعید الرحمٰن صاحب بمبئی

کارڈ کے استعمال میں بینک، مشتری اور بائع تین لوگ عامۃ شریک ہوتے ہیں، اس میں غالبا یہ بات رہ رہی ہے کہ سروس چارج بینک کے استعمال کرنے کی صورت میں مشتری سے تو لیتا ہی ہے بینک بائع سے بھی لیتا ہے، بائع بعض دفعہ راضی ہو یا نہ راضی ہو، اس کا کچھ فیصد متعین ہوتا ہے، کہ اگر کوئی پانچ سو روپے کے ذریعہ کارڈ خریدا ہے تو فیصد کے اعتبار سے وہ دو فیصد تین فیصد ایک فیصد خود بائع سے بھی پیسے کم کرواتا ہے، تو مشتری سے سروس چارج لیتا ہے اور بائع سے مستقل اصل قیمت میں کمی لے کر استفادہ کرتا ہے، دوطرفہ اجرت حاصل کرنے کی صورت رائج ہے، میں یہاں اس مجلس میں شریک تو ضرور رہوں مگر یہاں شروع میں نہیں آیا، ممکن ہے ماہرین نے رائے پیش کیا ہو، مگر میرے سامنے اس طرح کے سوالات بمبئی میں ہیں، تو یہ بیع جائز ہوگی کہ نہیں؟ ایسی صورت میں کارڈ ممبر ایک مشکل شکل اختیار کرے گا، میں چاہتا ہوں کہ اس بات کی بھی وضاحت ہو سکے تو کی جائے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

جونکتہ ہمارے مفتی سعید الرحمٰن صاحب نے اٹھایا ہے، جب تجویز کمیٹی بنے گی، اس کو ملحوظ رکھے گی، علامہ شامی نے اجرت وکالت کے موضوع پر بحث کی ہے، مشتری کی جانب سے اجرت، پھر بائع کی جانب سے اجرت، پھر دونوں کی جانب سے اجرت، ان صورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے جو تجاویز کمیٹی ہے انشاء اللہ اس پر غور کرے گی۔

مولانا مفتی فضل الرحمٰن صاحب ہلال عثمانی

یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ بینکنگ کا پورا نظام سود پر قائم ہے اور بغیر سود کے یہ نظام قائم نہیں ہوسکتا اور جب اس کی جڑ میں سود شامل ہے اب اس کی کسی شاخ میں زہر ہے یا نہیں ہے، اس کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو دراصل اس سودی نظام سے لوگوں کی جو دوری ہے اور ہماری شریعت کے اعتبار سے جو ہمارے مزاج کے اور ہمارے منشاء شریعت کے بالکل خلاف ہے اور جس سختی کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملے میں الفاظ ارشاد فرمائے ہیں اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم گنجائشیں تلاش کرتے ہیں تو اس سے بڑی غلط فہمی پیدا ہوتی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ یہ سودی نظام جو بینکوں کی بنیاد ہے اور خود دنیا اس سے دور ہونے کی کوشش کر رہی ہے اور وہ دیکھ رہی ہے کہ اس میں کتنی کمزوریاں ہیں، جو معاشیات کے ماہرین ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ نظام کسی بھی وقت تاش کے پتوں کی طرح بکھر جائیں گے، اس لیے کہ اس کی بنیادیں بڑی کمزور ہیں اور یہ نظام اپنی اصل کے اعتبار سے قطعی غیر شرعی ہیں اور غیر مستحکم بھی، ہم یہ نہیں کہتے کہ معاشرے سے الگ تھلگ رہیں گے، لیکن اس صورت میں اسلام کے تقاضے کیا ہیں؟ اسلامی زندگی گذارنے کے لیے ہم کیا صورتیں اختیار کر سکتے ہیں، میرے خیال میں بنیادی سوالات کو سامنے رکھیں تو جو کریڈٹ کارڈ کی مختلف شکلیں ہیں، ہوسکتا ہے کہ اس میں کسی شکل میں کوئی گنجائش نظر آ رہی ہو، لیکن اصل میں تو بہر حال وہ اس نظام کا ایک حصہ ہے جو ہمارے لیے قابل نفرت اور قابل مذمت ہیں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

مفتی صاحب نے بینکنگ نظام کو رباء پر مبنی ہونے کی جو بات فرمائی ہے ہم سب لوگ اس بات پر متفق ہیں اور ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس کا اسلامی نظام متبادل تلاش کریں، یہاں بھی اس سمینار میں جو یہ مسئلہ زیر بحث ہے، اس کا مطلب کریڈٹ کارڈ کے لیے یا کسی خاص

صورت کے لیے گنجائش فراہم کرنا نہیں ہے، یہ امر واقعہ ہے کہ بینکنگ نظام ہماری سماجی زندگی کی ضرورت بن گیا ہے، بدقسمتی سے پوری دنیا میں یہودی نظام معیشت کے غلبہ کی وجہ سے اور اس کی بہت سی خدمات ایسی ہوتی ہیں جن سے فائدہ اٹھائے بغیر کاروبار کا چلنا، تجارت کا کا چلنا بہت دشوار ہے، لیکن رقموں کے حفاظت کا مسئلہ ہے اور ہمارے مدارس اس بات پر مجبور ہیں کہ وہ بینکوں میں اپنی رقم کو محفوظ کریں، اگر کوئی کاروبار مسلمان شروع کرے تو حکومت کا قانون موجود ہے کہ اس کو ڈپازٹ بینک میں جمع کرنا ہوتا ہے، مقصد اس سمینار کا یہ نہیں ہے کہ کریڈٹ کارڈ کو جائز قرار دیا جائے بصرف کریڈٹ کارڈ ہی نہیں، بلکہ .A.T.M کارڈ، ڈیبٹ کارڈ سے جو سہولتیں ہمیں حاصل ہوتی ہیں، اس پر بھی آپ حضرات غور کر کے فیصلہ فرمائیں کہ ان میں سے کون سی صورتیں مسلمانوں کے لیے جائز ہیں اور کون سی ناجائز، تاکہ امت کے سامنے صورت حال واضح ہو جائے، اس وقت صورت حال یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ کا رواج بڑے شہروں میں بہت بڑھتا جا رہا ہے، آج آپ اس کے بارے میں لوگوں کو رائے دیں، اگر ہم اس کے ناجائز ہونے کا فیصلہ کریں تو شروع سے امت کا یہ مزاج بنے گا کہ اپنے آپ کو اس سے بچائے، ورنہ اگر وہ اس کے خوگر ہو گئے اور نظام زندگی اور نظام تجارت کا ایک حصہ بنالیا تو پھر عام لوگوں کو اس سے روکنا دشوار ہو جائے گا۔

حضرت مولانا شیر علی صاحب (ترکیسر گجرات)

ATM اور ڈیبٹ کارڈ کو تو اکثر حضرات نے جائز قرار دیا، البتہ یہ جو کریڈٹ کارڈ ہے اس کی بنیاد تو واقعی سود پر ہے، یہاں بھی دیکھئے کہ آپ نے خرید فروخت کیا اور وہ روپیہ جو مدت میں نہیں پہنچایا تو وہ سود لے گا اور یومیہ شرح کے اعتبار سے، ایک تو ہم ایسے زمانے میں آئے کہ سارے کاروبار غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے، ہم بالکل مجبور محض ہیں، اب اگر ہم اس کو ناجائز قرار دیں اگر الگ ہو جائیں، بینک میں روپے جمع نہ کریں یا جمع کریں تو سود بینک ہی میں

چھوڑ دیں، تو حکومت اس سود سے ہمارے نام سے فائدہ اٹھائے گی، اس طریقے پر کریڈٹ کارڈ تو ایسی کچھ حیلے پیش کرتا ہے، اپنا نظام بنانا تو بہت مشکل ہے غیروں نے بنایا وہ ناکام ہوگیا، نہیں چلا۔

آج ہم ایسے دور میں ہیں کہ ہمیں اپنے مسائل پر غور کرنا چاہئے، لہٰذا حضرات علماء کرام سوچیں اور حضرت قاضی صاحبؒ نے بھی یہی مدنظر رکھا ہے کہ یہ بلوی عام ہوگیا اور ہمارے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے، ہم کیا کریں، کوئی صورت ایسی نہیں ہے جو شریعت کے موافق بن سکتی ہو، موجودہ دور میں، چاہے امریکہ ہو یورپ ہو چاہے انڈیا ہو، کوئی تجارت آپ شروع کرو، پس وہ کچھ نہ کچھ لگادیں گے۔

مولانا صباح الدین **ملک** صاحب (علی گڑھ)

مجھے تین باتیں عرض کرنی ہے: سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ جو بینک کا نظام ہے یہ مالیاتی لین دین کا ادارہ ہے، ہم یہ جانتے ہیں کہ بینک کے نظام سے پہلے اور اب بھی مالی معاملات اور معاوضات کے جو معاملات ہوتے ہیں وہ کیش کی صورت میں ہوتے ہیں، پہلے سونے اور چاندی کی صورت میں ہوا کرتا تھا، اس کے بعد اس کی جگہ نوٹ کی شکل آئی، یعنی کاغذی صورت میں، لیکن اس کے باوجود اب تک تمام ممالک میں کرنسی سونے اور چاندی کی جگہ پر جو کاغذات آئے اس کی جگہ پر یہ مانا جاتا ہے کہ ویلو سونے کی شکل میں چاندی میں تو نہیں سونے کی شکل میں رکھا جاتا ہے ریزرو بینک آف انڈیا اور دوسرے ممالک اس کے پیچھے سونے کا ویلو رکھتے ہیں، لیکن بینک میں صورت حال یہ ہوتی ہے کہ پیسہ اپنی جگہ پر موجود ہوتا ہے، مال یعنی سونے کی جو بدل ہے اس کے بعد مختلف کاغذات اس کی جگہ پر استعمال ہوتے ہیں تو ایک طرح کی برتھ آف منی ہوتی ہے تو وہ کہاں تک صحیح ہے، لیکن اس کے بعد جو کاغذات آتے ہیں چیک کی صورت میں یا اور جتنے کریڈٹ اور ڈیبٹ کارڈس کی صورت میں اس کے پیچھے کوئی ویلو نہیں ہوتا، مطلب

سونا اس کی صورت میں نہیں ہوتا، ایک کاغذ ایک لاکھ کی صورت میں چلا جاتا ہے، بینک کی طرف سے شاخ کی بنیاد پر وہ ایک لاکھ روپے کا کام کرتا ہے اور اس کے پیچھے سونے کی ویلیو جو روپے میں ہوتی ہے وہ یہاں نہیں موجود ہوتا، اس طرح سے برتھ آف منی کا سلسلہ یہاں سے جاری ہوتا ہے اور اگر ہم یہ پیش نظر رکھیں جیسا کہ ابھی اشارہ کیا گیا کہ پورے بینک کے نظام پر یہودی غالب ہیں اور وہی اصلاً اجارہ دار ہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر ان کے پاس ایک کروڑ کی مالیت ہے تو اس کے پیچھے تو سونا ہے، لیکن پھر ایک کروڑ کی جگہ پر جو چیک کی صورت میں کریڈٹ کارڈ کی صورت میں دستاویزات کی بے شمار شکلیں ہیں وہ کروڑوں عربوں روپے کی جگہ پر جاتا ہے اور اس کے پیچھے کوئی گولڈ ولڈ نہیں ہوتا، تو یہ ایک طرح کی غیر ضروری طور پر ایک کروڑ روپے یا ان کے پاس عربوں روپے اکٹھا ہوئے، اگر بڑا بینک کار ہے تو اس کی کریڈٹ کی بنیاد پر پتہ نہیں کتنی تعداد میں وہ جائے گا تو اگر یہودی واقعی اس کے پیچھے ہیں اور ان کی وجہ سے ترویج ہوئی اور اگر یہ بھی مان لیا جائے جتنا کاروبار ہوتا ہے اس کا فائدہ بھی ان کو پہنچتا ہے تو پھر یہ تمام بینک کاروبار کے فوائد بالآخر یہودیوں کی جھولی میں پہنچتا ہے، یہ ماہرین بینک بتائیں گے کہ کیا فائدہ وہاں تک پہنچ پاتا ہے یا نہیں؟ تو ایک بات تو یہ تھی اگر اس حساب سے اگر دیکھیں تو ہمارے بزرگان محترم نے ابھی اشارہ کیا کہ یہ پورا مالیاتی نظام جو ہے ایک طرح سے اسلامی اصولوں، اسلامی مالیاتی اصولوں کے خلاف جاتا ہے، دوسرے امت مسلمہ کے خلاف جاتا ہے، کیونکہ یہود اس سے مضبوط ہوتے ہیں تو ایک پہلو یہ دیکھنے کا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ ابھی جن حضرات نے مقالات تخلیص اور محاکم پیش کیا گیا اس میں جو گفتگو جاری ہے ان کا شرعی حکم کیا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں اگر غیر شرعی چیزیں جو رکاوٹ بنتی ہیں شرعا اس کے جواز کے لیے کیا چیزیں ہو سکتی ہیں، دونوں دو پہلو ہیں، سوال اصل یہ ہے کہ ڈیبٹ کارڈ اور کریڈٹ کارڈ کن شرطوں کے ساتھ اور کن قباحتوں کے ساتھ جاری ہے، اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہوگا، اگر ہم مثال کے طور پر یہ بات کہیں کہ دو شرطوں کے ساتھ .A.T.M کی سہولت رائج ہو اور اس میں ایک صورت

مفتی صاحب پیش کرتے ہیں کہ دوسری شرط یہ ہے کہ دوسرے شہر یا ملک میں رقم پہنچانے کی اجرت ادا کردی جائے، ورنہ جائز نہیں ہوگا، تو یہ ایک تجویز کی صورت ہوئی، یہ تجویز بینک قبول نہیں کرے گا، وہ تو اپنی شرطوں کے ساتھ چلا رہے ہیں، ہم کو تو اصل میں یہ بتانا ہے کہ کیا قباحتیں وہاں ہیں جن کی وجہ سے شرعا وہ جائز نہیں ہوسکتا یا اور اگر ہم اسلامی بینک قائم کریں اور ہم کریڈٹ کارڈ جاری کریں تو ہمارے لیے کیا جائز ہوسکتی ہے، اس میں ذرا فرق کرنا چاہئے، تیسری بات جو مختصری ہے وہ یہ ہے کہ جن حضرات نے یہ بات کہی ہے کہ کریڈٹ کارڈ پر کچھ اصل رقم سے کچھ اضافی رقم لیا جاتا ہے، سروس چارج کا نام دیجئے، سود کا یا جو بھی نام دیجئے بعض لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ اضافی رقم جائز ہے، میں اس سے گفتگو نہیں کرتا کہ جائز ہے یا ناجائز، اگر جائز بھی ہو تو ان کو یہ سوچنا ہوگا کہ اس رقم کی کوئی حد ہے یا نہیں، اگر وہ اضافی رقم لینا جائز ہے، تو کتنا اضافی رقم لینا جائز ہے یعنی ایک صورت تو یہ ہے کہ کاغذ کی طباعت کی قیمت یا اور کچھ آفس کی سروس چارج ہوسکتا ہے، ایک کاغذ کی قیمت پانچ روپیہ آسکتی ہے، لیکن کیا اس کاغذ کی قیمت پانچ روپیہ ادا کردی جائے تو وہ جائز ہوگا کہ نہیں؟ یہ بات اہم ہے، اس پہلو سے سوچنا کہ نہ معلوم اس کاغذ کی قیمت کے پیچھے کیا کیا چیزیں داخل کردی گئیں اور اس کا نام سروس چارج ہوگیا اور ہم نے اس کو مطلقا جائز قرار دیدیا۔

مولانا مفتی سراج احمد ملی صاحب (برہان پور)

کریڈٹ کارڈ لایا گیا ہے کہ کچھ دنوں تک چھوٹ دی جاتی ہے اور اس کے بعد جو ایام زائد ہوتے ہیں ان زائد ایام پر بینک انٹرسٹ وصول کرتا ہے اور اس انٹرسٹ کی ادائیگی کارڈ کا استعمال کرنے والا بینک کو ادا کرتا ہے تو یہ راست طور پر جہالت ثمن کا مفضی ہے اور فساد بیع کے لیے ثمن کا مجہول ہونا ہی کافی ہے، جس کی بناء پر بیع فاسد ہوجاتی ہے، تو اس نظریہ پر بھی غور کرنا چاہئے کہ یہاں ثمن میں بہر حال جہالت ہوتی ہے جو پوائنٹ اٹھایا گیا ہے کہ فساد کے آنے سے

پہلے اگر اسے وہ ختم کردے تو بیع تو ہے، ہدایہ کی عبارت میں: ''ینقلب جائزاً'' ہے، لیکن وہاں ایک پوائنٹ یہ بھی ہے کہ ادائیگی ثمن کے لیے اجل میں دونوں کا اتفاق ہوتا ہے، بلکہ بیع کے نفاذ کے لئے ایک اجل پر دونوں کا اتحاد ہوتا ہے، جب کہ احناف کے یہاں تین دن کا معاملہ ہے اور غالباً امام محمدؒ کے یہاں تین دن سے زائد کی اجازت بھی ضرور ہے اور اس میں پھر یہ بات ہے کہ اگر وہ تین دن کے اندر اس کی اجازت دیتا ہے تو ینقلب جائزاً مگر یہاں ایک فرق یہ پڑتا ہے کہ ثمن متعین نہیں ہونے پاتی، کیونکہ پہلے سے نہ تو بینک جانتا ہے اور نہ ہی کریڈٹ کارڈ کا استعمال کرنے والا ہی جانتا ہے کہ آیا وہ زائد ایام کتنے لے لے گا، اس طرح سے تو ثمن متعین ہی نہیں ہونے والا۔

مفتی زاہد علی صاحب (علی گڑھ)

جتنی گفتگو ہوئی میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ایک پہلو اور شامل فرمالیا جائے اور وہ ہے اُورڈرافٹ کا، اس کی شکل کچھ اس طریقہ سے ہوتی ہے کہ جو بھی شاخ کارڈ جاری کرتے ہوئے کریڈٹ کارڈ وغیرہ ذہن میں بینک رکھتا ہے؟ اسی طرح بہت مختصر مدت کے لیے 24 دن تک کے لیے بینک عام طور پر اورڈرافٹ دیا کرتا ہے تو اورڈرافٹ میں بھی کوئی سود نہیں لیا جاتا، لیکن اس کی پرانی شاخ جیسے کہ لوگوں کی تنخواہ یا کاروبار یا کوئی بھی اس طرح کی چیز ہوتی ہے تو اس پہلو کو بھی میرے خیال سے شامل فرمالیا جائے تو افاضہ ہوجائے گا۔

۲- یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ کریڈٹ کارڈ جس ساخت کی بنیاد پر ہوتے ہیں اس میں جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ جو زائد میعاد ہے جو مقررہ میعاد سے زائد وقت ہے، اس کا پہلو اگر یوں کرکے دیکھا جائے کہ ہم موخر ادائیگی یا ادھار کی قیمت جداگانہ رکھ سکتے ہیں اور نقد کی علاحدہ رکھ سکتے ہیں اور اس پر مالیاتی اداروں سے ہمارے ذمہ دار حضرات بات بھی کرسکتے ہیں جس طرح کے ابھی کچھ دن پہلے ''پی چدم برم'' نے کہا تھا کہ اسلامی بینکنگ ہندوستان میں ممکن ہے تو

یہ ایک پہلو ہماری حکومت کے سامنے موجود ہے اور اس میں یہ کہہ دینا کہ ہم بالکل اس میں مجبور محض ہیں یہ غالبا بہت زیادہ نامناسب بات نہیں ہوگی۔

تیسری اہم بات میرے نزدیک یہ ہے کہ اسلامی شریعت کے قوانین کے نفاذ کی جو بات ہم یہاں کرتے ہیں، غالبا امام صاحب کا فرمان ہے کہ اسلامی شریعت کا نفاذ غیر مسلموں پر نہیں ہوتا، ہم جس چیز پر قادر نہیں ہیں اس پر زیادہ بحث کر رہے ہیں اور جس پر قادر ہیں یعنی ہمیں موجود شکلوں میں جو حکم بتانا ہے اس پر ہم توجہ کم دے رہے ہیں، جہاں تک کرنسی کی عینیت جس طرح ہم نے ثمنیت کے طور پر تسلیم کیا ہے، کیا کریڈٹ کارڈ کو بھی اسی طرح سے ہمیں بینک نے ایک موقع نہیں دیا ہے کہ ہم اس کو استعمال کر سکتے ہیں اور ثمنیت جس طرح کرنسی کے اندر آ گئی ہے اس کو پیش نظر رکھیں۔

مفتی سید جعفر ارشد صاحب (میسور)

کریڈٹ کارڈ کو اس شرط کے ساتھ محدود کیا جائے کہ وہ طبقہ جو حاجت مند ہے اس کو بغیر اس کے کام نہیں چل پا رہا ہے تو ایسا طبقہ اس کو استعمال کر سکتا ہے اور اس میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ وقت مقررہ میں اس رقم کو ادا کر دے زائد وقت نہ لے، اسی طرح سے سودی معاملات سے بچتے ہوئے وہ اس سے فائدہ اٹھائے، کیونکہ ہم بہت سی چیزوں کے اندر اسلامی شریعت اور فقہاء کرام نے اجازت دی ہے، بہت سے ایسے مسائل ہیں جو باضابطہ طور پر ناجائز ہیں، لیکن بعض صورتوں میں ان کے جواز کا فتوی دیا گیا ہے، اس طرح سے ٹی، وی، حرام ہے، لیکن جب تفسیر کی جاتی ہے ،حدیث پڑھی جاتی ہے تو یہ جائز ہے، اسی طرح سے انشورنس کرانا ناجائز ہے، لیکن جب فسادات کا خوف ہے، اسی طرح سے جان کا ایسا خوف ہے تو ایسی صورت میں فقہاء کرام نے رخصت دی ہے، تو اس حکم کو سامنے رکھتے ہوئے کچھ بحث کی جائے۔

مولانا محمد شاکر قاسمی (بنگلور)

اہم موضوع کے ضمن میں دو باتیں عرض کرنا چاہوں گا (۱) ڈرافٹ کے متعلق ہے مگر یہ کسی صاحب نے عرض کردیا ہے (۲) دوسرا اہم مسئلہ یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ ہو یا ڈیبٹ کارڈ ہو اس کے بھنوانے کے لیے ایک مخصوص مشین ہوا کرتی ہے اور اس مشین کے ذریعہ کارڈ بھنوائے جاتے ہیں اور یہ مشین ہر دکاندار چھوٹے بڑے کے پاس نہیں ہوتی بلکہ بعض مخصوص دکاندار رکھتے ہیں، باقی بازاری لوگ کسی ایک مخصوص دکان میں جاکر بھنوا لیتے ہیں جہاں تک یہ بائع، مشتری کا لینے دینے اور شہری اور بیرونی شہر اجرت لینے دینے پر بحث جاری ہے، مجھے سمجھ میں یہ آیا کہ صرف مشین کے اوپر بھی کچھ لوگ اجرت لے رہے ہیں، وہ اپنی مشین میں ان کارڈوں کو بھنواتے ہیں اور پھر اس کی وجہ سے دو فیصد یا تین فیصد اجرت حاصل کرلیتے ہیں جب کہ وہ نہ بائع ہوتے ہیں نہ مشتری ہوتے ہیں صرف کارڈ بھنوانے کی اجرت جو ہے گویا کہ لی جاتی ہے تو آیا کہ اس کارڈ بھنوانے کی اجرت جو لی جارہی ہے وہ جائز ہے یا نہیں، اس پر بحث کرلی جائے تو بہتر ہوگا۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

اصل میں مسئلہ ایسا ہے کہ اگر پیسوں کے مقابلے میں پیسہ ہو تو وہاں اجرت ادا ہوگی، وہ مسئلہ قابل بحث ہے اور اگر کسی دوسری شئی کے مقابلے میں پیسہ ہو یا محنت وعمل کے مقابلے میں پیسہ ہو تو وہ چونکہ بیع اور اجارہ کے دائرے میں آجاتا ہے تو شاید اس کی گنجائش ہوگی۔

مولانا اقبال احمد قاسمی (کانپور)

یہ عرض کرنا ہے کہ بینک سے وابستہ ہونے میں کہیں نہ کہیں سود کا شامل ہونا ہے ہی، خصوصاً کریڈٹ کارڈ میں، إذا ثبت الشئی ثبت بلوازمہ'' تو یہ ناجائز ہونا ہی چاہئے، لیکن اس بینک کے ساتھ اس میں سود ہے یا نہیں، احقر کی گذارش یہ ہے کہ یہ بات بھی پیش نظر رکھی

جائے، کیونکہ ملک کے تفاوت سے بھی عقود فاسدہ کے احکام میں تبدیلی ہوتی ہے، ہندوستان جیسے غیر اسلامی ملکوں میں عقود فاسدہ کے ذریعہ سے مال ونفع کا حصول، امام محمدؒ کی روایت میں ایک جگہ ہے کہ دار الحرب سے معاہدہ لئے جائیں اور وہاں پر مسلمان کوئی جائے اور دو درہم کے بدلے ایک درہم خرید لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہوتا، تو ایسی صورت حال میں اگر اس کارڈ سے ایسے ملکوں میں امام محمدؒ کی روایت سے استفادہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

یہ مسئلہ اکیڈمی کے فقہی سمینار میں آچکا ہے کہ ہندوستان کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ اور عام رجحان اور غالب ترین رجحان اس وقت یہی تھا کہ دار الاسلام اور دار الحرب کے علاوہ کی ایک درمیانی صورت بھی ہے جس کو امام محمد نے دار المعاہدہ سے اور بعض لوگوں نے دار العہد سے اور ہمارے بعض علماء اکابر نے دار الامن سے تعبیر کیا ہے، اور ہمارے اکابر اور بزرگوں کے فتاوے اس پر موجود ہیں کہ اگر عقود فاسدہ کو ہندوستان میں جائز قرار دیدیا جائے تو جو ممنوعات شرعیہ ہیں ان کی حرمت لوگوں کے قلوب سے نکل جائے گی، حضرت تھانویؒ نے بنیادی بات یہی لکھی ہے، اس کو ہمیں ملحوظ رکھنا ہوگا۔

مولانا امتیاز احمد صاحب رشادی

بینک کے کارڈوں سے جو کچھ ہم فائدہ حاصل کرتے ہیں، سہولت حاصل کرتے ہیں اس میں کسی نہ کسی شکل سے سود کی صورت پائی جاتی ہے، مثال کے طور پر .A.T.M کی ہے کہ اس پر شرط ہوتی ہے کہ بینک میں ہماری رقم کچھ نہ کچھ ڈپازٹ جمع رہے، اگر ہم ڈپازٹ جمع رکھتے ہیں تو وہ ہم سے فیس نہیں لیتے ہیں اور اگر جمع نہ رہے تو فیس جاری کرتا ہے، اسی طرح سے کریڈٹ کارڈ بھی ہے کہ ہماری مالی حیثیت متعین کرنے کے بعد ہمیں دیا جاتا ہے، ایسا نہیں کہ اگر ہم بینک

میں کچھ بھی رقم جمع نہ کریں اور کریڈٹ کارڈ حاصل کرلیں، بلکہ اس کی صورت یہ ہے کہ باقاعدہ طور پر ہماری رقم جو جمع رہتی ہے اس کو استعمال کرکے فائدے کے تحت وہ ہم سے سود نہیں لیتا اور فیس نہیں لیتا، تو ایسی صورت میں بینک میں ہماری رقم جمع رہنے کی وجہ سے جو ۵۰ دن کے لیے ہم سے فیس وصول نہیں کرتا، A.T.M. کارڈ پر ہم سے فیس نہیں لیتا ہے تو اس صورت میں اس کا کیا حکم ہوگا۔

مولانا عبدالرشید صاحب (کانپور)

دار المعاہدہ کی جو بات آئی ہے یہ تو واقعی بات تھی کہ دار المعاہدہ ہو یا دار الحرب ہو لیکن مجھے یاد پڑتا ہے کہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دار العلوم دیوبند جب بابری مسجد کے حادثہ کے بعد کسی ٹرین سے گذر رہے تھے اور لوگوں نے جو ان کے ساتھ سلوک کیا تو آنے کے بعد انہوں نے اپنی رائے بدل دی اور کہا کہ اب دل نہیں کرتا ہے کہ اس کو دار المعاہدہ کہا جائے، اسی طریقہ سے بابری مسجد کے بعد مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری نے دار الحدیث میں بیٹھ کر سب سے پہلے یہ جملہ کہا تھا کہ کہاں گیا وہ دار المعاہدہ اور دار الامن بہر حال لوگوں کی مصلحت کے لیے تو یہ مناسب ہے کہ کہا جائے دار المعاہدہ، تاکہ لوگ حرمت میں نہ پڑیں، لیکن جہاں مسلمانوں کی ضرورت ہے، وہاں تو یہ ہے کہ معاشیات کو اسلام سے جدا نہیں کیا جا سکتا، اس سلسلہ میں بہت تفصیلی مقالہ مولانا سالم صاحب کا ہے، جو انہوں نے بنگلور میں پیش کیا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ''کاد الفقر أن یکون کفرا'' بھی ہمارے سامنے ہے، کہ اگر ہم لوگوں کو کاٹتے رہے تو یہ معاملہ کہاں تک پہنچے گا، ایسا نہ ہو کہ کہیں مباح یا مکروہ چیز سے بچنے کی وجہ سے وہ حرمت میں اور اس سے زیادہ بڑے گڑھے میں گر جائیں۔

جس طرح پاکستان میں اسلامی بینکنگ نظام ہے، جس طرح مفتی تقی صاحب نے جو شروع میں فارم بھرا جاتا ہے اس میں انہوں نے فیس کا نام لیا تھا، یقیناً اس کو آپ اگر غور سے

دیکھیں تو کوئی اس کو سود سے الگ نہیں کر سکتا اور نہ کوئی ایسی دلیل ہے جس سے اس کو سود سے جدا کیا جائے، لیکن صرف ایک مجبوری کے تحت میں اس کو انہوں نے اس نام سے نکال کر کے فیس کا نام دیا وہاں پر انہوں نے اس چیز کی بھی وضاحت کی ہے کہ اگر مہینہ بھر کی میعاد اور مہینہ بھر کے بعد وہ کرتا ہے تو کیا ہوگا جو ہمارے یہاں نقد بیع جائز ہے، نقد اور ادھار کے رقم میں فرق ہے، نقد میں آدمی سستی بیچ دے، اور ادھار میں مہنگی بیچ دے، اس کی شریعت نے اجازت دی ہے، اس کی تفسیر موجود ہے، وہاں پر ہے کہ ایک مہینہ کا ہمارا معاہدہ ہوا اور اس ایک مہینہ کے اندر وہ آدمی اپنے معاملات کو پورا نہیں کرتا تو مسلم فنڈ والے کیا کریں گے، جہاں پر بھی اسلامی بینک ہے ظاہر ہے کہ اس کو کچھ نہ کچھ فائن لگانا ہوگا، تو اس کو کیا کہیں گے، وہاں پر اس کو کیا ہے کہ اس کو نئے معاہدے کے تحت میں داخل کر کے اس کو فیس ہی قرار دیں گے تو اگر یہاں پر بھی ان کریڈٹ کارڈ کی فیس قرار دیں اور اس کو ہم اپنے طور پر فیس مانیں وہ ان کو سود کا نام دیں، انٹرسٹ کا نام دیں، لیکن ہم اس کو اپنے طور پر جائز بنانے کے لئے اس کو فیس ماننا ہوگا اور وہ جو پاکستان میں بینکنگ نظام کی ایک تفصیلی ڈھانچہ ہے وہ دلائل کے ساتھ وہاں پر موجود ہے، اس میں کوئی زیادہ بنیادی فرق نہیں ہے، لہذا اس سلسلہ میں غور کرلیا جائے۔

مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی

مولانا نے جن نکات کو اٹھایا ہے اس پر ہماری سمینار کی کمیٹی گفتگو کرے گی، امام محمدؒ نے سیر کبیر میں اور اس کو سرخسی نے شرح سیر میں نقل کیا ہے اور تفصیلی بحث کی ہے کہ اگر کسی ملک سے ہمارا معاہدہ ہو، اس کے بعد افراد زیادتی کر گذریں تو اس معاہدہ کو ختم سمجھا جائے گا یا اس کے باوجود وہ معاہدہ باقی رہے گا؟ امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ جب تک وہ ملک دستوری اعتبار سے جو معاہدہ ہوا ہے اس کو تسلیم کرتا ہے اس وقت تک وہ عہد باقی رہے گا۔

میں اتنی بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے جو فیصلے ہیں اس کو آپ صرف ہندوستان

کے تناظر میں نہ دیکھیں، کیونکہ اب پوری دنیا، گاؤں میں تبدیلی ہورہی ہے اور ہمارے موجودہ وزیر اعظم منموہن سنگھ کا بہت زیادہ رجحان اس بات کی طرف ہے کہ وہ ہندوستان میں اسلامی بینکنگ کے نظام کو قائم کریں اور اس کے لیے دیگر اسلامک بینک اور ملیشیا اسلامک بینک کا جو ڈھانچہ ہے اس پر مسلسل ان کا تبادلہ خیال جاری ہے اور یہ اصل میں ہماری استقامت کا نتیجہ ہے، ہم لوگوں نے جو بینک کے سود کی حرمت پر استقامت اختیار کیا، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو رخصت سے عزیمت کے راستے پر لے جارہے ہیں اور آپ کے لیے سہولت فراہم کررہے ہیں، تو کریڈٹ کارڈ جو اس زمانے میں استعمال ہورہا ہے ہوسکتا ہے، اس کا متبادل اسلامی نظام کے دائرہ میں اور حلال کے دائرے میں نکل آئے اس کو بھی ہمیں دیکھنا چاہئے، قرآن کا مزاج ہے جہاں حلال کو بیان کرتا ہے وہاں حرام متبادل بھی اللہ بیان کرتے ہیں: "أحل الله البيع وحرم الربا"، جہاں نکاح کی محرمات کو بیان کیا گیا وہیں حلال رشتوں کا ذکر کردیا گیا، حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب کی بات ان کے بعض شاگردوں نے نقل کی ہے کہ اس زمانے میں مفتی کے لئے ضروری ہے کہ اگر کسی چیز کو وہ حرام قرار دے اور شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اس کے جواز کی کوئی صورت اور مسئلے کا حل نکل سکتا ہو تو اس کی بھی نشان دہی کردے، تاکہ لوگوں کو شریعت آسان محسوس ہو اور اس پر عمل کرنا اس کے لئے آسان ہوجائے، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔